

حدیث و سنت میں تفریق کا فتنہ

قادیان سے دیوبند تک

عبدالواحد انور یوسفی الاثری



مرکز الدعوة الاسلامیہ والخیریہ
سولس کھیڈ، رتناگری، مہاراشٹر

ناشر

حدیث و سنت میں

تفریق کا فتنہ

قادیان سے دیوبند تک

مؤلف

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

ناشر

مرکز الدعوة الاسلامیة والخیرية

سونس، کھیڈ، رتناگری، مہاراشٹر

سلسلہ اشاعت نمبر ۲۵

کتاب	:	حدیث و سنت میں تفریق کا فتنہ
مؤلف	:	قادیان سے دیوبند تک عبدالواحد انور یوسفی الاثری
صفحات	:
سن اشاعت	:	جنوری 2016ء
کمپوزنگ	:
قیمت	:
ناشر	:	مرکز الدعوة الاسلامیہ والخیریہ سونس کھیڈ، رتناگری، مہاراشٹر

..... ملنے کے پتے

۱۔ مرکز الدعوة الاسلامیہ والخیریہ، مقام پوسٹ: سونس، تعلقہ، کھیڈ،

ضلع رتناگری، مہاراشٹر ۴۱۵۷۲۷

۲۔ بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول، مہاڈناک،

کھیڈ، ضلع رتناگری ۴۱۵۷۰۹

۳۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۱۳-۱۴، چونا والا کپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، کرلا (ویسٹ) ممبئی

۴۔ شعبہ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ، ضلع رائے گڑھ

فہرستِ عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
6	عرض ناشر	۱
11	پیش لفظ	۲
16	تقریظ	۳
25	مقدمۃ الکتاب	۴
34	فتنۃ انکار حدیث (نظم)	۵
35	شریعت اسلامیہ کے دوسرے چشمے	۶
39	چار بنیادی اصطلاحیں	۷
47	حدیث و سنت کا لفظ زبان رسالت مآب سے	۸
49	حدیث و سنت صحابہ کرام کی نظر میں	۹
51	ایک چشم کشاد واقعہ	۱۰
53	حدیث و سنت محدثین کی نظر میں	۱۱
56	حدیث و سنت کا منکر مسلمان نہیں	۱۲
59	شواہد اور شہادتیں	۱۳
68	حدیث و سنت میں باہمی فرق کی وضاحت	۱۴

70	احادیث و سنن پر شب خون مارنے والے	۱۵
73	حدیث اور سنت میں تفریق کا فتنہ	۱۶
75	کتابت حدیث عہد صحابہ و عہد رسول میں	۱۷
81	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی.....	۱۸
93	مولانا اصلاحی دو قدم اور آگے	۱۹
103	از ہر ہند میں استاد حدیث لیکن حدیث کی مخالفت	۲۰
110	حدیث اور سنت میں فرق - ایک کتابچہ	۲۱
115	محدثین اور فقہاء میں مضحکہ خیز تفریق و تقسیم	۲۲
131	مفتی حذیفہ قاسمی کے چند دوسوے	۲۳
135	ایک اصولی بات	۲۴
137	اصل مضمون حدیث اور سنت	۲۵
141	بوس و کنار کی حدیث	۲۶
143	جوتے میں نماز پڑھنے کا جواز	۲۷
146	اوکاڑوی کی جہالت یا دھاندلی	۲۸
149	امی والی نماز کی حقیقت	۲۹
152	افسوس! کہ نماز کی اصلاح اب تک نہ ہو سکی	۳۰
157	ذرا سنجیدگی سے بخاری پڑھو	۳۱

160	کیا کوئی مسلمان بھی نبی ﷺ پر اعتراض کر سکتا ہے	۳۲
163	جاہل شاگرد کی شرارت	۳۳
165	حدیث اور سنت کی آخری بحث	۳۴
167	چار اور سات کا مغالطہ	۳۵
171	چار اور چھ کا مغالطہ	۳۶
173	چار اور تین کا مغالطہ	۳۷
177	ذہنی دیوالیہ پن کی ایک مثال	۳۸
181	ذہنی دیوالیہ پن کی دوسری مثال	۳۹
182	قرآن کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے	۴۰
183	نماز لائے تو تھے مگر خلف اس کی حفاظت نہ کر سکے	۴۱
186	کیا واقعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں؟	۴۲
188	صحابہ نے خلاف سنت نماز پر متنبہ کیوں نہ کیا	۴۳
191	سر پر ہاتھ باندھنا	۴۴
195	نماز محمدی پڑھنے	۴۵
196	ہاں نماز کی توثیق کی ضرورت ہے	۴۶
198	آخری بات	۴۷
200	رہے گا ضوفشاں خادور حدیث و سنت کا (نظم)	۴۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہے ابھی پچھلے بیس پچیس سال پہلے اپنے علاقے میں ہم لوگ دوران تعلیم آپس میں دینی مسائل کے بارے میں بات کرتے تو کہا کرتے تھے کہ یہ کام سنت ہے یا یہ کہتے کہ یہ حدیث میں ہے۔ یعنی حدیث و سنت دونوں کو ایک سمجھتے تھے اور اس کا احترام بھی کرتے تھے۔ حدیث و سنت کا لفظ سن لینے کے بعد ہمیں پورا اطمینان حاصل ہو جاتا تھا کہ یہ مسئلہ شرعی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

گھر کے بڑے بوڑھے بھی ہمیں سمجھایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کے بعد دین اسلام کا دوسرا ماخذ نبی ﷺ کی باتیں ہیں جنہیں اصطلاح شرع میں حدیث و سنت کہا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے کوئی کام کر کے دکھایا، یا آپ ﷺ نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی کام نبی ﷺ کے سامنے کیا اور آپ خاموش رہے، ایسے تمام امور کو ہم حدیث و سنت کے نام سے جانتے اور مانتے آئے۔

بڑے ہو کر ہم نے بخاری و مسلم پڑھنا شروع کیا اصل کتابیں تو عربی میں ہیں مگر اردو میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں پھر ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کو بھی اردو میں پڑھنا شروع کیا اور جب کبھی ہمارے درمیان مسائل پر بات چیت ہوتی تو ہم ان کتابوں کو ضرور پڑھتے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ حدیث کی کتابیں ہیں اور ان ہی کتابوں سے ہمیں نبی ﷺ کی سنتوں کا علم ہوگا اسی لئے عام طور پر حدیث و سنت کا لفظ ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے بعد میں ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث کی کتابوں کو سنت کی کتاب بھی کہا جاتا ہے چنانچہ سنن ترمذی، سنن ابوداؤد وغیرہ کا نام سننے اور غور کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ سنن، سنت کی جمع ہے اور اسی وجہ سے ان کتابوں کو سنن کہا

جاتا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کی سنتیں ہیں پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ علماء اور عوام عام طور پر حدیث و سنت کا لفظ ایک ساتھ جو استعمال کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جن کتابوں کو ہم حدیث کی کتابیں سمجھتے چلے آئے ہیں انہیں کتاب السنۃ یا کتب سنن بھی کہتے ہیں اس اعتبار سے حدیث و سنت مترادف ہیں حدیث کہیں یا سنت کہیں دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

کوکن میں چونکہ اکثریت مقلدین کی ہے جو اپنے آپ کو شافعی المسلک گردانتے ہیں مگر ان کے عقائد اور اعمال امام شافعی رحمہ اللہ کے عقائد و اعمال سے جدا گانہ ہیں وہ جس شافیت پر ہیں وہ رواجی شافیت ہے اصلی اور کتابی شافیت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ رضا خانیت اور یوہندیت نے انہیں اپنے دام فریب میں لے رکھا ہے اور وہ اپنے امام کے کارناموں اور عقائد و اعمال سے بے خبر ہیں، ناصر الحدیث امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي“ مگر ان کے نام نہاد مقلدین علم حدیث سے بالکل نا آشنا ہیں بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ سے بھی بے چارے محروم ہیں کیونکہ ان کی کتابیں عربی میں ہیں اور یہ بے چارے عربی زبان نہیں جانتے اور جو عربی جاننے والے ہیں انہیں توفیق بھی نہیں ہوتی کہ کم از کم کتاب الام ہی کا ترجمہ کروا کر عوام کے لئے استفادہ کی راہ نکال سکیں۔

ناصر الحدیث نے اپنا مسلک ہی حدیث بتایا ہے مگر اس کے ساتھ حدیث کے صحیح ہونے کی شرط بھی ہے مگر ان کے نام لیوا نہ تو حدیث جانتے ہیں نہ حدیث پڑھتے ہیں نہ انہیں حدیث و سنت کا کوئی علم ہے نہ وہ حدیث و سنت کی عظمت و وقار سے واقف ہیں بلکہ انہیں یہ کہہ کر گمراہ کر دیا گیا ہے کہ قرآن و حدیث سب کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ حدیث سے متغیر ہیں اور اپنے رواجی مسلک ہی کو اصل اور صحیح مسلک مانتے ہیں۔

مگر ان میں کچھ سنجیدہ افراد ایسے بھی ہیں جو حدیثوں کا احترام کرتے ہیں اور وہ فقہ پر حدیث و سنت کی بالادستی تسلیم کرتے ہیں اور جب کسی مسئلہ میں ان کے سامنے صحیح حدیث پیش کی جاتی ہے تو

وہ اسے بلاچوں و چرا تسلیم بھی کرتے ہیں۔ یہ دین خالص یعنی اسلام کے متلاشی ہیں اور جہاں کہیں حدیث و سنت مل جاتی ہے وہاں اپنے آبائی رسم و رواج کو کچھ دیتے ہیں اور حدیث و سنت کو مان لیتے ہیں اور قرآن کے مطابق: **سمعنا و اطعنا** کی عملی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ادھر دس پندرہ سالوں سے ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا گیا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق ہے حدیث اور ہے اور سنت اور ہے، یعنی دونوں چیزیں ایک نہیں ہیں بلکہ یہ الگ الگ ہیں آجکل جب ہم لوگوں کی زبان سے سنتے ہیں کہ یہ حدیث میں تو ہے مگر سنت نہیں ہے، یا یہ کہ یہ سنت تو ہے مگر حدیث میں نہیں ہے تو ہمیں بڑا تعجب لگتا ہے کیونکہ ہم تو اب تک دونوں کو مترادف سمجھتے آئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جو صحیح حدیث میں ہے وہی سنت ہے یا جو سنت ہے وہ صحیح حدیث میں ضرور ہوگا، مگر اب تو لگا لٹی بننے لگی۔

چھپلے دنوں ایک دیوبندی عالم دین طاہر گیادی کی ایک ویڈیو کلپ سننے اور دیکھنے کو ملی، جس میں انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق ہے بلکہ حدیث کو ناقابلِ بھروسہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”حدیث تو گڑبڑ کر دیتی ہے۔“ (ایک ویڈیو کلپ)

ممبئی سے ایک کتاب ”حدیث و سنت میں فرق“ دستیاب ہوئی جو مشہور پاکستانی عالم امین صفدر اودکاڑوی کی ہے جسے دیوبندیوں نے Y.M.C گراؤنڈ ممبئی کے ایک جلسہ عام میں تقسیم کرایا اس کی ایک کاپی مجھے بھی ملی اس کو پڑھ کر بہت سے نوجوان حدیث اور سنت میں فرق کا مسئلہ اٹھانے لگے کیونکہ اس میں انہوں نے حدیث و سنت میں فرق کے مسئلے کو تفصیل سے اٹھایا ہے جس کی حقیقت تاریک بکوت سے زیادہ نہیں ہے مرکز الدعوہ کے اراکین نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کے مشمولات کا جائزہ لیا جائے اور حدیث و سنت میں فرق جتنا تے ہوئے جو دھاندلی کی گئی ہے اسے بے نقاب کیا جائے اور عوام الناس کو اس سے باخبر کیا جائے۔ مرکز الدعوہ کے نائب صدر مولانا عبدالواحد انور یوسفی الاثری نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور پھر انہوں نے

وقت نکال کر کتاب کے مشمولات کا جائزہ لیا ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ اسلاف حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے تھے وونوں کی اصالت اور حجیت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دیوبند کے چوٹی کے پرانے علماء بھی حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے اور لکھتے تھے۔

حدیث و سنت میں فرق کا فتنہ سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کذاب و دجال نے چھوڑا اور پھر بہت سے دانشوروں نے اسے اپنایا اور گلے لگایا، یہاں تک کہ ازہر ہند و دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کی بازگشت سنائی دینے لگی اور شیخ الحدیث سعید احمد پالنپوری کو لکھنا پڑا کہ ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں۔

اب یہ فتنہ، قصوبوں اور شہروں سے نکل کر قریہ بستی بستی میں پہنچ چکا ہے اور انکار حدیث کے بہت سے چور دروازے کھل چکے ہیں بلکہ کچھ روشن خیال دیوبندی علماء تو حدیث کے ساتھ ساتھ قرآن پر بھی تشکیک و بے اعتمادی کے نشتر چلا رہے ہیں اور قرآن پڑھنے حدیث پڑھنے سے روکنے کی بے جا جسارت کر رہے ہیں جیسا کہ مفتی حذیفہ قاسمی مادر علمی آورش ہائی اسکول کرجی میں اپنے ایک خطاب میں قرآن اور حدیث وونوں پر تشکیک و بے اعتمادی کے نشتر چلاتے رہے اور عوام کو ”تذکت فیکم امدین“ کے واضح پیغام سے متنفر کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے، ایسے پر فتن ماحول میں اللہ کرے یہ کتاب مشعل ہدایت بن سکے اور حدیث و سنت میں فرق کا جو فتنہ برپا کیا گیا ہے اس قادیانی فتنے سے امت نجات حاصل کر سکے اور قرآن و حدیث پر قائم و دائم رہے۔

آخر میں شیخ عبدالسلام سلفی اور شیخ مقیم فیضی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کر کے اپنے مفید مشوروں سے نوازا نیز اس پر پیش لفظ اور تقریظ لکھ کر کتاب کی افادیت بڑھا دی اسی طرح شیخ عنایت اللہ مدنی کا بھی ممنوں و مشکور ہوں کہ انھوں نے بھی اس کتاب کو پڑھ

کر اس کتاب کی معنوی و ظاہری خوبصورتی بڑھانے میں بھرپور مدد کی اور اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان علماء کو اور اس کتاب کے مؤلف، ناشر اور معاونین کو اس خدمت حدیث و سنت پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

آپ کا دینی بھائی

ابو محمد مقصود علاؤ الدین سین

ناظم مرکز الدعوة الاسلامیہ الخیریہ

سونس، کھیڈ، رتناگری: ۲۷۷۱۵

2016/01/05

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول النبي الكريم خاتم النبيين وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين وبعد۔

تقليد شخصی اور تعصب مذہبی یہ عمل بالحدیث کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اہل علم نے مقلدین اہل مذاہب کے بہت سارے مسائل کو شمار کر کے دکھایا ہے کہ یہ کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں جنہیں صرف التزام تقلید میں چھوڑا جا رہا ہے جبکہ نصوص قرآن و سنت میں اس روش سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اتباع کتاب و سنت کی تاکید کی گئی ہے: (اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ) (الاعراف: ۳)

دوسری جگہ فرمایا گیا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (الاحزاب: ۲۱) اور (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحِيطُوا بِكَ قَبْلاً بِمَا بَيَّنَّاهُمْ) (النساء: ۶۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت میں جانے سے انکار کرنے والے لوگ ہیں: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أُتِيَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يُأْتِي؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أُتِيَ“ قرآن و حدیث کی مدلل صریح ہدایتوں کی مخالفت کر کے کسی ولی، امام، بزرگ کی بات و ہدایت کی بلا دلیل پیروی کرنا اصل میں یہی تقلید ہے جو ایمان کے منافی ہے گویا ایسے لوگ اطاعت رسول نہ کر کے خود کو جنت سے دور کر رہے ہیں۔

تقلید شخصی کا اس سے بڑا بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے کہ مقلدین اپنے مذاہب کے مسائل کے خلاف کتاب و سنت سے ثابت مسائل کا قولاً و عملاً انکار کرتے ہیں، امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر

میں اپنے شیخ کا ایک مذاکرہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے مقلدین کی ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کے سامنے ان کے مذہب کے مسائل کے خلاف قرآن کی آیات کو پیش کیا جاتا تو وہ نہ مانتے اور نہ توجہ دیتے گویا کہتے کہ ہم ان آیات کے ظاہر پر کیسے عمل کر سکتے ہیں ہمارے سلف تو اس کے خلاف کہہ گئے ہیں تقریباً تمام مقلدین کے یہاں یہ فتنہ قدر مشترک کے طور پر موجود ہے کہ ان کے تقلیدی مذاہب کے خلاف جب کوئی آیت یا حدیث پیش کی جاتی ہے جو صریح اور صحیح ہوتی ہے اس کے باوجود کہتے ہیں کیا ہمارے علماء اور امام کو اس کا علم نہیں تھا اور ہم تو مقلد ہیں اس طرح علم، اصول، ادب اور مسلمات کو قربان کر دیا جاتا ہے بالآخر انسان ضلالتوں کی پستیوں میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔

دیکھئے متعصب مقلدین کے کتنے جھگڑدے اور مذموم حیلے ہیں جنھیں وہ کتاب و سنت سے آزاد رہ کر اپنے مذہبی مسائل پر عمل کرنے کے لئے جرات بیجا دکھا کر استعمال کرتے ہیں۔

☆ جن صحابہ کرام سے ان کے مسائل کے خلاف روایات و احادیث عموماً مروی ہیں انھیں غیر فقیہ ثابت کرنے کی گستاخانہ جسارت کرتے ہیں اور انھیں درایت اور عقل کی کسوٹی کے خلاف ٹھہرا کر عقلی اشکالات اٹھا کر ان کا انکار کر دیتے ہیں۔

☆ جو فقہی مسائل حدیث و سنت کے خلاف ہوتے ہیں اور وہاں کوئی بات نہیں بن پاتی اور نہ انھیں کوئی حمایت مل پاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں یہ حدیثیں منسوخ ہوں گی یا اس کی یہ تاویل اور معنی باطنی مراد ہے جس سے ہمارے امام ناواقف نہیں ہو سکتے۔

☆ کچھ حدیثوں کو مسلکی طور پر تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ یہ حدیثیں تو شافعی مسلک کی ہیں انھوں نے اپنے مسلک کی تائید میں لکھی ہیں ہمیں ان حدیثوں سے واسطہ نہیں ہونا چاہئے اس لئے ہم انھیں دلیل نہیں بنا سکتے۔ احادیث میں تقسیم دکھا کر عوام کو پٹی پڑھا دی جاتی ہے۔

☆ یہ پرفریب جھگڑندہ بھی استعمال کرتے ہیں کہ فن حدیث کوئی غیر معصوم جماعت کا تیار کردہ

نہیں ہے اس لئے تصحیح و تضعیف میں امکانِ خطاء کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اس طرح فنِ حدیث کے مسلمہ اصولوں کو غیر معتبر ثابت کرنے کی کوششیں ہوتی ہیں تاکہ اپنے مذہبی مسائل پر عمل میں صحیح روایات بھی رکاوٹ نہ بن سکیں۔

☆ قرآن و حدیث کتاب و سنت یہی اصل ہیں اس پر اتنی محنتیں ہوتی ہیں کہ تقریباً ہر خاص و عام کے دل میں یہ سچائی اتر گئی ہے کہ یقیناً اصل مصدر یہی ہیں۔ اس لئے یہ شبہ عام کیا گیا کہ ہمارے مسلک کے خلاف جو حدیث ہوگی وہ ضعیف ہوگی اور ہر جماعت اپنے مطلب کی حدیثیں لیتی ہے اور اسی بنیاد پر انھیں صحیح ضعیف ٹھہرایا جاتا ہے اس لئے صحیح ضعیف کی بات میں کوئی مقلد نہ آئے۔

☆ تقلیدی مذہب کے عقائد کے خلاف اگر حدیثیں آتیں ہیں تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اخبار احاد عقیدے کے مسائل میں حجت نہیں۔ کیونکہ وہ ظنی ہیں اس طرح کتنے مذموم عقائد جاری ہیں اور یہ کہ احادیث عقیدہ سے فرار اختیار کر لیا جاتا ہے۔

☆ قرآن و حدیث سمجھنا یہ سب کا کام نہیں یہ ائمہ مجتہدین کا کام اور مقام ہے۔ اس لئے ائمہ نے جو مسائل مستنبط کر کے بتا دیئے وہی اصل اور خلاصہ کتاب و سنت ہیں اس لئے قرآن و حدیث کے ظاہر پر نہ جا کر اس کے اصل معنی و مراد یعنی فقہ مسلکی پر عمل کریں یہ فقہ دراصل مغز اور گودا ہے اور مغز ہی مطلوب ہے۔

☆ اپنے مذہب کے امام کی فضیلتیں علمی و فقہی مقام ان کے ورع و تقویٰ کو اسی طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ ہر مقلد کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اتنا بزرگ امام کیا خلاف سنت کوئی مسئلہ بیان کر سکتا ہے۔ پھر مسلم علمی اصولوں سے نابلد لوگ یقین کر لیتے ہیں جبکہ اس طرح کی باتیں جھوٹی من گھڑت بے دلیل و بے اصل عقل و فطرت کے خلاف ہوتی ہے اور جو کچھ ان سے متعلق سچائی ہوتی ہے تو اس طرح کا کمال دیگر ائمہ کے یہاں بھی موجود ہوتا ہے بلکہ اور کمال

کے ساتھ، لیکن ان کا ذکر نہیں ہوتا۔

☆ یہ حربہ بھی استعمال ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید اور انھیں میں حق کا انحصار ہے اسے فضل الہی مان کر دلائل و برہان کی باتیں نہیں کرنی چاہئے۔ اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ مذاہب اربعہ میں ہی حق دائر ہے اس پر ساری دلیلیں منطقی مبنی بر تلبیس ہوتی ہیں۔

تقلیدی مسلک پر عمل کے لئے مذکورہ بالا حیلوں اور بہت ساری تلبیسات کے ساتھ ترک حدیث اور ان پر عمل سے گریز کے حیلوں میں سے دور جدید کا یہ حیلہ بھی بڑا خطرناک اور فتنہ بننا جا رہا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق ہے دونوں الگ الگ ہیں حدیث کے قریب جانا صحیح نہیں حدیث پر عمل نہیں سنت پر عمل کرنا چاہئے تاکہ اپنی مرضی اور مسلک کے موافق سنت سے ملے تو اس پر عمل کر لیں اور جو خلاف ہوں انھیں حدیث کہہ کر چھوڑ دیں یہ بھی بدل بدل کر جو مداری گیری ہو رہی ہے اس کے پیچھے یہی ایک مقصد ہے کہ ہم تو امام مذہب کے مقلد ہیں اس لئے ہمیں انھیں کے مطابق چلنا ہے ان کے خلاف جو چیز ہے اس کا ابطال کرنا ہے۔

بڑی باریک ہیں داعظ کی چالیں

لرز جاتا ہے آواز اذال سے

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ تقلید شخصی ہی اصل میں اتباع سنت و ہدایت نبوی کی راہ میں رکاوٹ ہے اسی کے لئے عام مقلدین بالخصوص متاخرین کے یہاں اس طرح کی فتنہ سازیاں ہوتی رہتی ہیں۔

یہاں علمی کتاب جسے حدیث و سنت میں تفریق کے فتنے کی سرکوبی کے لئے خطہ کوکن کے بزرگ عالم و قلم کار سلفی دعوت و مشن کے سپاہی مولانا عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ نے تیار کیا ہے اپنے موضوع پر گراں قدر اور مفید تر ہے اس کے ذریعے اصولی علمی، تاریخی اور توارث کے ساتھ حدیث و سنت کی اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور سارے شبہات تضادات مقلدین کے سامنے آ جاتے

ہیں۔ اور تفریق کرنے والوں کے مکروہ مقاصد و مشن بھی سامنے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس اہم کوشش کو قبول و مفید بنائے۔

مرکز الدعوة الاسلامیہ کو کن کا اہم دعوتی و تربیتی و اصلاحی ادارہ ہے اس کی متنوع کوششیں ہیں اللہ اس میں مزید برکت دے اور کتاب و سنت اور سلفیت کے کار کو مزید اس کے ذریعہ مستحکم کرے۔ و صلی اللہ علی نبینا محمد و بارک وسلم۔

انوکم

عبد السلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

دین اسلام کامل و شامل اور واضح و مبین ہے، سمجھنے کے لئے آسان اور عمل کرنے کے لئے سہل ہے، اور اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کے حصول کے لئے پوری پوری رہنمائی موجود ہے، اور جو قوم اسے سمجھنے کو تیار اور ماننے پر آمادہ ہوتی ہے وہ ہر طرح سے خوشحال اور اپنے حالات میں بے مثال ہوتی ہے اس پر چلنے والا ایک بہت بڑا معاشرہ خیر القرون میں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے معاشرے تاریخ کے مختلف ادوار اور مختلف جغرافیائی خطوں میں پائے گئے۔ اس دین کو سمجھنے سمجھانے والی جس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے معیار بنایا ہے وہ صحابہ کرام ہیں کیونکہ کلام اللہ اور کلام رسول کے سب سے پہلے مخاطب وہی ہیں اور انہیں براہ راست دین سمجھانے کے لئے اللہ کے رسول بنفس نفیس ان کے درمیان ایک عرصے تک موجود رہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کے سامنے اور انہیں کے معاشرے میں اس دین کو مکمل فرمادیا۔ اس لئے دین کی وہی فہم معتبر ہوگی جو صحابہ کے ذریعہ ہم تک پہنچے اور اگر دین کے نام پر کوئی چیز اس کے برعکس ہمارے سامنے آئے تو وہ لائق اعتبار نہیں ہوگی اور صحابہ سے دین فہمی کا جو اصول ہمیں ملا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں جو تعلیم ملے اسے بلاچوں و دچر تسلیم کر لیا جائے اور اسے رد کرنے کے لئے کوئی بھی دسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔ اور حدیث رسول کو رد کرنے کے لئے عبارت آرائی کا ہنوکا عمل ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کی دو عورتوں کے متعلق جنہوں نے آپس میں جھگڑا کیا تھا فیصلہ دیا تھا، ہوا یوں تھا کہ ایک نے دوسری کو پتھر مار دیا تھا اور وہ اس کے پیٹ پر جا لگا تھا جبکہ وہ عورت حاملہ تھی جس کے نتیجے میں اس کا حمل ساقط ہو گیا اور پیٹ میں موجود بچہ مر گیا۔ جب وہ لوگ اپنا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے تو آپ نے فیصلہ دیا

کہ اس کے ضائع ہو جانے والے بچے کے عوض ایک غلام یا ایک لونڈی دے دی جائے تو عورت کے ولی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس کا تاوان کیسے دوں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا نہ چیخا، اس طرح کے بچے کا خوں بہا تو باطل ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انما هذا امن اخوان الکھان“ یہ تو کانہوں کے بھائیوں میں سے ہے۔ (بخاری: ۵۷۸۸) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کانہ لوگ حق کو رد کرنے اور باطل کو رواج دینے کے لئے عبارت آرائی کرتے ہیں حدیث رسول اور حق بات کو رد کرنے کے لئے اسی طرح کی لفاظی یہ بھی کر رہا ہے۔ اور جب بھی کسی مسئلے میں صحابہ کے سامنے کوئی حدیث پیش کر دی جاتی تو وہ فوراً اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے اور ان کے یہاں رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل اور تقریر کے حجت ہونے میں سنت وحدیث کی اس تفریق کا تصور بھی نہیں تھا جو آج کل دیوبندی حلقے کے مدعیان علم پیش کر رہے ہیں۔ اس تفریق کے سراسر بدعت ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ خود ائمہ اربعہ کے یہاں بھی یہ تفریق غیر معروف تھی چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مقولہ ہے کہ: ”من رد حدیث رسول اللہ ﷺ فهو علی شفاہلکة“ (المناقب لابن الجوزی: ۱۸۲) جس نے رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے گڑھے پر کھڑا ہے۔

خود محققین حنفیہ کے یہاں بھی یہ تصور نہیں تھا چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی نے استسقاء کے متعلق ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ”وبهذا الحديث كان يأخذ ابو حنيفة رحمه الله فلا يرى في الاستسقاء صلاة واما نحن فنرى فيه صلاة“ (الحجة على أهل المدينة: ۱۳۶/۱)

ابو حنيفة رحمہ اللہ اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے استسقاء کے قائل نہیں تھے جبکہ ہم صلاۃ استسقاء کے قائل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون سے جتنا بعد بڑھتا گیا اتنا ہی لوگ صحابہ کے منہج اور طور طریقوں سے دور ہونے لگے اور اتباع کتاب وسنت کی جگہ پر آراء الرجال کو حجت بنانے کا

سلسلہ چل پڑا حتیٰ کہ چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی کی بدعت جاری ہو گئی اور مرد زمانہ کے ساتھ اس میں شدت آنے لگی، اور مسلک کے اعتبار سے امت میں دو پلیٹ فارم بن گئے ایک تو اہل حدیث و آثار کا اور دوسرا اہل تقلید اور آراء الرجال کی پیروی کرنے والوں کا، پھر اہل تقلید کے بھی متعدد گروہ بن گئے اور ان میں احناف کا گروہ بھانت بھانت کا عقیدہ اور منہج رکھنے والوں پر مشتمل تھا، ان میں کوئی معتزلی تھا، کوئی مرجئی، اور کوئی شیعہ تھا، کوئی صوفی، ان سب نے مل کر حنفی مذہب کو چوں چوں کا مرہ بنادیا اور حنفی مسلک ہر فکر اور نظریے کے لئے زیر خیز میں بن گیا، اور ان سب میں قدر مشترک حسب ضرورت قرآن و سنت کی من مانی تاویل اور حسب منشا احادیث رسول سے دامن جھٹک کر کنارہ کش ہو جانے کی روش رہی ہے (الا ماشاء اللہ)۔ اس لئے انھوں نے اپنی فقہ کے لئے حدیث رسول کو ترک کر دینے کے باقاعدہ اصول بنائے اور ان کے تحت جس حدیث کو چاہتے ہیں خواہ کیسی صحیح صریح اور محکم کیوں نہ ہو رد کر دیتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی ہر خلف میں نت نئے طریقے اس کے لئے ایجاد کئے جاتے رہے ہیں اس موضوع پر تفصیل سے کچھ عرض کرنے کا موقع تو نہیں ہے البتہ ہم ذیل میں کچھ اصولوں کا ذکر کرنے جا رہے ہیں جن کے ذریعہ انھوں نے بہت ساری احادیث کو رد کر دیا ہے۔

صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے حنفیہ کے چند اصول:

اول: اخبار آحاد کو قرآن کے عموماً اور ظواہر پر پیش کیا جائے اگر اس سے قرآن کے کسی عام یا ظاہر کی مخالفت ہوتی ہو تو قرآن کو لیا جائے گا اور اس خبر (حدیث) کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کے ظواہر اور عموماً بھی قطعی الدلالت ہیں۔

اس باطل اور بے دلیل اصول کی بنیاد پر انھوں نے متعدد صریح اور محکم احادیث کو رد کر دیا جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز میں طہانیت (سکون و اطمینان) اختیار کرنے سے متعلق احادیث جن میں سے ایک

یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اپنے رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔ (دیکھئے ابوداؤد، نسائی، ترمذی وغیرہ)

(۲) دیگر عبادتوں کی طرح وضو اور غسل میں بھی نیت کے ضروری ہونے کا حکم جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“۔

(۳) نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت اور تلاوت قرآن میں اس کے متعین ہونے کی صریح اور محکم احادیث کا ترک و رد۔

(۴) ”لَعَنَ اللَّهُ الْخَالِلَ، وَالْمُخَالِلَ لَهُ“ حلالہ کرنے اور کرانے والے پر اللہ کی لعنت والی محکم اور صریح حدیث کا رد۔

(۵) اس صریح و محکم اور صحیح حدیث کا رد جس میں کہا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کے تحت انھوں نے اور بہت ساری احادیث کو رد کر دیا ہے؛ جبکہ اس اصول کو توڑنے میں بھی وہ سب سے آگے ہیں کیونکہ انھوں نے نبیذ سے وضو ہونے، وتر کے واجب ہونے، مہر کے دس درہم سے کم نہ ہونے، نماز میں قہقہہ سے نماز اور وضو دونوں کے باطل ہو جانے، نماز جمعہ کے لئے مصر جامع کی شرط ہونے کے متعلق اپنے مسلک کی تائید میں ضعیف اور ساقط الاعتبار روایتوں کو بھی قبول کر لیا ہے اور ان جدید دیوبندی رویہ حضرات کے خو و ساختہ اصول کے برعکس سنت تو دور رہی کوئی صحیح حدیث بھی بہت سے مسائل میں نہیں پائی جاتی ہے۔

دوم: اخبار احاد سنت مشہورہ کے بھی خلاف پڑیں چاہے ان کے ظاہر ہی سے تو انہیں قبول نہ کیا جائے۔

سنت مشہورہ سے ان کی مراد وہ اخبار آحاد ہیں جنہیں ان کے ائمہ نے اختیار کیا اور ان کا مرتبہ محض اس لئے بلند ہوا اور وہ سنت مشہورہ بن گئیں کہ انھوں نے انہیں اختیار کر لیا۔ ان کا یہ اصول بھی خود ساختہ اور بے دلیل اور دیگر تمام ائمہ سے مختلف ہے۔ اس اصول کے تحت بھی انھوں نے صحیح

احادیث کی ایک بڑی تعداد کو رد کیا ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ محکم و صریح حدیث جسے پچیس سے زائد صحابہ نے روایت کی ہے اور ان میں نبی ﷺ نے مدینہ کو بھی اسی طرح حرم قرار دیا ہے جس طرح مکہ مکرمہ حرم ہے اور اس میں شکار حرام ہے۔ مگر حنفیہ نے اس حدیث کو رد کر دیا اور کہا کہ مدینہ میں شکار جائز ہے۔

(۲) وہ محکم و صریح احادیث جن میں بتایا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی مالیت کے مہر سے بھی نکاح ہو جائے گا چاہے وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں حنفیہ نے رد کر دیا اور کہا کہ دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

(۳) سورج کے غروب ہونے سے پیشتر ایک رکعت پالینے پر عصر کی نماز پوری کر لینے اور طلوع سے پیشتر ایک رکعت پالینے پر فجر کی نماز پوری کر لینے والی صحیح اور محکم حدیث کے فجر والے حصے کو رد کر دیا ہے اور عصر والے حصے کو برقرار رکھا ہے جبکہ جس حدیث کو انھوں نے بنیاد بنایا ہے وہ طلوع و غروب دونوں اوقات میں نماز کی ممانعت پر مبنی ہے۔ حالانکہ ان کے پاس مسلک پرستی کے سوا اس تفریق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۴) جہری نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد بلند آواز سے آمین کہنے والی صحیح، صریح اور محکم حدیث کو انھوں نے رد کر دیا ہے۔

(۵) وہ صحیح احادیث جن میں صبح کی نماز کو اول وقت ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے انہیں حنفیہ نے رد کر دیا ہے۔

سوم: حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو۔ اس اصول کے تحت بھی انھوں نے متعدد صحیح احادیث کو رد کر دیا ہے۔

(۱) برتن میں کتے کے منہ ڈال دینے پر سات بار دھونے والی صحیحین کی حدیث کو اس اصول کے تحت رد کر دیا گیا۔

(۲) نکاح کیلئے ولی کے شرط ہونے والی حضرت عائشہ کی صحیحین کی حدیث کو اس اصول کے تحت

رد کر دیا گیا۔

(۳) رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین سے متعلق عبداللہ بن عمر کی اس حدیث کو رد

کر دیا جو صحیحین میں موجود ہے۔

جبکہ وہ خود اپنے اس اصول کے متعلق بری طرح تضاد کا شکار ہیں چنانچہ انھوں نے:

(۱) ابن عباس کی ناقابل اعتبار روایت معتوہ (بے عقل) کی طلاق کے سوا ہر طلاق جائز ہے کہ

اپنے مسلک کے مطابق ہونے کی وجہ سے قبول کر لیا اور جبری طلاق کے واقع نہ ہونے کے متعلق

ان کے درست فتویٰ کر رد کر دیا۔

(۲) حضرت عائشہ کی اس روایت کو تولے لیا کہ نماز دو دو رکعت فرض کی گئی اور صحیح روایات

میں ان کے اس عمل کو چھوڑ دیا کہ انھوں نے سفر میں (قصر کے بغیر) پوری نماز پڑھی۔

(۳) حضرت جابر و حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کی اس ناقابل التفات روایت کو تولے لیا

جس میں قہقہہ سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن صحیح روایات میں ان کے اس قول کو چھوڑ دیا کہ

قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

(۴) حضرت جابر سے منقول اس ضعیف حدیث کو تولے لیا کہ ”دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں“

لیکن صحیح روایت میں منقول ان کے اس فتویٰ کو چھوڑ دیا کہ ہر کم یا زیادہ مقدار والے مہر سے نکاح

ہو جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی مثالیں ہیں جو طوالت کے خوف سے نظر انداز کی جا رہی ہیں۔

چہا دم: حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کا راوی غیر ثقیہ ہو اور وہ ہر طرح سے قیاس

کے خلاف ہو۔

اس اصول کے تحت انھوں نے بہت سی ان احادیث کو رد کر دیا ہے جن کے راوی حضرت

ابو ہریرہ، انس، سلمان فارسی، بلال یا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ ہیں۔

(۱) قصن باندھے ہوئے جانور کو واپس کر دینے کی وجہ سے ایک صاع کھجور دینے کی حضرت ابو ہریرہ کی صحیحین کی روایت کو انھوں نے اسی اصول کے تحت رد کر دیا ہے۔

(۲) مدینہ میں آنے والے کچھ لوگوں کو وہاں کی آب و ہوا نا موافق ہونے کے سبب رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اونٹ کا دودھ اور پیشاب پینے کی اجازت دی تھی۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے، اسے بھی انھوں نے اسی اصول کے تحت رد کر دیا۔

اس اصول کی مخالفت احتاف خود احتاف میں خود کرنی وغیرہ نے بھی کی ہے جبکہ یہ اصول عیسیٰ بن ابان کا بنایا ہوا ہے جو معتزلی منہج پر کاربند تھے۔

پنجم: اس حدیث کو قبول نہ کیا جائے جس کا تعلق بلوائے عامہ سے ہو پھر بھی اسے ایک بڑی تعداد نے نقل نہ کیا ہو۔

اس اصول کے تحت بھی انھوں نے متعدد حدیثوں کو رد کر دیا ہے مثلاً: رفع الیدین کی احادیث اور براہ راست شرمگاہ پر ہاتھ لگ جانے سے وضو ٹوٹ جانے والی حدیث وغیرہ۔ مگر اس مسئلے میں بھی وہ تضاد کا شکار ہیں چنانچہ انھوں نے وتر کے واجب ہونے کی حدیث اور فقہہ سے وضو کے ٹوٹ جانے کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

ششم: حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو۔

شاید اس سے ان کا مقصد نماز میں قبل الکرکوع اور بعد الکرکوع رفع الیدین اور آمین بالجہر سے متعلق احادیث کو منسوخ یا مترک ثابت کرنا ہے کیونکہ کوفہ وغیرہ میں تابعین کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ یہ اصول بھی صحابہ کے منہج اور تعامل کے مطابق قطعاً غلط اور باطل ہے۔ (دیکھئے اصول فقہ پر ایک نظر از شیخ عاصم حداد اور اعلام الموقعین لابن قیم)

مذکورہ اصولوں کے علاوہ بھی عقیدہ منہج اور فقہی مسائل کے متعلق بہت سے نصوص سے دامن چھڑانے کے لئے ان کے پاس طرح طرح کے قدیم و جدید حیلے ہیں اور وہ اپنی سقیم آراء اور قرآن و سنت کے خلاف بزرگوں کی اڑیل روش کو حق ثابت کرنے کے لئے نئی نئی منطقیں ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں دیوبندی بزرگان دین کچھ زیادہ ہی منجھے ہوئے اور مشاق اور حد درجہ جری و واقع ہوئے ہیں، اور مسلک کی بالادستی کے لئے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مد مقابل اہل حق کی آڑ میں قرآن و سنت اور صحابہ و رسول کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے ہیں اور دوسروں کو زیر کرنے کے لئے آیتوں میں اضافے اور حدیثوں میں خرو برد سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔

آجکل دیوبندی حلقے میں رد غیر مقلدیت کا مرکزی شعبہ اور اس کے تحت اس کی بہت سے ذیلی شاخیں بھی ملک کے طول و عرض میں قائم کی گئی ہیں جو اکثر و بیشتر عالم نما جاہل مولویوں کے سپرد کر دی گئی ہیں اور وہ بلا حدود و قیود ہر طرح کی جائز و ناجائز سرگرمیوں اور زبانی و تحریری ترکتا رویوں کے لئے آزاد ہیں اور جہاں ممکن ہو زبان و قلم کے علاوہ ہاتھوں کا استعمال بھی ان کی منصوبہ بندی کا باقاعدہ جزء ہے جس کے عملی مظاہرے جا بجا سامنے آچکے ہیں۔ آجکل انھوں نے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک خود ساختہ اصول حدیث و سنت کے درمیان تفریق کے ذریعہ حدیثوں کے رد کر دینے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اور چھوٹے میاں چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ کے تحت ان کا ہر چھوٹا بڑا اس موضوع پر نکتہ آفرینیاں کر کر کے بغلیں بجا رہا ہے۔

اللہ بھلا کرے بزرگ صاحب علم و فضل مولانا عبد الواحد انور یوسفی کا جن کا قلم رد باطل اور احقاق حق میں خوب رواں ہے اور وہ ایسے فریب خوردہ مدعیان علم کو اکثر آئینہ دکھاتے رہتے ہیں جو خود کو آنکھوں میں دھول جھونکنے کا ماہر سمجھتے ہیں۔ اور امت کو ان کی حقیقت سے آگاہ کر کے ان کے ہتھکنڈوں کو بیکار اور ان کے ہتھیاروں کو کند کر دیتے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں انھوں نے موضوع پر سیر حاصل تحقیق پیش کر کے حق کی بہترین خدمت کی ہے اور

دیوبندی بزرگوں کے فریب کا پردہ پوری طرح چاق کر دیا ہے۔ کتاب مبسوط اور حد درجہ مفید ہے اس لئے اس کا مطالعہ حق و باطل کی آویزش میں تائید حق اور رد باطل کے رموز سے آگاہی کا بہترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر سے نوازے اور انھیں خالص اسلام کی تائید اور ترجمانی کے لئے تادیر زندہ سلامت رکھے اور ان کی کتابوں کے ناشر ادارے کی بھی حفاظت فرمائے اور اس کے ذمہ داروں کو اجر و ثواب سے نوازے جو ان کی بہترین علمی کاوشوں کو بہ دولت افادہ عام کے لئے منظر عام پر لاتے رہتے ہیں۔

دعا گو
محمد مقیم فیضی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”مقدمۃ الكتاب“

حدیث و سنت دو روح ایک قالب

الحمد لله الذي أخرجنا من الظلمات والشرک والتقليد والصلوة والسلام على
النبي الأُمي المسمى بالتحميد أما بعد!

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ) (النجم: ٣-٣)

جب کسی سے یہ سنتے ہیں کہ یہ سنت ہے تو ذہن میں خود بخود یہ بات آ جاتی ہے کہ یہ حدیث سے
ثابت ہے یا کوئی کہتا ہے کہ یہ صحیح حدیث میں ہے تو دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ چلو یہ سنت کے
مطابق ہے یعنی حدیث و سنت دونوں آپس میں اس طرح لازم ملزوم ہیں کہ ایک کے کہنے سے دوسرا خود
بخود سمجھ میں آ جاتا ہے اسی لئے حدیث و سنت کو مترادف اور مساوی قرار دیا جاتا ہے اگرچہ لفظی اور
معنوی اعتبار سے دونوں الگ الگ مادوں سے آتے اور سمجھے جاتے ہیں لیکن اصطلاحی اعتبار سے
دونوں لازم ملزوم ہیں علماء اصول نے دونوں کی تعریف میں یکسانیت اور توافق کو برقرار رکھا ہے یہی وجہ
ہے کہ دونوں شروع میں الگ الگ استعمال ہوتے تھے مگر کثرت استعمال نے دونوں کو ایک کر دیا اور
حدیث و سنت کو مترادف تصور کیا جانے لگا اور اسلاف امت ایک ہی چیز کو کبھی سنت اور کبھی حدیث کہہ
دیا کرتے تھے اس طرح دونوں میں کسی طرح کی مغایرت باقی نہیں رہی۔ ایک ہی حقیقت کے دو نام
آپس میں اس طرح ضم ہو گئے کہ دو روح ایک قالب ہو گئے۔

مشہور ثقہ امام عبداللہ بن وہب بن مسلم المصری (متوفی: ۱۹۷ھ) نے جب امام دارالقلم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے وضو میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں کہا کہ ”عِنْدَنَا فِي ذَلِكَ سُنَّةٌ“ اور سند کے ساتھ پوری روایت بیان کر دی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”إِنَّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَمَا سَمِعْتُ بِهِ قَطُّ إِلَّا الشَّاعَةَ“ اور اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پاؤں کے انگلیوں کے خلال کا فتویٰ دینے لگے۔ (۱)

دیکھئے عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے سنت اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حدیث کہا اور کسی نے کسی پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ حدیث و سنت کو انہوں نے بھی مترادف سمجھا تھا۔ اسی طرح آپ دیکھیں کہ ابتدائی ادوار میں کتب احادیث کو عموماً کتاب السنۃ ہی کا نام دیا گیا مثلاً کتاب السنۃ لابن ابی شیبہ (المتوفی: ۲۳۵)، کتاب السنۃ للإمام أحمد (المتوفی: ۲۴۱)، سنن اربعہ یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، خود امام بخاری نے اپنی کتاب کا نام لکھا ”الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول اللہ وسننه وإيامه“ آج بھی یہ کتابیں انہیں ناموں سے طبع ہو کر آرہی ہیں انہیں عرف عام میں کتب حدیث کہا جاتا ہے یعنی سنت اور حدیث کو ہم معنی اور مترادف تصور کیا جاتا ہے۔

ماضی قریب میں بھی ہمارے علماء حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے تھے اسی لئے وہ حدیث کا ترجمہ سنت اور سنت کا ترجمہ حدیث سے کر دیا کرتے تھے اور ان میں اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہ تھا دیکھئے دیوبندیوں ● کے پیر اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو

(۱) کتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم ج: ۱، ص: ۳۱-۳۲

● دیوبندیت حقیقت پر مبنی ہے اور اس کے حواجز کو کھنسنے کے لئے تاریخ کے پچھلے ایام کی طرف لوٹنا ہوگا اور یہ بھی ذہن نشین کرنا ہوگا کہ اپنے وقت میں بہت کچھ روشن خیالی کے باوجود امام ابوحنیفہ اور حنفیت میں کچھ زیادہ تال میل نہیں ہے۔ (فیضی)

تھامے رہو گے تو کبھی بھی نہ بھٹکو گے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن دوسرے نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث“ (۱) یہاں مولانا نے سنت کا مطلب بتایا ہے حدیث یعنی حدیث سنت کو مترادف قرار دیا ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کان ابن عباس یضع فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنن“ (۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لئے بیڑی ڈال دیا کرتے تھے۔ (۳)

غور فرمائیے! سنن۔ جمع ہے سنت کی، اور موصوف نے سنن کا ترجمہ حدیثوں سے کیا ہے یعنی انہوں نے حدیث و سنت کو مترادف مانا ہے، اس طرح کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ اسلاف امت حدیث و سنت کو مترادف مانتے تھے اور برملا اپنی کتابوں میں اس کا استعمال بھی کرتے تھے اور کہیں سے اس کے خلاف کوئی آواز نہیں آتی تھی سب باہم شیر و شکر تھے مگر رفتہ رفتہ اختلاف پیدا ہوا اور آج امت کا ایک طبقہ اپنی تحریر و تقریر میں حدیث و سنت میں فرق جتانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ آئیے دیکھیں یہ فرق جتانے کی تحریک کہاں سے شروع ہوئی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ برصغیر میں اس تحریک کا آغاز مرزا غلام احمد قادیانی کذاب و دجال سے ہوا۔ اور سب سے پہلے اسی نے حدیث و سنت میں فرق کیا وہ لکھتا ہے ”یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنت کا قرآن شریف کے ساتھ وجود تھا۔“ (۴)

(۲) تلمذ مکرمہ: ۹۰

(۱) بہشتی زیور حصہ ہفتم: ۳۸۰، مکتبہ جیم بک ڈپو دہلی

(۳) تلمذ وین حدیث: ۸۰

(۴) کشمشی نورح ۸۴، دوسرا نسخہ: ۵۶، تیسرا نسخہ: ۶۳، روحانی خزائن ج: ۱۹، ص: ۶۱، بحوالہ توفیح الکلام ج: ۲، ص: ۱۹

مرزا کا کفر جب آشکارا ہوا تو مولانا محمد حسین بنالوی رحمۃ اللہ علیہ نے استفتاء تیار کر کے علماء کی رائیں حاصل کیں اسے کافر اور مرتد قرار دیا اور سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا توقف و تامل اسے کافر قرار دیا لیکن اس نے فتنہ انکار حدیث کا جو شوشہ چھوڑا تھا اس نے بہت سے دانشوروں کو متاثر کیا اور انہوں نے بھی حدیث و سنت میں فرق جتاننا شروع کر دیا اور وہ غیر شعوری طور پر انکار حدیث کی راہ ہموار کرنے لگے مرزا غلام احمد قادیانی تو کافر و مرتد ٹھہرا منکرین حدیث بھی انکار حدیث کے جرم میں امت سے کٹ گئے مگر بہت سے دانشور اپنی دانشوری کے زعم میں قادیانی تحریک سے شہ پا کر حدیث و سنت میں فرق کرنے لگے اس سلسلے میں پہلا نام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا آتا ہے ایک جگہ وہ حدیث و سنت میں فرق جتانے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جو حضور ﷺ کے اقوال و افعال کے متعلق سند کے ساتھ انگوں سے پچھلوں تک منتقل ہوئیں، اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضور ﷺ کے قولی اور عملی تعلیم سے مسلم معاشرے کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں رائج ہوا، جس کی تفصیلات معتبر روایتوں سے بھی بعد کی نسلوں کو انگوٹھی نسلوں سے ملیں اور اس پر عمل درآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ (۱)

حدیث کے سلسلے میں مولانا کی متضاد تحریروں سے تفہیمات جلد اول بھری پڑی ہے مولانا اپنے دعوے کی دلیل نہیں دے پاتے وہ محض لفاظی کرتے نظر آتے ہیں یہاں بھی انہوں نے حدیث و سنت کی الگ الگ تعریف کی مگر آخر آخر میں حدیث و سنت کو ملا دیا ہے اور ایسا کرنے پر وہ مجبور بھی ہیں کیونکہ سنت وہی ہے جو حدیث میں ہے مگر عجیب بے اعتمادی کا ماحول بنایا جا رہا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق جتنا کر عوام الناس کو حدیث سے بدظن کیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اسے مزید جلا بخشا اور وہ حدیث و سنت میں زمین و آسمان کا فرق بتلانے لگے۔ (دیکھئے مبادی تدبر حدیث)

عظمت حدیث پر لاف زنی کرتے ہوئے ایک جگہ انتہائی گمراہ کن بات جو منہج سلف کے سراسر خلاف ہے لکھتے ہیں:

سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے جن میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا بلکہ امت کے عملی تواثر پر ہے۔ (۱)

جبکہ شیخ عز الدین بلیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”والحدیث أساس السنة“۔ (۲)

یعنی سنت کی بنیاد حدیث ہے۔

شیخ محمد بن صالح المنجد رقمطراز ہیں: ”ان السنة هي ما ثبت من الاحاديث“۔ (۳)

سنت وہی ہے جو احادیث سے ثابت ہو۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کبھی کبھی حدیث و سنت کو موقع و محل کے اعتبار سے الگ الگ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ بدعت کے بالمقابل سنت اور سند کی تحقیق کے معاملے میں حدیث کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلان امام فی الحدیث و فلان امام فی السنة، فلان امام فی الحدیث و السنة، تاہم اس سے دونوں کی حجیت اور یکسانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مولانا اصلاحی صاحب کی حدیثوں سے بدظنی اور بے اعتمادی کی ایک مثال دیکھئے کہ انہوں نے قرآن کی تفسیر تدبر قرآن کے نام سے لکھی ہے جو چار ہزار سے زائد صفحات پر محیط ہے مگر اس میں صرف اور صرف چالیس حدیثیں لکھیں ہیں جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”كَانَ خُلُقُهُ الْقَدْرَآنَ.....“ (مسلم: ۷۳۶) رفتہ رفتہ یہ فتنہ اس قدر عام ہوا کہ اس نے بہتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور حلقہ دیوبند کی سرکردہ شخصیات نے اسے اپنی تحریروں و تقریروں میں استعمال کرنا شروع

(۱) مبادی تدبر حدیث: ۲۹

(۲) مقدمة منهاج الصالحين: ۵۲

(۳) الاسلام سوال و جواب

کرو یا۔ طاہر حسین گیاوی ایک ویڈیو کلپ میں فرماتے ہیں ”کہ حدیث تو گڑبڑ کرتی ہے“ الیاس گھسٹن اپنی ایک ویڈیو میں حدیث و سنت کا فرق جتاتے ہیں مگر آخر میں مجبور ہو کر اعتراف کر لیتے ہیں کہ سنت کو پرکھنے کیلئے حدیث کی ضرورت ہے مگر آپ کو تعجب ہوگا کہ از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں پیر طریقت شیخ الحدیث مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب جو خدمت حدیث کے بل بوتے پر پلنے والے ہیں کس طرح حدیث کی مٹی پلید کر رہے ہیں، ان کی ایک کتاب (جو تقریروں کا مجموعہ) ہے ”دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت“۔

وجہ تقریر اس میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:..... غیر مقلدین (سلفیوں) کا فتنہ آج کل لاوے کی طرح بہہ رہا ہے انگلینڈ اور امریکہ جہاں جاتا ہوں، اس فتنہ سے سابقہ پڑتا ہے لوگ ان کی حرکتوں سے پریشان ہیں، جنوبی ہندوستان میں بھی یہ فتنہ اپنے بال و پر پھیلا رہا ہے۔ (ص: ۲۰) اسی کتاب میں چند صفحات حدیث و سنت میں فرق کرنے کے تعلق سے بھی موجود ہیں جس سے موصوف کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اہل حدیث و فہمی میں حدیث کی عظمت کو پامال کرتے ہوئے کتنی سطحیت پر اتر آئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ہم قرآن کے بعد سنت کو بھی مانتے ہیں (حدیث کو نہیں اس کی شرح ان شاء اللہ ابھی کروں گا ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں) امت کے سوا داعظم نے کہا ہم اہل سنت ہیں اہل حدیث نہیں۔ (ایضاً: ۳۴)

قادیانی کو بھی حدیث سے الرجی تھی وہ بھی سنت کو مانتا تھا مگر سوال یہ ہے کہ سنت لائیں گے کہاں سے حدیث پڑھے اور اہل حدیث بنے بغیر نہ سنت مل سکتی ہے نہ اہل السنۃ ہو سکتے ہیں!

طلب میں عمر بھی اپنی اگر گنوائیں گے

حدیث چھوڑ کے سنت کہاں سے لائیں گے

حلقہ دیوبند میں مشہور مناظر اسلام وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاوی رحمہ اللہ کی ایک کتاب ممبئی میں چھپ کر تقسیم ہوئی ہے کتاب کا نام ہے: ”حدیث و سنت میں فرق“ جو بیس

صفحات پر مشتمل ہے کتاب پر کوئی تفصیل نہیں ہے ٹائٹل پر صرف: انجمن اہل سنت والجماعت ممبئی لکھا ہوا ہے ●۔ کتاب میں حدیث و سنت میں فرق پر تھوڑی سی بحث ہے کتاب کا زیادہ حصہ وسوسوں اور مغالطوں پر مشتمل ہے اور باتیں بھی بازاری انداز میں بغیر دلیل کے لکھی گئی ہیں چونکہ شرارت اور شرانگیزی کے اعتبار سے یہ کتاب خطرناک ہے اس لئے کتاب میں اٹھائے گئے تمام مشمولات کا علمی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جو ہر متلاشی حق اور ہر انصاف پسند کے دل کو ضرور جھنجھوڑے گا اور یہ احساس دلائے گا کہ اہل حدیث دشمنی میں بہت سے علماء مقلدین اپنی تحریروں میں کذب و افتراء سے کام لیتے ہیں، بے سرو پا باتیں لکھتے ہیں اور اپنے عوام کو اندھیرے میں رکھ کر ان کی آخرت تباہ و برباد کر رہے ہیں، چونکہ سلفیت بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے اور مقلدین حصار تقلید سے نکل نکل کر شاہراہ تحقیق پر آ رہے ہیں جس سے مقلدین کافی پریشان ہیں کہ وہ اس علم و تحقیق کے زمانے میں باپ دادا کے رسم و رواج کو دین ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں اس لئے مقلدین علماء کذب و افتراء اور دجل و فریب سے کام لے رہے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ان کا دجل و فریب اور کذب و افتراء کھول کھول کر بیان کرنے والے حق پرست علماء موجود ہیں جن کی کوششوں سے عوام بھی حق و باطل میں تمیز کرنے کی کوشش کرنے لگے ہیں اب وہ آنکھیں بند کر کے ہر بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مکمل پیروی کرتے نظر آتے ہیں:

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (النور: ۵۱)

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

● ان لوگوں کا عقیدہ منہج اور مذہب میں شرک و بدعت کو فروغ دینے اور فرقہ پرستی کو ہوا دینے کے باوجود خود کو اہل سنت والجماعت کہنا برعکس تہذیب نام زدگی کا نور کے مصداق ہے اور رات کو دن ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ (فیضی)

قرآن اور حدیث کے ذریعہ ہی صحیح فیصلہ ممکن ہے مگر یہ ان کے لئے ہے جو قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی مانتے ہیں مگر جو لوگ ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں، وہ بغیر حدیث کے سنت ثابت کر کے دکھائیں تو سہی! یہ مشکل ہی نہیں غیر ممکن اور محال ہے اسی لئے اسلاف حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے تھے اور آج بھی حق پرست علماء دونوں کو مترادف مانتے ہیں مگر جو قادیانی فتنے کے شکار ہو گئے وہ راہ راست سے بھٹک گئے۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور یہ سمجھ بھی دے ”ان السنة هي ما ثبت من الأحاديث“ اسلاف کے یہاں حدیث کی بڑی اہمیت تھی، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هذا الحديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم“۔ (۱) حدیث (نبی اکرم ﷺ) کا دین ہے تو دیکھا کرو کہ تم یہ دین کس سے حاصل کرتے ہو۔

آخر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے ایک قول پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں:

قال أبو حنيفة (رحمۃ اللہ علیہ): ”لم يزل الناس في صلاح ما دام منهم من يطلب الحديث فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا“۔ (۲)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لوگ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے طلبگار ہوں گے لیکن جب حدیث چھوڑ کر علم دین حاصل کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔

اس کی روشنی میں پالینپوری صاحب اپنا محاسبہ کریں کہ ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں..... ہم اہل سنت ہیں اہل حدیث نہیں.....۔

الحمد للہ ہم اہل حدیث بھی ہیں اور اہل سنت بھی کیونکہ سنتوں کی تعیین کے لئے ہمیں حدیثوں کی ضرورت

ہے۔

(۱) شمائل ترمذی: ۶۷۸، مترجم۔ دارالعلم ممبئی

(۲) میزان للشعرانی: ۵۳/۱

بمصطفیٰ برسوں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی ست

آخر میں ہم ممنوں و مشکور ہیں فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کے جنھوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود کتاب کا مسودہ بالاستیعاب پڑھا اور اپنی گرانقدر مشوروں سے نوازا، اسی طرح فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) کا بھی ہم تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے نہایت باریک بینی سے اس کتاب کا مطالعہ کیا مفید مشورے دیئے اور حسب ضرورت وضاحتی حاشیہ لگا کر قارئین کے لئے مزید آسانیاں فراہم کیں، جسے ہم نے گول دائرہ کے تحت حاشیہ میں (فیضی) ان کے نام سے نقل کر دیا ہے۔

نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے مبلغ، متحرک و فعال نوجوان عالم دین شیخ عنایت اللہ مدنی کے لئے بھی دل سے دعائیں نکلتی ہیں میں ان کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بھی اس کتاب کا مسودہ بالغ نظری کے ساتھ پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کے مولف، ناشر، معادنین اور مصلحین کے حق میں دعائیں خیر فرمائیں اور حدیث کی عظمت و بالادستی کو دل میں مضبوطی سے بٹھالیں۔

آخر کم فی الدین

عبدالواحد انور یوسفی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ بمطابق یکم جنوری ۲۰۱۶ء

فتنہ انکارِ حدیث

ابوالبلیان حماد

برتر از وہم و گماں رفعت افکارِ حدیث
محو غفلت ہوا جب غاشیہ بردارِ حدیث
دل کی دنیا ہے کہ پُر نور ہوئی جاتی ہے
کیسے ہو جائے گی مجروح خزاں اس کی بہار
بات کس کی ہے سند حامل قرآن کے سوا
اس کے نعموں سے نہ کیوں جھوم اٹھے روحِ حیات
ہمیں اللہ کی نصرت سے توقع ہے یہی
جس کو قرآن سے بے لوث محبت ہوگی
آہ، پہنچاتا ہے وہ روحِ نبیؐ کو صدمہ
تشنہ لب کیسے رہے ذوقِ یقین و حکمت
جان دے کر جو خریدیں بھی تو ارازاں ہے یہ
ہیں احادیث کے ٹکڑے کہ جواہر پارے!
علم و حکمت کے چمکتے ہیں ستارے اُس میں
یہ روایاتِ نبیؐ اور یہ آثارِ حدیث
لے کے انگڑائی اٹھا ”فتنہ انکارِ حدیث“
کوئی دیکھے تو سہی عالمِ انورِ حدیث
جبکہ سرسبز ہے، شاداب ہے گلزارِ حدیث
جو ہے معمارِ شریعت وہی معمارِ حدیث
سازِ الہام سے وابستہ ہے ہر تارِ حدیث
کچلا جائے گا سر ”فتنہ انکارِ حدیث“
کیوں نہ بن کر وہ رہے دہر میں سرشارِ حدیث
جو بد اندیش ہوا ور بے آزارِ حدیث
جب برستا ہے سدا ابرِ گہر بارِ حدیث
کاش اس رمز سے واقف ہو خریدارِ حدیث
کتنے دلچسپ و دلآویز ہیں آثارِ حدیث
مطلع صدقِ یقین، مطلع انوارِ حدیث

یہ وہ فتنہ ہے جو سو فتنوں کا اک فتنہ ہے

جلد دنیا سے مٹے ”فتنہ انکارِ حدیث“

شریعت اسلامیہ کے دوسرے چشمے

اسلام خالص کے دو مصادر، ماخذ اساسی اور سرچشمے ہیں جو منزل من اللہ ہیں، کسی صحیح العقیدہ مسلمان نے کسی بھی دور میں ان دونوں کی اصالت اور حجیت کا انکار نہیں کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ دونوں مصادر کا ایک ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) (ال عمران: ۱۶۴)

پیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

(۲) (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ) (البقرة: ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں انہیں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے، اور انہیں پاک کرے۔

(۳) (هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) (الجمعه: ۲)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

(۴) (وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) (النساء: ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب و حکمت اتاری ہے۔

مذکورہ آیتوں میں کتاب اور حکمت کا تذکرہ ساتھ ساتھ کیا گیا اور آخری آیت میں اسے منزل من اللہ بتایا گیا ہے نیز ان آیتوں میں نبی ﷺ کی ذمہ داریوں کی پوری وضاحت ہے آپ کی بعثت کے مقاصد کا علانیہ اظہار ہے۔

(۱) کتاب اللہ کو پڑھنا پڑھ کر سنانا یعنی پڑھنے کے طریقے میں آپ کا طریقہ ہی مستند اور حجت ہے۔

(۲) کتاب اللہ کی تعلیم و تفہیم میں آپ کی بات حرف آخر ہے۔

(۳) تزکیہ یعنی عملی تربیت کا فریضہ بھی نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

(۴) حکمت کی تعلیم یعنی کتاب اللہ کی تبیین و تفسیر دینی رہنمائی، کتاب اللہ کے علاوہ ایک اضافی

چیز جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ“۔ (۱)

خبردار: مجھے کتاب (قرآن) بھی دی گئی ہے اور اسی کے ساتھ اس کے مانند اور بھی عطا کیا گیا ہے۔

اور اسی ”مثله معہ“ کا نام حکمت، سنت اور حدیث ہے جسے وحی خفی اور وحی غیر متلو سے بھی تعبیر

کیا جاتا ہے یعنی ان آیتوں میں حکمت سے مراد حدیث و سنت ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر دمشقی

رحمہ اللہ نے لکھا ہے: الْحِكْمَةُ يَعْني: السُّنَّةُ، قَالَهُ الْحَسَنُ، وَقَتَادَةُ، وَمَقَاتِلُ بْنُ

حَيَّانَ، وَأَبُو مَالِكٍ وَغَيْرُهُمْ۔ (۲)

یعنی حکمت سے مراد سنت ہے جیسا کہ حضرات مفسرین کرام امام حسن بصری رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ

اللہ، مقاتل بن حیان اور ابو مالک وغیرہم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔

(۱) ابو داؤد کتاب السنۃ ج: ۴/۲۶۰ و احمد: ۱۳۱/۴

(۲) تفسیر القرآن العظیم ج: ۱/۲۳۳

امام شافعی رحمہ اللہ نے ”الرسالہ“ میں اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ”کتاب الروح“ میں حکمت سے مراد اہل علم اور سلف کی تائید و تصدیق سے منسوب ”سنت“ ہی کو قرار دیا ہے۔ (۱)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کا لفظ بیسیوں مقامات پر ذکر کیا ہے جس کے معنی دانائی بصیرت قرآن فہمی دین کی سمجھ اور ہر عمدہ کام کے آتے ہیں اور جس حکمت کی تعلیم آپ ﷺ نے دی ہے اس کی نظیر دنیا بھر میں موجود نہیں ہے قرآن کی صراحت کے مطابق کتاب و حکمت منزل من اللہ ہیں جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت ۱۱۳ اسے بالکل واضح ہے امام دارمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

”عَنْ حَسَّانَ، قَالَ: كَانَ جَبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشَّيْءِ، كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ“۔ (۲)

امام اوزاعی رحمہ اللہ سے مروی ہے حسان نے کہا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر سنت لیکر آتے تھے جس طرح قرآن لیکر آپ پر نازل ہوتے تھے۔

(اس کی سند محمد بن کثیر کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن دوسرے صحیح طرق سے بھی مروی ہے۔ (۳))

بلکہ اس حقیقت کا اظہار خود قرآن میں موجود ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (نبی ﷺ) اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (النجم: ۳-۴)

مذکورہ بالا دلائل سے بالکل واضح ہے کہ کتاب و سنت منزل من اللہ ہیں اسلام کا مصدر اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہے اور مصدر ثانی حکمت یعنی حدیث و سنت ہے اسی کو حدیث میں ”مثلاً معہ“ بھی کہا گیا ہے اور اسی کو وحی خفی اور وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں۔

(۱) الرسالة الشافعی: ۸، کتاب الروح المسألة الثامنة ص: ۹۲

(۲) سنن الدارمی: ۱۶۴

(۳) دیکھئے الابانہ: ۲۲۰-۲۱۹، مراسیل ابی داؤد: ۵۳۶، شرح اعتقاد اہل السنة ۹۹- والسنة

للمروزی: ۱۰۲، تخریج سنن الدارمی: ۳۱۴

آئیے! اب دیکھیں کہ شریعت اسلامیہ کے دونوں مصادر یا سرچشموں سے فیضیابی اور سیرابی کے سلسلے میں امت مسلمہ کی روش کیا ہے۔

۱۔ مصدر اول یعنی کتاب اللہ کی اصالت، حجیت، قرأت، تعبیل احکام، استنباط مسائل، عظمت و صداقت پر امت مسلمہ متفق ہے ہر شخص اسے حرز جان بنائے ہوئے ہے امت میں کوئی بھی ایک فرد ایسا نہیں ہے جو اس سے اعراض کرتا ہو یا کسی طرح کی تفحیک گوارا کرتا ہو اور بالاتفاق کتاب اللہ کو قرآن مجید بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ مصدر ثانی یعنی حکمت جسے حدیث و سنت کہا جاتا ہے اس کی اصالت، حجیت، عظمت و صداقت اور قرآن کی تبيين و تفسير پر امت مسلمہ متفق ہے مگر ہر دور میں ایسے افراد امت نظر آتے ہیں جو حدیث کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں کچھ برملا احادیث کا انکار کرتے ہیں کچھ انکار حدیث کے لئے چور دروازے ڈھونڈتے رہتے ہیں کچھ لوگ احادیث کا استخفاف کرتے ہیں اور کچھ تفحیک و استہزاء پر کمر بستہ نظر آتے ہیں، حدیث رسول کی توہین کرتے ہوئے کچھ اسے بھوسہ، بے مغز کی ہڈی، فقہ کی لونڈی بھی کہتے ہیں (ایک مقلد کہتا ہے:

بو حنیفہ کی تقلید میں ہے مزا

کیوں میں پتے چھاؤں ثمر چھوڑ کر

اس بے توفیق نقیہ نے حدیث کو پتے اور مروجہ فقہ (یعنی آراء الرجال) کو ثمر (پھل) کہا ہے) یعنی شریعت اسلامیہ کے مصدر ثانی میں شکوک و شبہات پھیلانے اور اسے غیر ضروری قرار دینے میں آج بھی کچھ لوگ پیش پیش ہیں جو اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ امت میں گمراہی پھیلانے پر کمر بستہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے نام سے موسوم کیا ہے:

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ

يَصْلُونَ عَنْكَ صَلَوةً (النساء: ۶۱)

ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ، تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رہ جاتے ہیں۔

منافقین کو نبی ﷺ کی ذات اقدس سے جو بغض و عناد تھا اس کی وجہ سے وہ آپ سے اعراض کرتے تھے منہ پھیر لیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

موجودہ دور کے منافقین کا بھی یہی حال ہے جب ان کے سامنے نبی ﷺ کی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں تو وہ تھمک و استہزا کرتے ہیں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں اور استخفاف حدیث کے لئے منہ سے کفریہ جملے نکالتے ہیں اہل حدیث دشمنی میں وہ حدیث کی عظمت کو پامال کرتے ہیں، حدیث کے سرچشمہ صافی کو مکدر کرنے کی ناسعود کوشش کرتے ہیں۔

آئیے! ہم اسلام کے مصدر ربانی کی اہمیت و فضیلت کو سمجھیں تاکہ منافقین اور اعداء دین کے فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

چار بنیادی اصطلاحیں

شریعت اسلامیہ کا مصدر ربانی، اسلامی قانون کا دوسرا سرچشمہ و ماخذ حدیث نبوی ہے۔ حدیث کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد وہ امور ہیں جو نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کہے گئے لیکن آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہ کر اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ انھیں اقوال، افعال اور تقریرات کے لئے چار بنیادی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں: خبر، اثر، حدیث اور سنت۔

خبر: خبر کا لغوی مفہوم: خبر کے نقلی معنی تو عام ”خبر“ کے ہی ہیں، خبر کی جمع اخبار ہے۔

خبر کا اصطلاحی مفہوم: ڈاکٹر محمود طحان لکھتے ہیں:

اس کی اصطلاحی تعریف میں تین اقوال ہیں:

- (الف) خبر بالکل حدیث کے ہم معنی ہے یعنی خبر اور حدیث دونوں باہم مترادف ہیں۔
 (ب) خبر کا مفہوم حدیث کے بالکل برعکس ہے یعنی حدیث وہ کلام ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو (ج) اور خبر وہ کلام ہے جو رسول اللہ ﷺ یا کسی بھی شخص سے منقول ہو۔ (۱)
 صاحب امعان النظر بیان کرتے ہیں:

- حدیث اور خبر دونوں نبی ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات کا نام ہے۔ (۲)
اثر: اثر کا لغوی مفہوم: لغت میں بقیۃ الشیء کو اثر کہتے ہیں اس کے معنی نشان کے بھی ہیں۔
 اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں اثر کے مختلف مفہوم بیان کئے گئے ہیں:
 (۱) اثر کا لفظ خبر اور سنت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

- (۲) عام طور پر صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب افعال و اقوال کو اثر کہا جاتا ہے۔ (۳)
 عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الأثر هو المروي عن رسول الله ﷺ أو عن أصحابه أو عن تابعي مطلقاً وبالجملة مرفوعاً أو موقوفاً عليه جمهور المحدثين من السلف والخلف۔ (۴)
 اثر مطلق طور پر وہ روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ یا صحابی یا تابعی سے مروی ہو یعنی مرفوع ہو موقوف ہو سلف و خلف جمہور محدثین کا یہی خیال ہے۔
 جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

الأثر ما روي عن الصحابة ويجوز إطلاقه على كلام النبي أيضاً۔ (۵)

(۲) إمعان النظر: ۱۱

(۱) تيسير مصطلح الحديث: ۱۹

(۳) علوم الحديث فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ: ۳۰ (۴) ظفر الامانی: ۲۵

(۵) قواعد التحديث: ۶۱

یعنی اثر وہ ہے جو صحابہ سے مروی ہو اور اس کا اطلاق کلام رسول اللہ ﷺ پر بھی جائز ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اثر کی اصطلاح سیاق و سباق سے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو تو اثر سے مراد حدیث رسول ہے اور اگر صحابہ و تابعین کی طرف منسوب ہو تو ان کے اقوال مراد لئے جائیں گے۔

حدیث: حدیث کا لغوی مفہوم: لغت میں حدیث کا لفظ حدث سے محدث سے ماخوذ ہے محدث کے معنی ہیں بات کرنا، کلام کرنا، خبر دینا، اس لحاظ سے اس کے معنی کلام اور گفتگو کے ہیں۔ امام راغب ابوالقاسم حسین بن محمد نے المفردات فی غریب القرآن میں حدیث کی تعریف یہ لکھی ہے:

كل كلام يبلغ الإنسان من جهة السمع أو الوحي في يقظته أو منامه يقال له حديث۔ (۱)

وہ کلام جو انسان کو بذریعہ سماعت یا وحی، حالت بیداری یا نیند میں پہنچے حدیث کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر محمود طحان لکھتے ہیں: الحديث لغة الجديد ويجمع على أحاديث على خلاف قياس واصطلاحاً ما أضيف إلى النبي ﷺ من قول أو فعل أو تقرير أو صفة۔ (۲) حدیث کا لغوی معنی جدید ہے جس کی جمع خلاف قیاس احادیث ہے اور اصطلاحی معنی سے مراد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر یا آپ کی صفت و خوبی ہے۔ حدیث کی اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

۱۔ الحديث في عرف الشرع ما يضاف إلى النبي ﷺ۔ (۳)
عرف شرع میں حدیث وہ کلام ہے جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔

۲۔ شیخ کرمانی فرماتے ہیں: اعلم أن علم الحديث موضوعه ذات رسول الله ﷺ من حيث الرسول وحده وهو علم يعرف به أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله وأحواله۔ (۱)

جان لو کہ علم حدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات بحیثیت رسول کے ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کا علم ہوتا ہے۔

۳۔ علامہ شیخ زکریا بن محمد انصاری ”فتح الباقی شرح کفایہ العراقی“ میں فرماتے ہیں: الحديث يرادفه الخبر على الصحيح ما أضيف إلى النبي ﷺ قيل أو إلى الصحابي أو إلى من دونه قولاً أو فعلاً أو تقريراً أو صفة ويعبر هذا بعلم الحديث۔ (۲)

حدیث صحیح رائے کے مطابق خبر اس کے مترادف ہے، جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہو، یہ بھی کہا گیا ہے: کہ صحابی یا اس کے نیچے کسی کی طرف بھی قول، فعل، تقریر یا صفت کو منسوب کر دیا گیا ہو ان سب پر علم حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔

۴۔ صاحب المعان النظر فرماتے ہیں:

فقهاء کے نزدیک بقول علامہ سخاوی حدیث ہر اس روایت کو کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو۔ (۳)

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث اور خبر کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، لہذا ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں ہوتی۔ (۴)

۶۔ شیخ عز الدین بلیق فرماتے ہیں: وهو كل ما نقل اليينا صحيحاً من قول النبي

(۲) مقدمہ تحفة الاحوذی

(۱) تدريب الراوی: ۴۲/۱

(۳) قواعد التصحیث: ۶۱

(۴) بمعان النظر شرح نخبۃ الفکر: ۱۱

محمد ﷺ۔ (۱)

ہر وہ قول جو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے صحیح طور سے منقول ہو کر آئے (وہی حدیث ہے)۔
خلاصہ کلام یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر قول، فعل، تقریر، صفت، عادت، خصلت، الہامات اور منامات تمام پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال پر بھی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے جسے سیاق و سباق سے آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

سنت: سنت کا لغوی مفہوم: سنت کی جمع سنن ہے، سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں، خواہ محمود ہو یا مذموم۔ (۲)

سنت کا اصطلاحی مفہوم: عموماً ائمہ حدیث فقہاء اور اصولیین حدیث اور سنت کو خاص معانی میں استعمال کرتے ہیں، جہاں وہ اصول اور ادلہ کا ذکر فرماتے ہیں وہاں ان دونوں کو ہم معنی اور مترادف ہی سمجھتے ہیں، چنانچہ اصول حدیث اور اصول فقہ کی جملہ مختصرات و مطولات میں ان دونوں اصطلاحوں کا مشترکہ مفہوم بکثرت مستعمل ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

السنة هي قول الرسول ﷺ أو فعله۔ (۳) رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو سنت کہتے ہیں۔

۲۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

السنن تنقسم ثلاثة أقسام: قول من النبي ﷺ وفعل منه عليه السلام أو شيء راه فعله فأقر عليه۔ (۴) سنت کی تین قسمیں ہیں نبی ﷺ کا قول اور فعل اور تقریر۔ یعنی آپ نے کسی کو کوئی کام کرتے دیکھا تو اس پر تکبیر نہیں فرمائی اسے باقی رکھا۔

۳۔ علامہ صفی الرحمن جنبلی (۶۸۴) بیان کرتے ہیں:

(۲) ابن ماجہ اور علم حدیث: ۱۲۹

(۱) مقدمہ منهاج الصالحین: ۵۲

(۴) الاحکام فی اصول الاحکام لابن مزوم: ۶/۲

(۳) منهاج للبيضاوي: ۶۱

والسنة ما ورد عن النبي ﷺ غير القرآن أو فعل أو تقرير۔ (۱) جو نبی ﷺ سے قرآن کے علاوہ وارد ہو وہ آپ کا فعل ہو یا تقریر ہو اسے سنت کہا جائے گا۔

۴۔ صاحب القول المامول فی فن الاصول میں فرماتے ہیں:

السنة ما هنا ما صدر عن النبي ﷺ غير القرآن من قول ويسمى الحديث أو فعل أو تقرير۔ (۲) قرآن کے علاوہ جس کا صدور نبی ﷺ سے قولاً ہوا ہو وہ سنت ہے اور آپ کے فعل اور تقریر کو حدیث سے موسوم کیا جائے گا۔

۵۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

السنة وهي تطلق على قول الرسول عليه السلام وعلى فعله والحديث مختص بقوله۔ (۳) سنت کا اطلاق نبی ﷺ کے قول و فعل پر کیا جاتا ہے اور حدیث کا استعمال نبی ﷺ کے قول کے لئے خاص ہے۔

۶۔ عدوی کا قول ہے: أما السنة فهي لغة الطريقة واصطلاحاً مرادفة الحديث بالمعنى المتقدم الذي هو كل ما أضيف إلى النبي ﷺ۔ (۴) لغوی اعتبار سے سنت ”راستہ“ کو کہتے ہیں اصطلاحی اعتبار سے سنت حدیث کے مترادف ہے باعتبار معنی متقدم ہر وہ شئی جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہو وہ سنت ہے۔

۷۔ شیخ طاہر الجزائری کا قول ہے: أما السنة فتطلق في الأكثر على ما أضيف إلى النبي ﷺ من قول أو فعل أو تقرير. فهي مرادفة الحديث عند علماء الأصول۔ (۵) سنت کا اکثر اطلاق نبی ﷺ کی طرف منسوب قول و فعل اور تقریر پر کیا جاتا ہے

(۲) القول المامول: ۷۸

(۱) قواعد الاصول لصفی الدین: ۹۱

(۳) لفظ الدور شرح تحفة الفكر للعدوی: ۳

(۴) التاريخ على التوضيح: ۳۰

(۵) توجيه النظر الى اصول الآثار: ۳

علماء اصول کے نزدیک، سنت حدیث کی مترادف ہے۔

۸۔ حسن احمد خطیب بیان کرتے ہیں: السنة في عرف المحدثين وجمهور اهل الشرع كل ما صدر عن رسول الله ﷺ من قول أو فعل أو تقرير سواء صدر عنه باعتباره رسولا أو باعتباره إنساناً من البشر۔ (۱) محدثین کی اصطلاح اور جمہور اہل شرع کے نزدیک ہر وہ شئی سنت میں شامل ہے جس کا صدور آپ ﷺ کی ذات سے قولاً، فعلاً یا تقریراً ہوا ہو بحیثیت رسول یا بحیثیت بشر کے۔

۹۔ شیخ عزالدین بلین فرماتے ہیں: هي أقوال النبي ﷺ وأفعاله وموافقته أو رفضه لعمل ما وهي المنهاج الذي لا غنى عنه لأي مسلم في فهم أحكام الإسلام والحديث أساس السنة۔ (۲) آپ کے اقوال، افعال اور کسی بھی امر میں آپ کی موافقت یا ممانعت کا نام سنت ہے اور یہ ایسا راستہ ہے کہ احکام اسلام کو سمجھنے کے لئے کوئی بھی مسلمان اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث سنت کی اساس ہے۔

۱۰۔ علامہ زین الدین حلبی بیان کرتے ہیں:

والسنة هي المروية عن رسول الله قولاً وفعلًا۔ (۳) سنت وہ ہے جو نبی ﷺ سے قولاً وفعلاً مروی ہو۔

مشہور اسلامی اسکالر غازی عزیز صاحب نے اپنی کتاب میں سنت کی اصطلاحی تعریف میں صحیح (۲۳) اقوال نقل کئے ہیں میں نے اسی کتاب سے اس اقوال نقل کئے ہیں جو سنت کے اصطلاحی مفہوم کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں مزید جانکاری کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (۴)

مذکورہ چار بنیادی اصطلاحوں کا استعمال علوم نبوت کے لئے ہوتا ہے مگر ”خبر اور اثر“ کے مقابلے

(۲) مقدمہ منهاج الصالحين: ۵۲

(۱) فقہ الاسلام: ۶۹

(۳) فتنۃ الککار حدیث کا ایک لیاو پ: ۱۳۶

(۴) رسالہ اصول عزین الدین الحلبي: ۱۶

میں حدیث اور سنت کا استعمال عام ہے اگرچہ دونوں کی تعریف میں معمولی سا لفظی تغایر پایا جاتا ہے، تاہم محدثین اور علمائے اصول نے حدیث اور سنت کو مترادف قرار دیا ہے (کما مر) اور اس میں اتنا خصوص پیدا ہو گیا ہے کہ جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریرات ہی مراد ہوتے ہیں اور ذہن کسی اور طرف منتقل ہوتا ہی نہیں، گو یا سنت اور حدیث کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں مترادف اور ہم معنی ہیں۔ اور ان دونوں میں فرق کرنے والے شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی اسلام دشمن تحریک سے جڑے ہوئے ہیں جو سنت کو تو قابل عمل بتاتے ہیں مگر حدیث میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں بانداز دیگر مفسرین حدیث کی ہنوائی اور وکالت پر کمر بستہ نظر آتے ہیں، سنت کو اعمال مستمرہ ● کہہ کر قابل عمل گردانتے ہیں لیکن احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے کا انکار کرتے ہیں، جبکہ علمائے امت خصوصاً امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مشہور قول ہے: ”إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي“۔

یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے اس اصول سے ذخیرہ حدیث میں جتنا اور جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اگر وہ صحت کے درجے پر پہنچے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کہا جائے گا اسی طرح سنت اور حدیث دونوں ایک ہیں جو صحیح حدیث میں ہے وہ سنت ہے اور جو سنت ہے وہ صحیح حدیث میں موجود ہے گو یا سنت اور حدیث دونوں ایک ہیں اصطلاحی مفہوم اور حجیت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں اور جو لوگ فرق کرنے پر ہی بضد ہیں ان سے عرض ہے:

قائم نہ رہ سکے گا تو اپنے اصول پر

سنت کی ہے اساس حدیث رسول پر

● یہ بھی بڑا غلامانہ نظریہ ہے کہ کسی حدیث کے قابل عمل ہونے کے لئے ایک گروہ کے اس پر عامل ہونے کی شرط لگائی جائے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اگر کوئی ایک شخص بھی صحیح حدیث سے ثابت کسی حکم پر عامل نہ ملے تب بھی اس پر عمل واجب ہے (فیضی)

حدیث اور سنت کا لفظ زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث اور سنت کا لفظ استعمال فرمایا اور دونوں کو مترادف اور تساوی قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَسْكُنُكُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ - (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے پاس دو ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنت۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماع عظیم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ - (۲)

یعنی اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ملاحظہ فرمائیں: عَلَيْنَا بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْعَهْدِيِّينَ - (۳)

میری اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: فَكُنْ رَءِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي - (۴)

(۱) موطا امام مالک باب النهی عن القول فی القدر: ح: ۱۶۰۱

(۲) مستدرک حاکم ج: ۹۳/۱، سنن کبری للبیہقی ج: ۱۱۳/۱

(۳) بخاری: ۵۰۶۳

(۴) ابن ماجہ: ۴۲

جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

مذکورہ بالا چار حدیثوں میں لفظ سنت موجود ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ نے اپنا طور طریقہ مراد لیا ہے جس میں قول و فعل و تقریر سب داخل ہیں جو سنت کی تعریف میں گزر چکی ہے اب آئیے آپ کی زبان سے اپنے طور طریقے کو حدیث سے معنون کرنے کی روایتیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً أَسْمَعَ مَنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَتْهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ عَيْنُوهُ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد رکھا تا آنکہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

دوسری حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً أَسْمَعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا۔ (۲)

اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوش و خرم اور شاداب رکھے جس نے میری بات سنی۔ پھر اسے اچھی طرح محفوظ کیا اور دوسروں تک پہنچایا۔

ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے وہ کہتے ہیں سوال ہوا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے کون سے نیک بخت ہیں جنہیں قیامت کے دن آپ کی شفاعت نصیب ہوگی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّ لَا يُسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِقَارِئْتُ مِنْ جِزْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ۔ الحدیث (۳)

اے ابو ہریرہ حدیثوں کے بارے میں تمہارے حرص کو دیکھتے ہوئے مجھے پوری امید تھی کہ اس حدیث کے بارے میں تم سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی کریم ﷺ سے یوں آتی ہے کہ رسول اللہ

(۳) ترمذی کتاب العلم ج: ۲۶۵۶

(۲) بخاری: ۹۹

(۱) ترمذی کتاب العلم ج: ۲۶۵۸

ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَكْذَابُ بَيْنٍ۔ (۱)
جو کوئی میرے نام سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے پس وہ دو جھوٹوں
میں سے ایک جھوٹا شخص ہے۔

حضرت مقدم بن معديكر بن رضى الله عنه سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَلَا
هَلْ عَسَىٰ رَجُلٌ يَنْتَلِعُ الْحَدِيثَ عَنِّي وَهُوَ مُتَكَيِّ عَلَىٰ أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا لَا اسْتَحْلَنَاهُ (۲)

خبردار: قریب ہے کہ ایک آدمی کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا
ہوگا اور کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے ہم اس میں جسے حلال پائیں گے اس
کو حلال کہیں گے۔ الخ۔ یعنی وہ شخص تاویلات و دلائل سے حدیث کو رد کر دے گا۔

مندرجہ بالا پانچ حدیثوں میں نبی ﷺ نے اپنے طور و طریق کو حدیث کہا ہے یعنی سنت اور
حدیث دونوں مترادف الفاظ ہیں آپ ﷺ نے کبھی سنت اور کبھی حدیث کا لفظ استعمال کیا پھر
دونوں کا استعمال اتنی کثرت سے ہونے لگا کہ لغوی مفہوم میں مغایرت کے باوجود اصطلاحی اور
شرعی مفہوم میں دونوں دوروح ایک قالب ہو گئے اس لئے ان دونوں میں فرق ڈال کر انکار حدیث
کی راہ نہ ہموار کی جائے۔

حدیث و سنت صحابہ کرام کی نظر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تعلیمات نبوی کے لئے سنت اور حدیث کا لفظ بکثرت استعمال کرتے
تھے ان کے یہاں بھی دونوں مترادف اور مساوی نظر آتے ہیں چند شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں

(یعنی خواتین) کو مسجد میں نماز کے لئے آنے سے مت روکو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما غضبناک ہوئے اور فرمایا:

أَحَدُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ: إِنَّا لَنَنْفَعُكَ؟ (۱)

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو ہم انہیں روکیں گے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَهَبَ الرَّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا بِمَا عَلَّمَكَ اللَّهُ، فَقَالَ: «اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمٍ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانٍ كَذَا وَكَذَا»۔ (۲)

یا رسول اللہ ﷺ: مرد تو آپ سے احادیث حاصل کرتے رہتے ہیں ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر فرما دیجئے تاکہ ہم آپ کے پاس حاضر ہو جایا کریں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں آپ ہمیں بھی بتایا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ حاضر ہو جایا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور صحابیات سب مل کر احادیث یاد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ دونوں کو تعلیم دیا کرتے تھے، آپ سے حاصل شدہ تعلیم کو صحابہ نے حدیث کا نام دیا ہے اور جس طرح صحابہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ تعلیم کو حدیث کا نام دیتے تھے اسی طرح اسے سنت کے نام سے بھی موسوم کرتے تھے۔

مذکورہ بالا دونوں حوالہ جات میں أَحَدُكَ، بِحَدِيثِكَ، یعنی لفظ حدیث موجود ہے اب آئیے صحابہ سے لفظ سنت دریافت کریں صرف دو حوالے کافی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے دور میں ایک شخص گھر میں ہی نماز پڑھ لیتا تھا اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتا تھا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سخت غضبناک ہوئے اور لوگوں سے

خطاب فرمایا: جو چاہتا ہے کہ کل مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو وہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے وہاں جائے جہاں سے ان کے لئے اذان دی جاتی ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے راستوں کو دین بنایا ہے اور یہ بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک ہے۔ (فرمایا): **وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْفَخْرَفُ فِي بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَأَخَذْتُكُمْ**۔ (۱)

اور اگر اس کی طرح تم نے بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو گویا یقیناً تم نے بھی اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔ حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازے کی نماز پڑھی۔

فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: لِنَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ۔ (۲)

تو انہوں نے سورہ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی اور فرمایا (میں نے سورۃ الفاتحہ جبراً اس لئے پڑھی ہے) تاکہ تم جان سکو کہ یہ سنت ہے۔

نفس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے دو دوسمونی کافی ہیں کہ علم نبوت اور تعلیمات نبوی کے لئے صحابہ کرام حدیث اور سنت کا لفظ بکثرت استعمال کرتے تھے اس سلسلے میں ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور ان کے یہاں بھی حدیث اور سنت مترادف اور قسادی تھے۔

ایک چشم کشا واقعہ

مشہور امام یعنی امام دارالبحر حضرت مالک رحمہ اللہ کی محفل درس میں وضو میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ضروری نہیں ہے، مشہور ثقہ امام عبد اللہ بن

وہب بن مسلم الحمصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو اس مسئلے میں یہ فرماتے ہوئے سنا: لَيْسَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ۔ یعنی لوگوں پر یہ (ضروری یا سنت) نہیں ہے۔ پھر میں نے قدرے توقف کیا امام مالک رحمہ اللہ سے دور رہا یہاں تک کہ جب لوگ کم ہو گئے، تو میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہا: عِنْدَنَا فِي ذَلِكَ سُنَّةٌ۔ ہمارے پاس اس کے بارے میں ایک سنت ہے انہوں نے فرمایا: وَمَا هِيَ؟ وہ سنت کیا ہے؟ میں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد، ابن لہیعہ اور عمرو بن الحارث (تینوں) نے یزید بن عمرو المعافری سے حدیث بیان کی انہوں نے عبد الرحمن الجلی سے انہوں نے مستور بن شداد القرشی (رضی اللہ عنہ) سے انہوں نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُ بِخُصْرِهِ مَا يَمِينُ أَصَابِعِ رَجُلَيْهِ مِثْلَ رَأْسِ رَجُلٍ مِمَّنْ يَمُوتُ فِي الْحَرْبِ۔ (یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اپنی چھوٹی انگلی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان رگڑ (یعنی

خلا کر رہے تھے۔

یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: إِنَّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَمَا سَمِعْتُ بِهِ قَطُّ إِلَّا الشَّاعَةَ۔ بیشک یہ حدیث حسن ہے اور میں نے اسے اس وقت سے پہلے کبھی نہیں سنا۔

پھر اس کے بعد آپ سے اس (مسئلے) کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ انگلیوں کے خلال کا حکم دیتے تھے۔ (۱)

اس واقعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہ کرام کے بعد ائمہ دین سنت اور حدیث میں کسی طرح کا کوئی فرق محسوس نہیں کرتے تھے ان کے یہاں حدیث و سنت کی حجیت مسلم تھی دیکھئے مشہور ثقہ امام عبد اللہ بن وہب رحمہ اللہ نے جب امام مالک رحمہ اللہ سے کہا کہ: **عَفَا ذَاكَ سُنَّةٌ**۔ اور پھر پوری حدیث سنادی جس سے سنت کا اظہار ہوتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ نے سر تسلیم

(١) توضيح الكلام ج: ٩/٢، بحواله كتاب الحرح والتعديل لابن أبي حاتم ج: ١/ص: ٣١-٣٢، السنن

ختم کرتے ہوئے مسئلے کو تسلیم بھی کیا اور برجستہ کہا کہ: **إِنَّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَمَا سَمِعْتُ بِهِ قَطُّ إِلَّا السَّاعَةَ**۔ مسئلہ ایک ہی ہے ایک اسے سنت کہتا ہے دوسرا اسے حدیث گردانتا ہے اور کسی کو کسی پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ دونوں مترادف اور متساوی ہیں مگر آج کے دور میں کچھ شر پسند دونوں میں فرق ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں انہیں ایک شاعر نصیحت کرتا ہے کہ

ناحق الجھ رہے ہیں وہ کار فضول میں
ہے سنت رسول حدیث رسول میں

حدیث و سنت محدثین کی نظر میں

حدیث کا علم مستقل ایک علم ہے اسے بھی حدیث کہتے ہیں ایک ایک روایت کو بھی حدیث کہتے ہیں احادیث کے مجموعے کو بھی حدیث کہتے ہیں اسی طرح احادیث کو سنن اور حدیث کے مجموعے کو بھی سنت کہتے ہیں جیسا کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے محدثین کی ایک بڑی جماعت بھی احادیث کو سنت سے معنون کرتی ہے کتابوں کا نام ”السنة“ رکھتی ہے اور اندر حدثا حدثا سے سنت اور حدیث بیان کرتی ہے دونوں کو مترادف اور متساوی سمجھنے کی یہ بڑی دلیل ہے۔ آئیے چند کتابوں کے نام پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ محدثین کی نظر میں حدیث اور سنت میں فرق ہے یا دونوں لازم و ملزوم ہیں اور کسی کو بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا:

۱- کتاب السنة لابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ

۲- کتاب السنة لامام احمد ۲۴۱ھ

۳- کتاب السنة لامام ابن ہانی ۲۷۳ھ

۴- کتاب السنة لابی علی حنبل بن اسحاق ۲۷۳ھ

۵- السنن لابی داؤد السجستانی ۲۷۵ھ

- ۶- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم ۲۸ھ
- ۷- کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل ۲۹۰ھ
- ۸- کتاب السنۃ للمروزی ۲۹۲ھ
- ۹- کتاب السنۃ لابی بکر الخلال ۳۱۱ھ
- ۱۰- السنۃ للطحاوی ۳۲۱ھ
- ۱۱- کتاب السنۃ للعسالی ۳۲۹ھ
- ۱۲- کتاب السنۃ للطبرانی ۳۶۰ھ
- ۱۳- کتاب السنۃ لابی الشیخ الاصفہانی ۳۶۹ھ
- ۱۴- کتاب السنۃ لابن شاہین ۳۸۵ھ
- ۱۵- کتاب السنۃ لابن نصر المروزی ۳۹۴ھ
- ۱۶- کتاب السنۃ لابن اسحاق بن منده ۳۹۶ھ
- ۱۷- کتاب السنۃ لالکائی ۴۱۸ھ

مندرجہ بالا کتابیں سنت کے نام سے لکھی گئی ہیں آپ انہیں اٹھا کر دیکھئے آپ کو جا بجا رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات، عادات و شمائل کے علاوہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال وغیرہ بھی ملیں گے جس سے بخوبی انداز ہوتا ہے کہ ان تمام حضرات کے نزدیک سنت و حدیث میں کوئی مغایرت نہ تھی۔

اس کے علاوہ آپ حدیث کی مشہور کتابوں کو دیکھئے تو سنت یا سنن ان کے ناموں کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے گویا محدثین حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے تھے ملاحظہ فرمائیں:

۱- الامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ البخاری رحمہ اللہ

۲۵۶ھ نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے:

”الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وأيامه“

۲۔ الامام الحافظ ابی احسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری رحمہ اللہ ۳۶۱ھ نے اپنی کتاب کا نام رکھا:

”المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله

ﷺ

۳۔ الامام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ابن مویٰ الترمذی رحمہ اللہ ۳۷۹ھ نے اپنی کتاب کا نام رکھا:

”الجامع المختصر من السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل“

۴۔ الامام الحافظ ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی ابن سنان النسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ نے اپنی کتاب کا نام رکھا:

”المجتبی من السنن“

۵۔ الامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ ۳۷۳ھ نے اپنی کتاب کا نام رکھا:

”السنن“

دیکھئے ان تمام حدیث کی کتابوں کا نام السنن سے معنون ہے بلکہ بخاری و مسلم یعنی صحیحین کے علاوہ کتب ستہ میں جو چار کتابیں شامل ہیں انہیں عرف عام میں سنن اربعہ ہی کہا جاتا ہے ان حوالجات سے پتہ چلتا ہے کہ محدثین کی نظر میں سنت اور حدیث مترادف ہیں اس لئے وہ حدیث بیان کرتے ہیں اور اسے سنت سے موسوم کرتے ہیں۔

حدیث و سنت کا منکر مسلمان نہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ) (النساء: ۶۴)

ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے:

(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (الحشر: ۷)

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا:

(فَلْيَخْذِرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ) (النور: ۶۳)

سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی
زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی حیثیت اور ان کے منصب کو واضح کیا
ہے ان نصوص کی روشنی میں حتمی طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعلیمات رسول یعنی حدیث و سنت سے
اعراض اور انکار اہل ایمان کا شیوہ نہیں بلکہ ایسے شخص کا ایمان غیر معتبر قرار پاتا ہے جو حکم رسول
ﷺ کی بجا آوری کو غیر ضروری سمجھتا ہے کیونکہ رسول ﷺ کی ”سنن“ کی اتباع تمام
مسلمانوں پر فرض ہے۔ حدیث اور سنت کی عظمت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے رسول گرامی
ﷺ نے فرمایا: عن جابر قال قال رسول الله ﷺ: مَنْ بَلَغَهُ عَنِّي حَدِيثٌ فَنَكَذَبَ بِهِ،

فَقَدْ كَذَبَ ثَلَاثَةً: اللَّهَ، وَرَسُولَهُ، وَالَّذِي حَدَّثَ بِهِ۔ (۱)

جس شخص کے پاس میری کوئی حدیث پہنچی اور اس نے اس کو جھٹلایا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور اس حدیث کے راوی تینوں کی تکذیب کی۔

اس کی سند میں راوی محفوظ بن میسر ہے جس کا تذکرہ امام ابن ابی حاتم نے کیا ہے لیکن اس کے متعلق نہ کوئی جرح نقل کی ہے اور نہ ہی تعدیل۔ (۲)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: مَنْ رَوَى حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَا لَكَ۔ (۳)

جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کرتا ہے وہ ہلاکت کے دہانے پر جا پہنچا۔

امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور جس شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی خبر آئے اور وہ اقرار کرے کہ وہ خبر صحیح ہے یا اس کے مثل حجت قائم ہے یا اسی جیسی خبر کسی دوسرے مقام پر ثابت ہے پھر اس مقام پر اس کے مثل سے جھٹ پکڑنے کو قیاس یا فلاں اور فلاں کے قول کی بنا پر ترک کر دے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف کام کیا پس مصیبت میں جا گرنے اور عذاب کا مستحق ہے۔ (۴)

ہر مومن کے لئے حدیث اور سنت کی پیروی ضروری ہے اور کسی کی رائے کو حدیث کے ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا نہ کسی کے طور طریقے کو سنت کے مساوی سمجھا جاسکتا ہے۔

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ:

اس لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مکمل طور پر تسلیم کیا جائے آپ کے حکم کی پیروی کی جائے آپ کی حدیث کی تصدیق کی جائے، کسی باطل خیال کو معقول سمجھ کر حدیث کے مقابلہ میں نہ

(۱) (رواہ الطبرانی الاوسط برقم: ۷۵۹۶) (۲) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج: ۱۹۹

(۳) کتاب المناقب لابن الجوزی: ۲۱۶ (۴) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ج: ۱۰۰

پیش کیا جائے اسے شک و شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ لوگوں کی رائے کو اس پر مقدم نہ کیا جائے
 تمہارا رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا جائے اور آپ کے احکام کی پیروی کی جائے جس طرح عبادت،
 انابت اور خضوع و توکل کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا جاتا ہے۔ (۱)

چونکہ حدیث اور سنت کا انتساب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور آپ کا ہر قول
 و عمل بجائے خود سند اور حجت ہے اور جو شخص اسلام کے مصدر ثانی یعنی حدیث اور سنت کے تشریحی
 مقام یا قانونی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا یا تسلیم کر لینے کے باوجود حدیث و سنت میں شک و شبہات کو
 جنم دیتا ہے یا تشکیک و اشکال اور انکار حدیث کی راہ ہموار کرتا ہے اسے اپنے ایمان کا جائزہ لینا
 چاہئے۔ ارشاد ربانی ہے:

(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
 أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) (النساء: ۶۵)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف
 میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی
 اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

اس آیت کی شان نزول بیان کرنے کے بعد مزید تشریح کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین
 یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی کسی بات یا فیصلے سے اختلاف
 تو کجا، دل میں انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے، یہ آیت منکرین حدیث کے لئے تو ہے
 ہی دیگر افراد کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے جو قول امام کے مقابلے میں صحیح حدیث سے انقباض ہی نہیں
 محسوس کرتے بلکہ یا تو کھلے لفظوں میں اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کی دوراز کار تاویل
 کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کر کے مسترد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ (۲)

کس قدر واضح تعلیم ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات سے دل میں انقباض محسوس کرنا جب منافی ایمان ہے تو وہ لوگ کہاں سے مسلمان کہلانے کے مستحق اور دعویٰ دار ہو سکتے ہیں جو کھلم کھلا حدیث کا انکار کرتے ہیں یا انکار حدیث کے لئے شکوک و شبہات ڈال کر راستہ ہموار کرتے ہیں جبکہ حدیث کا تشریحی مقام اور قانونی حیثیت دور صحابہ سے ہی مسلم ہے آپ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ قرآن ہی کی طرح دجی الہی کا درجہ رکھتا ہے:

كُفَّةٌ اَوْ كُفَّتَهُ اللّٰهُ
بُودُ اَوْ حُلُقُومُ عَبْدِ اللّٰهِ

شواہد اور شہادتیں

پچھلے صفحات کا مطالعہ اگر آپ نے گہرائی اور گیرائی سے کیا ہے تو یہ حقیقت آپ پر کھل چکی ہوگی کہ حدیث اور سنت لفظی اور لغوی تغایر و تفریق کے باوجود اصالت و وجیت اور روزمرہ کے استعمال نیز اصطلاحی معنی و مفہوم میں یکساں ہیں نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر وغیرہ کو حدیث اور سنت کہتے ہیں، محدثین اور علماء و فقہاء کبھی حدیث اور کبھی سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم ایک ہے دونوں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں جیسا کہ آپ نے حدیث اور سنت کے اصطلاحی مفہوم میں اس کا مشاہدہ کیا ہے اب ہم ذیل میں ہندو پاک کے چند علماء کرام کی شہادتیں ”اردو کتابوں“ سے پیش کرتے ہیں جو ہمارے ارد گرد دستیاب ہیں اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ تمام لوگ بلا اختلاف سنت کا ترجمہ حدیث، اور حدیث کا ترجمہ سنت سے کرتے ہیں:

۱۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی شہادت:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے حلقہ دیوبند میں انہیں جو مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہے وہ جگہ ظاہر ہے موصوف مختلف کتابوں کے مصنف ہیں

عوام و خواص میں ان کی ایک کتاب بہت ہی مقبول ہے گھر گھر میں نظر آتی ہے خاص کر لڑکیوں اور عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے اسی لئے اس میں مستورات کے لئے عقائد، طہارت و نماز مسائل اخلاق و ادب، معاشرت، تربیت اولاد سبق آموز قصہ وغیرہ بہت کچھ ہے۔

میرے پاس مکتبہ جسیم بک ڈپو دہلی سے مطبوع نسخہ موجود ہے جو گیارہ حصوں پر مشتمل ہے موصوف نے اسی میں ایک باب باندھا ہے:

باب: ۵۰ ”قرآن وحدیث کے حکموں پر چلنا“

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو تھامے رہو گے تو کبھی بھی نہ بھکو گے، ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن دوسرے نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث۔ (۱)

دوبارہ نظر ڈالنے عنوان میں قرآن وحدیث کا لفظ موجود ہے اور آخر میں سنت یعنی حدیث کہہ کر موصوف نے واضح کر دیا ہے کہ سنت اور حدیث مترادف ہے جیسے کتاب اللہ سے صرف اور صرف قرآن مراد ہے ایسے ہی سنت رسول سے صرف اور صرف حدیث رسول مراد ہے۔

۲۔ سید العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی شہادت:

سید العلماء مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ مشہور اسلامی اسکالر گزرے ہیں جن کے تعارف کے لئے یہی بات کافی ہے کہ شبلی نعمانی نے ”سیرۃ النبی“ کی جو دو جلدیں لکھی تھیں اس کی باقی پانچ جلدوں کی تصنیف کا سہرا سید سلیمان ندوی کے سر جاتا ہے، انہوں نے حدیث وسنت کے مترادف ہونے کا تذکرہ ”تدوین حدیث“ نامی کتاب کے تعارف کے ذیل میں کیا ہے ملاحظہ فرمائیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے ہر حرف کو دوام بخشا اور علم حدیث کے اوراق میں حضور انور ﷺ اب بھی اہل بصر کو چلتے پھرتے اور بولتے چالتے دکھائی دیتے ہیں اس لئے بزرگوں کا مقولہ ہے،

جس گھر میں حدیث کا مجموعہ ہے ”فکانما فیہ نبی یتکلم“ اس گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی تکلم فرما رہے ہیں اس بات کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسی قول مبارک میں ظاہر فرمایا ہے:

إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ أُمَرَاءَ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ - (۱)
میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ان دو کو جب تک مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔
اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت۔ (۲)

۳۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی شہادت:

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ اپنی ایک تصنیف ”تدوین حدیث“ میں رقمطراز ہیں:
ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ”عکرمہ“ جن کی تعلیم پر ابن عباس نے خاص توجہ کی تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ تابعین کے عہد میں چند ممتاز ائمہ میں سے ایک بڑے امام کی حیثیت عکرمہ کی ہو گئی تھی اپنی تعلیمی سرگزشت بیان کرتے ہوئے عکرمہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ: کان ابن عباس یضع الکبل فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنة۔ (۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لئے بیڑی ڈال دیا کرتے تھے۔ (۳)

غور فرمائیے ”سنن“ سنت کی جمع ہے جس کا ترجمہ موصوف ”حدیثوں“ سے کر رہے ہیں یعنی حدیث اور سنت دونوں مترادف ہیں یعنی علم نبوت کو آپ سنت کہیں یا حدیث کہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۴۔ غلام رسول سعیدی کی شہادت:

صحیح مسلم میں ایک حدیث میں مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں: ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ، فَعَلِمُوا مِنْ

(۱) موطا امام مالک ج: ۱۶۰۱ (۲) تدوین حدیث اردو عکس مکتبہ تھانوی دیوبند

(۳) تدوین حدیث: ۸۰

(۳) تذکرہ: ۹۰

الْقُرْآنَ، وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ۔

غلام رسول سعیدی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ (۱)

ورج شدہ حدیث میں لفظ ”السنة“ آیا ہے جس کا ترجمہ سعیدی صاحب نے ”حدیث“ سے کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کے نزدیک حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی دونوں مترادف اور مساوی ہیں۔

۵۔ مولوی حکیم انیس احمد خفی صدیقی کی شہادت:

مولوی حکیم انیس احمد خفی صدیقی صاحب ”اہل حدیث حضرات“ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:

ائمہ حدیث کے طریقے پر چلنے والے حضرات اہل حدیث کہلاتے ہیں یہ لوگ بھی اصل میں اہل السنۃ ہیں چونکہ حدیث اور سنت مترادف الفاظ ہیں، حدیث کے معنی ہیں سنت یا طریقہ نبوی ﷺ۔ (۲)

موصوف کی نگاہ میں مسلمانوں کو اہل الحدیث کہا جائے یا اہل السنۃ دونوں برابر ہیں کیونکہ حدیث اور سنت مترادف ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ کی شہادت:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ معروف و مشہور اسلامی اسکالر ہیں انہوں نے پیرس میں رہ کر جو اسلامی خدمات انجام دی ہیں خصوصاً فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور ”صحیفہ ہمام بن منبہ“ کی اشاعت وغیرہ وہ قابل قدر ہیں سیرت طیبہ، حدیث شریف اور تاریخ اسلام پر ان کی شاندار خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، بھاو پور (پاکستان) میں آپ نے جو خطبات دیئے تھے اس کا ایک تراشا ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شرح صحیح مسلم ج: ۱/۶۱۱ (۲) مسلک اعتدال تیسرا ایڈیشن ص: ۵۴ بحوالہ اہل سنت: ۷۷

حدیث کے سلسلے میں اولاً چند اصطلاحوں کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ایک لفظ حدیث ہے اور ایک لفظ سنت، اب یہ دونوں تقریباً مترادف الفاظ سمجھے جاتے ہیں حدیث سے مراد وہی ہے جو سنت کا مفہوم ہے یعنی رسول اکرم ﷺ کی بیان کردہ چیزیں۔ رسول اللہ ﷺ کے عمل کردہ امور جن کا تذکرہ کسی مشاہدہ کرنے والے کی طرف سے ہو کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا، یا یوں کہا اور تیسرے وہ امور جنہیں ہمارے مولفین ”تقریر“ کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ امور جن کو رسول اکرم ﷺ نے برقرار رکھا اور اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی صحابی کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا اور اسے اس سے منع نہ کیا یا خاموش رہے تو گویا اپنی خاموشی سے آپ نے اس عمل کو برقرار رکھا یعنی آپ کے سکوت سے بھی اسلامی قانون بن جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ کسی برائی کو دیکھیں تو نبی عن المسکر کریں یعنی اپنے صحابی کے کسی ایسے فعل کو جو اسلام کے مطابق نہیں ہے آپ ﷺ معاف تو کر دیں گے کہ اس صحابی نے غفلت سے یا نادانیت سے کیا ہے، لیکن اسے روکیں گے ضرور، کہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ مختصر یہ کہ حدیث سے متعلق تین چیزیں پائی جاتی ہیں: ایک رسول اللہ ﷺ کا قول، دوسرا رسول اللہ ﷺ کا فعل، تیسرا رسول اللہ ﷺ کا کسی دوسرے کے قول و فعل کو برقرار رکھنا۔ یعنی حدیث اور سنت میں اب تو کوئی فرق نہیں لیکن ابتدا میں فرق تھا حدیث کے معنی ”بولنا“ یعنی قول اور سنت کے معنی میں طرز عمل، اب گویا قول و فعل دونوں ایک ہی طرح کی چیزیں ہو گئی ہیں کیونکہ بارہا صحابہ کی نقل کردہ روایت میں رسول اللہ ﷺ کا قول بھی ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی۔ مگر اس کے لئے حدیث کو حدیث اور سنت میں تقسیم کر کے ان کو الگ الگ کر کے جمع کرنا ناممکن بات تھی۔ اس لئے کثرت استعمال سے حدیث سے مراد قول بھی ہے اور عمل بھی۔ اسی طرح سنت سے مراد قول بھی ہے اور عمل بھی۔ اب عملاً ان میں کوئی فرق باقی نہیں ہے جہاں تک میرے علم میں ہے۔ (۱)

۷۔ محمد شریف قاضی کی شہادت:

محمد شریف قاضی کی ایک کتاب ”اسوۂ حسنہ قرآن کی نظر میں“ ہمارے سامنے ہے جس میں موصوف نے ایک ذیلی عنوان ”سنت“ کے تحت لکھا ہے۔

یہ پیغام سیرت کا وہ حصہ ہے جسے وحی خفی اور وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے اور اسے ”حدیث“ بھی کہتے ہیں۔ (۱)

آگے چل کر دوسرے صفحہ پر کتاب و سنت کے عنوان سے رقمطراز ہیں۔

ایک تو اللہ تعالیٰ کا کلام جو قرآن کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے دوسرا آپ کا اسوۂ حسنہ جسے سنت بھی کہتے ہیں یہ بھی احادیث و سیر کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے ان دونوں (کتاب و سنت) کے مطابق عمل پیرا ہونے والا ہی مومن و مسلم کہلاتا ہے اور وہی جادۂ حق اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے مگر جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مانتا ہے اور دوسرے کا انکار کرتا ہے یا دونوں ہی کو نہیں مانتا تو وہ لازماً شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے اور وہ کسی صورت میں بھی پیغام سیرت کے پیش کردہ صراطِ مستقیم پر نہیں چل سکتا جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُم بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ۔ (۲)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور دوسرے نبی کی سنت (حدیث اور اسوۂ حسنہ) ہے۔ (۳)

۸۔ حافظ عمران لاہوری حفظہ اللہ کی شہادت:

حافظ عمران ایوب لاہوری کی مرتب کردہ کتاب ”فقہ الحدیث“ دو جلدوں میں دستیاب ہے جو

(۱) اسوۂ حسنہ قرآن کی نظر میں ۲۸۱۰

(۲) موطا امام مالک، باب النہی عن القول فی القدر: ۱۶۰۱

(۳) اسوۂ حسنہ قرآن کی نظر میں ۲۸۲

مقبول خاص و عام ہے بلکہ اس کا ہندی ایڈیشن بھی بازار میں دستیاب ہے موصوف کی ایک کتاب ”سنت کی کتاب“ ہے اس میں ”حدیث و سنت کا باہمی فرق“ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

حدیث و سنت میں محض لغوی اعتبار سے فرق ہے (جیسا کہ حدیث کا لغوی معنی جدید یا گفتگو وغیرہ ہے اور سنت کا لغوی معنی طریقہ اور سیرت ہے) اصطلاح محدثین میں دونوں باہم مترادف ہیں یعنی دونوں سے نبی کریم ﷺ کا قول، فعل، تقریر اور صفت مراد لی جاتی ہے جیسا کہ درج بالا سطور میں ان دونوں کی ذکر کردہ اصطلاحی تعریفات اس پر شاہد ہیں۔ البتہ جو اہل علم ان دونوں اصطلاحات میں تفریق کے قائل ہیں وہ ان کے اصطلاحی معنی کے بجائے ان کا لغوی معنی ہی پیش نظر رکھتے ہیں اور سنت کو عمل رسول اور حدیث کو قول رسول کے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، لیکن یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہ محض لغوی فرق ہے اصطلاحاً دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

تاہم ان دونوں میں فرق و امتیاز کے لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ سنت نبی کریم ﷺ کے قول، فعل، تقریر اور صفت کا نام ہے جبکہ حدیث انہی اشیاء کی روایت و انتقال سے عبارت ہے۔ (۱)

۹۔ جسٹس محمد تقی عثمانی حنفی کی شہادت:

جسٹس محمد تقی عثمانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے وہ علمی حلقوں میں کافی مقبول و مشہور ہیں کئی کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے سنت کی حمایت و حجیت میں انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے: ”دی اتھارٹی آف سنہ The authority of sunnah“

اس کتاب کا اردو ترجمہ سعود اشرف عثمانی نے کیا اور نام رکھا ”حجیت حدیث“

یعنی سنت کا ترجمہ حدیث سے کیا اور کیوں نہ ہو جبکہ اسلاف امت سنت اور حدیث کو مترادف سمجھتے چلے آ رہے ہیں کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

پچھلی صدی کے دوران چند غیر مسلم مستشرقین اور ان کے پیروکاروں نے کوشش کی ہے کہ

حدیث کی حجیت یا اس کی اسنادی حیثیت کے بارے میں ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اور سنت کے خلاف شکوک و شبہات رکھنے والے طرز عمل کو فروغ دیا جائے، حجیت حدیث ص: ۷۷ دیکھئے یہاں بھی حدیث اور سنت کو مترادف استعمال کیا گیا ہے اور پوری کتاب ہی سنت اور حدیث کی یگانگت اور یکسانیت پر مشتمل ہے ایک مثال دیکھئے:

علم حدیث صحابہ کرام میں وسیع بنیادوں پر متعارف ہو گیا تھا جس سے نہ صرف سنت کے فروغ میں مدد ملی بلکہ راویوں کے اخلاط کے لئے جانچ پڑتال کی بھی بنیاد پڑ گئی۔ کیونکہ اگر کوئی کسی حدیث مبارک کا کوئی حصہ بھول جاتا تو اس خلا کو پر کرنے اور غلطی کی درستگی کے لئے دوسرے افراد موجود تھے۔ (۱)

۱۰۔ تعمیر حیات لکھنؤ سے جناب خالد فیصل ندوی کی شہادت:

پندرہ روزہ ”تعمیر حیات“ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلتا ہے جس میں جناب خالد فیصل ندوی کا ایک مضمون بعنوان ”حدیث شریف کا مقام اور پیغام“ دو قسطوں میں شائع ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں: (۲) موصوف نے حجیت حدیث پر کافی دلائل فراہم کئے ہیں مضمون لائق مطالعہ اور قابل ستائش ہے دلائل و براہین کی روشنی میں لکھا گیا ہے، یہ مضمون حدیث کی تشریحی حیثیت کو خوب خوب واضح کرتا ہے مضمون نگار نے مضمون میں جگہ جگہ ”حدیث و سنت“ کے الفاظ کو ایک ساتھ استعمال کیا اسے مترادف سمجھا ہے ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ آج بھی اہل علم اسلاف امت کی طرح حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے ہیں اس میں تفریق نہیں کرتے مضمون سے چند جملکیاں۔

۱۔ بعض حکم پر عمل کرنے کے لئے حدیث و سنت (آپ ﷺ) کی تعلیمات، ہدایات، افادات و ارشادات اور شائکل و معمولات کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ (کالم: ۱، سطر: ۱۵، ص: ۱۹)

(۱) حجیت حدیث: ۱۲۲

(۲) ۲۸ مارچ ۲۰۱۳ء اور ۱۰ اپریل ۲۰۱۳ء یعنی جلد نمبر: ۵۰، شمارہ: ۱۰/۱۱

- ۲۔ حدیث و سنت کے ذریعہ ان اصول کی توضیح کی گئی۔ (کالم: ۱، سطر: ۲۰، ص: ۱۹)
- ۳۔ حکمت سے مراد حدیث و سنت ہے۔ (کالم: ۳، سطر: ۶، ص: ۱۹)
- ۴۔ حکمت سے مراد اکابرین امت کے نزدیک حدیث و سنت ہے۔ (کالم: ۳، سطر: ۹، ص: ۱۹)
- ۵۔ اور اس کے ساتھ اس کے مثل ہی ایک اور چیز (حدیث و سنت) بھی (مجھے) دی گئی ہے۔ (کالم: ۳، سطر: ۹، ص: ۱۹)
- ۶۔ حدیث و سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ (کالم: ۱، سطر: ۱، ص: ۲۳)
- ۷۔ ایک اور حدیث میں حدیث و سنت پر عمل کرنے کا بڑا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے۔ (کالم: ۲، سطر: ۱۶، ص: ۲۳)
- ۸۔ حدیث و سنت پر عمل کرنے والی جماعت نجات پائے گی۔ (کالم: ۲، سطر: ۲۶، ص: ۲۳)
- ۹۔ حدیث و سنت سے عملی وابستگی اور محبت و تعلق آخرت میں عزت و احترام اور آپ کی معیت و رفاقت کے حصول کے اسباب ہیں۔ (کالم: ۳، سطر: ۱۲، ص: ۲۳)
- ۱۰۔ حدیث و سنت سے اعراض و روگردانی، بے زاری و بے رغبتی اور حقد و انکار والی باغیانہ روش امت مسلمہ سے خارج ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ (کالم: ۳، سطر: ۱۲، ص: ۲۳)
- ۱۱۔ اور حدیث و سنت ترک کرنے والوں کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیریں اصول میں کس قدر زیادہ سبق آموز تنبیہ موجود ہے۔ (کالم: ۱، سطر: ۱، ص: ۲۳)
- ۱۲۔ آخری خطبہ میں حدیث و سنت کی تبلیغ و اشاعت کی کس قدر جامع اور تبلیغ و صیت فرمائی ہے۔ (کالم: ۱، سطر: ۱، ص: ۲۳)
- ۱۳۔ بعض صحابہ کرام تو حدیث و سنت کے ایک ایک لفظ کو فوراً لکھ لیا کرتے تھے۔ (کالم: ۲، ص: ۲۳)

سطر: ۲۲، ص: ۲۳) (۱)

یہ دس شہادتیں ہندوپاک کے علماء کرام کی اردو کتابوں سے نقل کی گئی ہیں جو میرے ٹیبل پر موجود ہیں اور صرف بطور نمونہ لکھی گئی ہیں ورنہ ہندوپاک کے تمام علماء کرام اپنی اردو کتابوں میں حدیث و سنت کو مترادف لکھتے آئے ہیں اور سلف کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ علم نبوت کو کبھی حدیث اور کبھی سنت کہتے تھے دونوں کی حجیت اصالت اور اصطلاحی مفہوم میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے اور آج بھی الحمد للہ اہل علم دونوں کی حجیت کو یکساں تسلیم کرتے اور دونوں کو مترادف سمجھتے ہیں۔

حدیث و سنت میں باہمی فرق کی وضاحت

نصوص، براہین، اسلاف اور علماء کے شواہد و شہادت پڑھ لینے کے بعد یقیناً آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حدیث و سنت مترادف ہیں۔ دونوں کی اصالت، حجیت اور اصطلاحی مفہوم میں کچھ فرق نہیں ہے مگر کچھ کتب باوقاف کے لوگ مداریوں کی طرح ڈگڈگی بجا بجا کر جابجا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اصل سنت ہے اور حدیث، میں گڑبڑ ہے یہ بھروسے کی چیز نہیں ہے یعنی حدیث اور سنت میں واضح فرق ہے۔ آئیے دیکھیں دونوں میں کیا فرق ہے اور بال کی کھال نکالنے کا حاصل کیا ہے:

- ۱۔ حدیث اور سنت دونوں میں لفظی اعتبار سے فرق ہے۔

۲۔ حدیث اور سنت دونوں کا مادہ الگ الگ ہے۔

۳۔ حدیث اور سنت دونوں کا لغوی مفہوم الگ الگ ہے حدیث کے معنی جدید اور گفتگو کے ہیں جبکہ سنت کے معنی راستہ اور سیرت کے ہیں۔

۴۔ حدیث کی ضد ”قدیم“ اور سنت کی ضد ”بدعت“ ہے۔

۵۔ حدیث اور سنت دونوں چار حرفی ہیں مگر ایک میں ایک حرف مشدد ہے۔

(۱) پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ: ۵۰، ش: ۱۰-۱۱

۶- حدیث اور سنت دونوں کے اعراب الگ الگ ہیں۔

۷- حدیث اساس ہے اور سنت اس سے مستنبط بات یا مسئلہ کا نام ہے۔

۸- حدیث سے مراد قول رسول اللہ ﷺ ہے تو سنت سے مراد عمل رسول اللہ ﷺ ہے (لوگ ابتداءً فرق محسوس کرتے تھے)۔

۹- حدیث عام ہوتی ہے جبکہ سنت خاص ہوتی ہے۔

۱۰- حدیث روایت و انتقال سے عبارت ہے اور سنت نبی ﷺ کے قول و فعل، تقریر اور صفت کا نام ہے۔ (اور یہی تعریف حدیث کو بھی شامل ہے)

یہ چند شکلیں ہیں جن سے حدیث و سنت میں باہمی فرق کا کچھ پتہ ضرور چلتا ہے مگر اس سے دونوں کی حجیت پر کوئی حرف نہیں آتا اور حدیث و سنت میں فرق کرنے والوں کا منشا کچھ اور ہے لفظی، لغوی اور ظاہری فرق کے باوجود اصطلاحی اور رواجی اعتبار سے دونوں مترادف ہیں جن پر اسلاف امت کی شہادتیں موجود ہیں۔

استخفاف حدیث یا انکار حدیث کے پیش نظر حدیث و سنت میں فرق کرنے والے لفظی، لغوی اور ظاہری فرق کے بجائے دونوں کی اصالت اور حجیت میں فرق کر کے ”حدیث“ سے اپنا دامن چھڑانا چاہتے ہیں کھل کر حدیث کا انکار تو نہیں کرتے مگر شکوک و شبہات کو جنم دیتے ہیں اور انکار حدیث کے لئے چور دروازے کھولتے ہیں۔ اور کم علم لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ انکار صراحۃً حدیث بہت ہی کم لوگوں نے کیا ہے اکثر لوگوں نے مختلف طریقوں سے فلسفیانہ اور عقلانی انداز میں حدیث پر حملہ کیا ہے شب خون مارا ہے، حدیث کو بے وقعت اور ذخیرہ حدیث کو غیر معتبر قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کچھ لوگوں نے صحابہ کو غیر فقیہ کہا اور کچھ لوگوں نے مخصوص حدیثوں کا انکار کیا ہے لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا متاخرین میں منکر حدیث بھی پیدا ہوئے جنہوں نے کلیۃً حدیث کا انکار کیا۔ اور آج بھی انکار حدیث کے

لئے راستے ہموار کرنے کا کام بڑے بڑے مشائخ اصحاب جبہ و دستار اور شیخ الحدیث حضرات کرتے نظر آتے ہیں یہ حدیث کا انکار تو نہیں کرتے مگر اشکالات و شبہات کے نشتر ضرور چلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دسائس اور وساوس سے امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین

احادیث و سنن پر شب خون مارنے والے

جب تک مسلمانوں کا مزاج اور ماحول دین پسندی کا تھا احادیث و سنن کا ان میں عام چرچا تھا، مگر جب سیاسی پارٹیوں نے اپنے آپ کو دینی رنگ میں ڈھالنا شروع کیا اور کتاب اللہ اور احادیث و سنن کی من مانی تاویل کرنے لگیں تو شعوری یا غیر شعوری طور پر انکار و انحراف ان میں در آیا۔

بصرہ میں معبد جینی نام کا ایک شخص پیدا ہوا، اس نے اثبات تقدیر میں وارد تمام آیتوں اور حدیثوں کا انکار کیا رفتہ رفتہ اس طرح کا مزاج کو فہ و بصرہ میں پنپا اور لوگ شکوک و شبہات کے شکار ہونے لگے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جو بصرہ میں تھے ان کے ساتھ درس حدیث میں اس طرح کا ایک واقعہ پیش آیا ایک شخص نے ان سے کہا کہ یا ابونجید: ہم کو قرآن کے ذریعہ ہی جواب دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھی سب قرآن پڑھتے ہیں نا؟ کیا اس میں نماز کی تفصیل ہے؟ کیا اس میں زکوٰۃ کے مسائل کی تفصیل ہے؟ اس نے کہا: أَخْيَيْتَنِي أَخْيَاكَ اللَّهُ۔ آپ نے ہم کو زندگی عطا کی، اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ (۱)

اس واقعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسائل مع اپنے ساتھیوں کے حدیث و سنت کے بارے میں انکار و اعراض پر کمر بستہ تھا یا حجیت احادیث و سنن کے بارے میں شکوک و شبہات میں گرفتار تھا۔ لیکن صحابی رسول کے انداز فہمائش نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس نے دل سے عداوی کہ

:أَحْيَيْتَنِي أَحْيَاكَ اللَّهُ۔ آپ نے ہم کو زندگی عطا کی، اللہ آپ کو سلامت رکھے۔

رفتہ رفتہ کچھ آزاد خیال قسم کے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ذخیرہ حدیث کو تو تسلیم کیا مگر کچھ مخصوص حدیثوں کو تسلیم کرنے سے اپنا دامن جھاڑ لیا۔

۱۔ خوارج نے فضائل اہل بیت سے متعلق حدیثوں کو ماننے سے انکار کیا۔

۲۔ شیعہ، روافض نے فضائل صحابہ سے متعلق حدیثوں کو چھوڑا۔

۳۔ معتزلہ اور جہمیہ نے احادیث صفات کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

۴۔ قدریہ نے ان حدیثوں کو قبول کرنے سے پس و پیش کا اظہار کیا جو ان کے عقل میں نہیں آتی تھیں۔

۵۔ قاضی عیسیٰ بن ابان اور ان کے اتباع جنہوں نے ان احادیث کا انکار کیا، جو ان کے خیال میں غیر فقیہ صحابہ سے مروی ہیں۔

۶۔ متاخرین فقہاء میں سے قاضی ابوزید بوتی وغیرہ نے بھی صحابہ کو غیر فقیہ ٹھہرایا اور ان کی حدیثوں کو ناقابل عمل گردانا۔

۷۔ معتزلہ، متکلمین اور متاخرین فقہاء کی ایک جماعت نے اصول و فروع دونوں میں خبر واحد سے اختلاف کیا۔

۸۔ سرسید احمد خان ۱۸۹۸ء نے جملہ معجزات نبوی کا انکار کر دیا عذاب قبر، معراج، جن و ملائکہ کا انکار و تاویل، اور مولوی چراغ علی ۱۸۹۵ء نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ گروہ یورپین تہذیب سے مرعوب گروہ تھا۔

۹۔ برصغیر میں پہلی بار کھلے لفظوں میں عبد اللہ چکڑالوی نے سنت کا انکار کیا مولوی حشمت علی لاہوری محمد رفیع الدین ملتانی، مستزی محمد رمضان گجرانوالہ، برق جیلانی، اور تنہا عمادی کی پارٹی نے ان کی تائید کی۔ غلام احمد پرویز نے ”جمیعہ القرآن“ کے نام سے ایک مجلس قائم کی جس کا مقصد

انکار حدیث کا پرچار اور قرآن کا کافی ہونے کو ثابت کرنا تھا، یعنی اس گروہ نے بالکل یہ احادیث کا انکار کیا۔

۱۰۔ مولوی احمد دین امرتسری اور ان کے رفقاء کے خیال میں بعض متواتر اعمال کو چھوڑ کر باقی دین یعنی قرآن و حدیث کو سیاسی نظریہ کے تحت ہر وقت بدلتے رہنے کا انہیں حق حاصل ہے۔

۱۱۔ مولانا شبلی نعمانی، مولانا حمید الدین فراہی وغیرہ، منکرین حدیث تو نہیں ہیں لیکن انداز فکر سے حدیث کا استخفاف و استحقار معلوم ہوتا ہے، اور طریقہ گفتگو سے انکار کے لئے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔ (۱)

یہ ایک خاکہ ہے ان حضرات کا جن میں سے کچھ مخصوص حدیثوں کا انکار کرتے ہیں، کچھ صحابہ کو غیر فقیہ ٹھہراتے ہیں، کچھ عقل کی میزان پر حدیث کو پرکھتے ہیں کچھ خبر واحد سے اختلاف کرتے ہیں، کچھ یورپین تہذیب سے مرعوب ہو کر حدیث سے ثابت شدہ حقائق کا انکار کرتے ہیں یا غلط ● (اس سلسلے میں ایک جدول علامہ محمد اسماعیل السلفی النوفیؒ ۱۳۸۷ھ نے اپنے ایک مضمون ”جماعت اسلامی کی نظریہ حدیث“ میں تحریر فرمایا تھا جو ۲۰۰۷ھ سے ۲۰۰۸ھ تک منکرین حدیث کی نشاندہی کرتا تھا آخر میں انھوں نے لکھا تھا۔

”یہ جدول میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے مجھے اس کے کسی حصہ پر اصرار نہیں، میں ممنون ہوں گا اگر مجھے میری لغزش سے آگاہ کیا جائے میرے خیال میں تحریک انکار حدیث تدریجی ارتقاء سے اس مقام تک پہنچی ہے۔“ جماعت اسلامی کو پہچانے ص: ۱۰۹۔

مولانا سلفی صاحب کے مضمون پر مولانا مہر القادری نے اپنا تنقیدی جائزہ ”قارآن“ کراچی جنوری ۱۹۹۷ء میں شائع فرمایا۔ جس کے جواب میں مولانا سلفی صاحب نے ماہنامہ ”حقیق“ فروری ۱۹۹۷ء میں اس کا جائزہ رقم فرمایا اور زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کو مزید مدلل دہر بن کیا اور قادری صاحب کے تمام اشکالات کا شافی جواب فراہم کیا دیکھئے مقالات حدیث: ۱۶۹ تا ۱۸۵۔ (یوسفی)

(۱) (حجیت حدیث، عبدالستار حماد ص: ۶۰، تاریخ تحفظ سنت، ڈاکٹر اقبال بسکویہری ص: ۳۵۳، علوم الحدیث، ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ۸۵ تا ۸۳۰)

تاویل کرتے ہیں کچھ چند متواتر اعمال کے سوا دین کو بازیچہ اطفال سمجھتے ہیں اور کچھ بالکلیہ حدیث کے منکر ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو حدیث و سنت کو مانتے تو ہیں مگر حدیث کا اپنا مقام اسے نہیں دیتے استخفاف و استہزاء کا لہجہ اپناتے ہیں۔ یہ سب وہ حضرات ہیں جو حدیث اور سنت دونوں کا انکار کرتے ہیں مگر کچھ ایسے سیانے لوگ بھی ہیں جو سنت پر حملہ نہیں کرتے، سنت کا انکار بالکل نہیں کرتے، ان کا حملہ صرف اور صرف حدیث پر ہے اور ان کی نظر میں حدیث اور سنت میں بڑا فرق ہے آئیے دیکھیں کہ یہ فتنہ کس نے جنم دیا ہے۔

حدیث اور سنت میں تفریق کا فتنہ

پاکستان کے مشہور محقق عالم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”توضیح الاحکام“ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

محدثین کے نزدیک حجیت کے لحاظ سے حدیث اور سنت مترادف ہے یعنی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں میرے علم کے مطابق سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی (کذاب و دجال) نے حدیث اور سنت میں فرق کیا۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو سوڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنت کا قرآن شریف کے ساتھ وجود تھا۔ (کشتی نوح ۸۲، رد دسرا نسخہ: ۵۶، تیسرا نسخہ: ۶۳، روحانی خزائن ج: ۱۹/۶۱، بحوالہ توضیح الکلام ج: ۲/۱۹۔)

دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن اور سنت کا وجود تو ایک ساتھ ہوا مگر حدیثیں سوڈیڑھ سو سال بعد جمع کی گئیں اس طرح سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے ہم اس دعوے کا جائزہ لیں گے مگر پہلے مرزا صاحب کا کچھ تعارف تو کر دیں کہ یہ کون ہیں اور ان کا کیا مقام ہے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے صرف دو لفظ میں اس کا تعارف کرادیا ہے۔ کذاب اور دجال۔ مزید تفصیل دیکھیں مرزا غلام احمد کے آباء و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا اپنی اوائل زندگی میں انہیں کے قدم بہ قدم چلتا رہا اور علمی دنیا میں اس نے اپنا ایک مقام بنالیا۔ چنانچہ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بنالہ کے حنفیوں کی دعوت پر اس نے مولانا محمد حسین بنالوی (اہل حدیث عالم) سے مناظرہ بھی کیا اور مرزا کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا، ۱۸۷۹ء میں مرزا نے ”براہین احمدیہ“ کی اشاعت کے لئے اشتہار نکالا اور اسے پچاس جلدوں میں لکھنے کا عندیہ ظاہر کیا اور ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۳ء عوامی فتنہ سے براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع کیں جس پر علماء نے تبصرے لکھے اور ان کے نئے انداز کی باتوں اور نئے انکشاف پر تعجب کا اظہار کیا، بالآخر ۱۸۸۵ء میں مرزا نے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کر دیا تاہم ۱۸۸۶ء میں حنفیوں کی طرف سے مناظرہ اسلام کی حیثیت سے آریہ سماجیوں سے مناظرہ بھی کیا۔

۱۸۸۸ء میں انہوں نے اپنی پیری مریدی کا اعلان کر دیا پھر ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں حنفیوں کے مشہور صوفی احمد جان کے مکان پر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اسی سال یعنی ۱۸۸۹ء ہی میں غالی مقلد حنفیوں کے مشہور پیر سراج الحق نعمانی نے قادیان پہنچ کر مسجد مبارک میں مرزا غلام احمد سے بیعت کی۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ علماء بوکھلا گئے ہر طرف مخالفت ہونے لگی تو ۳ مئی ۱۸۹۱ء کو مرزا نے علماء لدھیانہ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ سناٹا چھایا رہا، علماء لدھیانہ اپنے مشائخ سے خط و کتابت میں لگ گئے مگر مرزا سے مرعوب ہو کر دعوت مناظرہ قبول کرنے سے گریز کرتے رہے۔ محمد حسین بنالوی کو مرزا قادیانی کے چیلنج کا علم ہوا تو انہوں نے مرزا کے خسر میر ناصر نواب کے مکان پر آ کر تحریری مناظرہ کیا جو ۲۰ جولائی تا ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء یعنی بارہ دن جاری رہا۔ ذلت آمیز شکست کے بعد مرزا وہاں سے بھاگا اور اس کا خاص مرید مرزا عباسی علی، مرزا نبیت سے تائب ہوا۔

مرزا ادھر ادھر چیلنج کرتا رہا مباہلے کی دعوت دیتا رہا۔ اور اپنے آپ کو مسیح موعود اور غلی نبی وغیرہ کہتا رہا مولانا محمد حسین بٹالوی نے استفتاء تیار کر کے علماء کی رائیں حاصل کیں اسے کافر اور مرتد قرار دیا اور سید نذیر حسین محدث دہلوی نے بلا توقف و تامل اسے کافر قرار دیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے مرزا نے تحریری مباہلہ کیا اور چند ماہ بعد یعنی ۱۹۰۸ء کو مولانا امرتسری کی زندگی میں لاہور میں فوت ہوا اور اسے قادیان میں دفن کیا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب چند باتیں: ۱۸۲/۱۸۷ تا ۱۸۷/۱۸۷ مرزا غلام احمد قادیانی جس نے حدیث اور سنت کی حجیت میں فرق کا شگوفہ چھوڑا ہے اور ہمارے کچھ دانشور بھائیوں کو اس کی یہ انوکھی اور اچھوتی تعریف بہت پسند آئی جو اس کی تبلیغ و تشہیر میں لگے ہوئے ہیں۔

کتابت حدیث عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم و عہد صحابہ میں

حدیث کی حجیت پر حرف رکھنے والے اگر ”کیف بدء الوحی“ کا بغور مطالعہ کر لیں تو ممکن ہے کہ ان کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں اور ان کے نظریے میں تبدیلی آجائے۔ اس لئے کہ غار حرا میں فرشتے کی آمد اور ”علق“ کی پانچ آیتوں کا نزول اور واپسی پر گھبراہٹ میں رفیقہ حیات سے ”زملونی زملونی“ کی فرمائش اور پھر حضرت خدیجہ کا جواب، ڈھارس بندھانے کے لئے درقہ بن نوفل کے پاس لے جانا، یہ سب تفصیلات ناقابل انکار حقائق کا انکشاف کرتی ہیں بلکہ نزول قرآن کی صداقت پر حدیث رسول شاہد عدل ہے۔ اور قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کا وجود ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بھی ہوشمند نہیں کر سکتا۔

قادیانی کی یہ شرانگیزی اور اہل حدیث دشمنی میں مقلدین تقلید اعمی و جامد کی طرف سے اس کی تائید و توثیق قابل مذمت ہے۔ حدیث و سنت میں فرق کرنے والوں کا حملہ دراصل دین اسلام پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہے۔ اگر حدیث و سنت میں اس اعتبار سے فرق کیا جائے کہ حدیث

روایت اور سلسلہ گفتگو کو آگے بڑھانے کا نام رکھا جائے اور مستنبط مسائل کو سنت کا نام دیا جائے تو ایسی صورت میں بھی حدیث مقدم ہوگی یعنی پہلے حدیث پھر سنت یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کے کہنے سے قرآن کو منزل من اللہ مانا یہ آپ کا کہنا حدیث ہی تو ہے پس حدیث پر اعتنا و سے قرآن پر ایمان واثق ہوا۔

اسی کے نطق کا ام الکتاب ہے نفع

کہ جس نبی کے ہے فرمان سے تجھے پرہیز

لیکن عجیب منطق ہے کہ مرزا غلام کہتا ہے کہ حدیث تو سوڈیڑھ سو سال بعد جمع کی گئیں مگر سنت کا قرآن کے ساتھ ساتھ وجود تھا۔ مرزا کی ساری تحریریں دجل و فریب کا مرقع ہیں مسلمانوں کو اس کے دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

یہ حقیقت ہے کہ حدیث و سنت مترادف ہے محدثین کے یہاں جو معنی حدیث کا ہے وہی معنی سنت کا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے آئیے دلائل کی روشنی میں مرزا کی باتوں کا جائزہ لیں کیا واقعی حدیث سوڈیڑھ سو سال بعد جمع کی گئی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے منصب رسالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) (الجمعة: ۲) آپ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور تعلیم کے لئے پہلی ہی وحی میں (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ) (العلق: ۴) قلم کے استعمال کی جانب اشارہ کر دیا معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت کی تعلیم میں قلم کا بڑا دخل ہے۔ حصول علم کی رغبت دلاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (۱) علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے حکم رسول اور منشاء رسول کے مطابق بہت سے صحابہ کرام نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو لکھوانے کا اہتمام فرمایا۔ آپ کے حکم سے صحابہ کرام قرآن کریم کو لکھا کرتے تھے کچھ

صحابہ کرام انہیں اوراق پر حدیثیں بھی لکھنے لگے جس پر قرآن لکھتے تھے آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا: لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي عَيْدَ الْقُرْآنِ فَلْيَمُحْهُ۔ (۱) قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ تحریر کرو، جس نے کیا ہے وہ مٹا دے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت ان لوگوں کے لئے تھی جو کتاب و سنت کو ایک جگہ لکھتے تھے۔ (۲)

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں چنانچہ انھوں نے لکھا: نہی کا مطلب یہ تھا کہ ایک ہی صفحے میں قرآن کے ساتھ حدیث نہ لکھیں تاکہ پڑھنے والا اشتباہ میں نہ پڑے۔ (۳)

تحریر حدیث کی ممانعت کی وجہ ایک ہی ورق پر قرآن و حدیث کا لکھنا اور اسے گڈمڈ کر دینا تھا۔ اس کے بعد صحابہ حدیث کو الگ لکھنے لگے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں جو کچھ سنتا تھا وہ سب لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے حفظ کر لیا کروں تو بعض (قریشیوں) نے مجھے منع کیا انہوں نے کہا کہ ہر بات جو سنتا ہے لکھ لیا کرتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گھٹگو کرتے ہیں تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اَكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْزِي مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ۔ لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے سوائے حق کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں ہے۔ (۴)

اس حدیث میں احادیث کے لکھتے رہنے کی واضح دلیل ہے تاہم کچھ صحابہ کرام لکھتے تھے کچھ اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے تھے اور اسے دوسروں تک پہنچاتے تھے کچھ محتاط صحابہ اس اندیشے سے حدیثیں نہیں بیان کرتے تھے کہ کہیں کمی بیشی نہ ہو جائے اور گنہگار ہوں، اور جنہوں نے اپنے حفظ

(۲) فتح الباری ج: ۱/۳۸۸

(۱) مسلم: ۳۰۰۴

(۳) شرح نووی، ج: ۹/ص: ۳۴۴ (۴) ابوداؤد: ۳۶۴۶، مسند احمد: ۱/۶۴۳، سنن دارمی: ۴۹۰

اور یادداشت پر بھروسہ کیا انہوں نے حدیثیں بیان کیں اور کچھ لوگوں نے حدیثیں اس نیت سے لکھیں کہ اسے حفظ کریں گے انہوں نے حفظ بھی کیا اور لکھے ہوئے صحیفہ کو محفوظ بھی رکھا اس طرح عہد نبوی ہی سے بلکہ آغاز وحی کے پہلے ہی دن سے حدیث کے جمع و تدوین اور حفظ و تحریر کا کام شروع ہو چکا تھا چنانچہ بہت سے صحابہ کرام کے جمع کردہ حدیث کے مجموعے کو ان کے خلاف نے محفوظ رکھا اور بعد میں محدثین نے اسے اپنی کتابوں میں جگہ بھی دی اس ضمن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست ہے وہ خود فرماتے ہیں:

حدیث رسول ﷺ کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہ تھا سوائے عبداللہ بن عمرو کے، کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے جبکہ میں زبانی یاد رکھتا تھا لکھتا نہ تھا۔ (۱)

بعد میں حدیث رسول لکھنے کا عام مزاج بن گیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو حدیث رسول لکھنے کی ہدایت کی۔ ان کا فرمان ہے: **كُنَّا لَا نَعْدُو عِلْمَ مَنْ لَمْ يَكْتُبْ عِلْمَهُ عَلَمًا**۔ جو تحریر نہیں کرتا تھا ہم اس کے علم کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ (۲)

اور پھر وہ دور بھی آیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی یاد کردہ احادیث کو اپنے شاگردوں سے لکھوائیں اور اس کا نام ”**الصحيفة الصحيحة**“ رکھا اور وہ نسخہ محفوظ بھی رہا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے اپنی عظیم تالیف مسند احمد میں شامل کر لیا۔ یہ قلمی نسخہ محفوظ رہا یہاں تک کہ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے اسے ایڈٹ کر کے شائع کر دیا۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے شرح ترمذی (۱) میں لکھا ہے کہ مسند ابی ہریرہ کا ایک نسخہ جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اگر کسی کی حدیث دانی پر رشک تھا تو وہ عبداللہ ابن عمرو تھے

جنہوں نے ”الصحیفۃ الصادقہ“ کے نام سے احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا۔ ان دونوں مشہور صحیفوں کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام کے صحائف تھے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۳۔ صحیفہ عمرو بن حزم: رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو فرانس و سنن اور صدقات و دیات پر مشتمل احکامات لکھوا کر بھی مرحمت فرمائے۔ (۱)

انہوں نے اس تحریری دستاویز کو محفوظ رکھا اور اس میں اکیس (۲۱) دوسرے فرامین نبوی کو بھی شامل کر کے ایک اچھی خاصی کتاب بنائی۔ (۲)

۴۔ صحیفہ علی ابن طالب: یہ صحیفہ کافی طویل تھا جو کم از کم چار سرکاری دستاویزات کا مجموعہ تھا یعنی جدول زکوٰۃ، دستور مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے کا اعلان۔ اس میں صدقات، دیت اور قصاص کے مسائل بھی تھے۔ (۳)

یہ صحیفہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا۔ (۴)

۵۔ صحیفہ جابر بن عبد اللہ: اس مجموعہ کو جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد وہب بن منبہ اور سلیمان قیس یثرب نے مرتب کیا تھا جو مناسک حج اور خطبہ حجۃ الوداع پر مشتمل تھا۔ (۵)

۶۔ صحیفہ سمرہ بن جندب: یہ صحیفہ ان کے صاحبزادے سلمان بن سمرہ کو وراثت میں ملا اور یہ روایات کے ایک بڑے ذخیرے پر مشتمل تھا۔ (۶)

۷۔ صحائف ابن عباس: جبر الائمہ کے لقب سے مشہور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایات سے متعلق متعدد مجموعے مرتب فرمائے لکھنے کا فریضہ آپ کے شاگرد حضرت سعید بن

(۲) الوثائق السياسية: ۱۰۵

(۱) منن نسائی: ۲۸۶۱-۲۸۵۷

(۴) المستدرک للحاکم: ۵۷۳/۳

(۳) بخاری: ۷۳۰۰

(۶) التاريخ الكبير: ۸۲/۳، بحوالہ حجیت حدیث

(۵) المستدرک للحاکم: ۵۷۴/۳

جبیر انجام دیتے تھے جب کاغذ ختم ہو جاتا تو چڑے پر لکھ لیا کرتے تھے۔ (۱)

۸۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے دراسات فی الحدیث النبوی میں لکھا ہے کہ: بمیٹ بن شریط رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو حدیث عبیط کے نام سے مشہور ہے جو دمشق کی لائبریری الظاہریہ میں ۲۷۹ نمبر پر رجسٹرڈ ہے اور آج تک محفوظ ہے جس میں تیرہ لوحات ہیں۔ (۲)

ان تمام دلائل و شواہد سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیث کی کتابت اور جمع و تدوین کا کام صحابہ کرام کے دور اور عہد رسالت میں جاری و ساری تھا قادیانی کی بکواس اور اس کی فتنہ جوئی و شرانگیزی کی حقیقت تاریک گہوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ حدیث اور سنت باہم مترادف ہیں۔ سنت اور حدیث کی کتابت صحابہ سے لیکر محدثین تک نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قادیانی و سوسوں اور اس کی شرانگیزی سے محفوظ رکھے۔ آمین

پیو بھر بھر کے ساغر بادۂ عرفاں کے متوالو!

کلامِ میر کوثر ہے حدیث خاتم المرسل

ادھر آ لوٹ کر اے رہرو بیگانہ منزل

رہ ایماں میں رہبر ہے حدیث خاتم المرسل

نظر آئے بھلا کیا! دیدۂ خفاش ملحد کو

اگرچہ نور خاور ہے حدیث خاتم المرسل

جھکا گردن ادب کر خامۂ نقاد کم مایہ

کہ حکمت کا سمندر ہے حدیث خاتم المرسل

یتادو جا کے راسخ منکر شان نبوت کو

کہ دیں کا جزا کبر ہے حدیث خاتم المرسل

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی.....

مرزا غلام احمد قادیانی کذاب و دجال مردود نے حدیث رسول ﷺ کے سلسلے میں جو فاسد اور گمراہ کن نظریہ پیش کیا ہے اور حدیث و سنت میں فرق بتلا کر حدیث سے دامن جھاڑنے اور دستبرداری کا اعلان کیا اور اپنی مختلف تحریروں میں حدیث کا استخفاف و انکار کیا وہ یقیناً قابل ملامت و مذمت ہے، مگر تعجب ہوتا ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ بھی حدیث کے سلسلے میں تشکیک و تذبذب کے شکار رہے اس سلسلے میں ان کی تحریروں میں کافی تضاد پایا جاتا ہے ایک طرف وہ جہاں حجیت حدیث کے مناد نظر آتے ہیں وہیں دوسری طرف منکرین حدیث کی ہمنوائی کرتے بھی نظر آتے ہیں اور اصول محدثین سے اعراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلم، یہ بھی مسلم کہ نقد حدیث کے لئے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے، کلام اس میں نہیں، بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتہً ان پر اعتماد کہاں تک درست ہے وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ (۱)●

اب دیکھئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیا کہتا ہے:

لیکن احادیث تو انسانوں کے دُخل سے بھری ہوئی ہیں جو ان میں سے صحیح کہلاتی ہیں ان کا اتنا بھی مرتبہ نہیں جو ایک آیت کے مقابلے پر ایک کروڑ، ان میں سے وہ رنگ و بو شان پیدا کر سکے۔ الخ (۲)

(۱) تفہیمات اول: ۳۳۱

● یہ انتہائی گمراہ کن کلام ہے۔ انسان کی تکلیف اس کے وسعت کے مطابق ہے مگر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس لئے اس کے اسباب بھی مہیا فرمائے اور اس کے لئے مقررہ لوگوں کو خصوصی توفیق سے نوازا۔ (فیضی)

(۲) ازالہ اوہام دوم: ۲۱۹

اس سلسلے میں مرزا کی ایک اور تحریر دیکھئے:

”بعض ائمہ نے احادیث کی طرف توجہ کم کی جیسا کہ امام اعظم کو فی رضی اللہ عنہ جن کو اصحاب الرائے میں سے خیال کیا گیا ہے اور ان کے مجتہدات کو بواسطہ دقت معانی احادیث صحیحہ کے برخلاف سمجھا گیا ہے۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہاد اور اپنے علم و درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے ● اور ان کی درایت اور قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت اور عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے (الی) سبحان اللہ اس زیرک اور ربانی امام نے کیسی ایک ایک آیت کے ایک اشارہ کی عزت اعلیٰ و ارفع سمجھ کر بہت سی حدیثوں کو جو اس کے مخالف تھیں رو دی کی طرح سمجھ کر چھوڑ دیا ● اور جہلاء کے طعن کا کچھ اندیشہ نہ کیا۔ (۱)

اب اسی طرح کی ایک تحریر مولانا مودودی کی ملاحظہ فرمائیں:

”یہ وہی مسلک ہے جو ائمہ مجتہدین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھتے ہیں جو مرسل، مضعف اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر ایک ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا گیا ہے یا جن میں احادیث کچھ کہتی ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کچھ اور کہتے ہیں یہی حال امام مالک کا بھی ہے باوجود یکہ اخباری نقطہ نظر ان پر زیادہ غالب ہے۔ پھر بھی ان کے فقہ نے بہت سے مسائل میں ایسی احادیث کے خلاف فتویٰ دینے پر مجبور کیا جنہیں محدثین صحیح قرار دے رہے ہیں چنانچہ لیث بن سعد نے ان کی فقہ سے ستر مسئلے اسی نوعیت کے نکالے ہیں۔ امام شافعی کا حال بھی کچھ اس سے

● یہ محض مباہلہ آرائی اور لغاعی ہے اور حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ (فیضی)

● یہ بھی امام صاحب پر کھلا بہتان ہے یہ چیز کسی ادنیٰ مسلمان کے لئے بھی قابل تعریف نہیں ہے۔ (فیضی)

مختلف نہیں۔ (۱)

مروجہ تقلیدی مسالک کی وکالت کرتے ہوئے مولانا مودودی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو صحیح السنہ حدیث کی مخالفت میں نمبر ایک پر رکھا ہے اور باقی ائمہ کو نمبر دو پر رکھا ہے۔ (۲)

ائمہ مجتہدین ہمیشہ صحت اسناد سے استدلال کرتے رہے انہوں نے متصل السنہ اور مقبول حدیث سے کبھی اعراض نہیں کیا، صحیح حدیث کے خلاف فتویٰ دینے کی بات محض گپ ہے۔ (۳)

ہاں ائمہ کے فتوے کے خلاف حدیث ہونے کے اسباب کچھ اور ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”رفع الملام عن ائمۃ الاعلام“ میں کیا ہے اردو میں بھی یہ کتاب ”ائمہ سلف اور اتباع سنت“ کے نام سے مطبوع اور دستیاب ہے۔

(۱) تفہیمات اول: ۳۳۵

● یہ بھی اسی معتزلی اور جمعی فکر کی نمائندگی ہے جس نے تمام عالم اسلام کو بربادی کی راہ پر ڈالا۔ حالانکہ ائمہ کرام اس بات سے بہت بلند تھے کہ وہ کسی صحیح حدیث کو محض اپنی رائے سے تعارض کی بنا پر رد کر دیں۔ (فیضی)

(۲) حالانکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اظہر من الشمس ہے کہ: **إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي**۔ یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ کیا ان ائمہ کے قول و عمل میں تضاد تھا، آخر حقیقت کیا ہے؟ آپ اندازہ لگائیے کہ ہو، ہو یہی بات مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی بھی ان سے پہلے لکھ چکا ہے۔

(۳) مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے ایک اہلحدیث دوست کے سات سوالات نقل فرمائے ہیں اور پھر ہر ایک کا الگ جواب دیا ہے۔ چوتھا سوال اس طرح ہے: کوئی نظیر بتائیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے متن کو ملحوظ رکھ کر ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا اور قوی الاسناد کو چھوڑا ہو؟ (تفہیمات اول: ۳۳۸) مولانا مودودی رحمہ اللہ نے یوں جواب دیا ہے: اس وقت میرے پیش نظر مطلوبہ نظیر نہیں ہے، اور ویسے بھی نظیریں پیش کرنے سے بحث کا سلسلہ دراز ہوتا ہے۔ (تفہیمات اول: ۳۳۹) تعجب ہے کہ مولانا اپنے دعوے کو دلیل سے مدلل نہ کر سکے اور ہر دعویٰ کا متقاضی ہوتا ہے وہ بحث کا سلسلہ دراز ہونے سے خائف تھے مگر جوازِ حد کے سلسلے میں اپنا یہ اصول بھول چکے تھے۔

مکتفہ ندارد کے باتو کار

ولیکن چو گفتی دلش بیار (نویں)

حدیث اور سنت میں تفریق کا شاخسانہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے چھوڑا تھا اسے مولانا مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں جگہ دی اور مرزا سے پورا پورا اتفاق کیا مرزا نے سنت کو قابل عمل اور قابل اعتماد بتایا اور حدیث کو غیر معتبر ٹھہرایا۔ مولانا مودودی رقمطراز ہیں:

حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جو حضور ﷺ کے اقوال و افعال کے متعلق سند کے ساتھ اگلوں سے پچھلوں تک منتقل ہوئیں۔ اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضور ﷺ کے قولی اور عملی تعلیم سے مسلم معاشرے کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں رائج ہوا۔ جس کی تفصیلات معتبر روایتوں سے بھی بعد کی نسلوں کو اگلی نسلوں سے ملیں اور اسی پر عمل درآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ (۱) ●

مولانا نے حدیث و سنت میں فرق بتاتے ہوئے عملاً رائج پائے جانے والے اعمال کو سنت اور سند روایات کے ذریعہ منتقل ہونے والے عمل کو حدیث قرار دیا ہے اور دونوں کی الگ الگ تعریف کرتے ہوئے یہ بھی کہہ گئے: سنت وہ ہے جو مسلم معاشرے میں رائج ہوا جس کی تفصیلات معتبر روایتوں کے ذریعہ بعد کی نسلوں کو فراہم ہوئیں۔ اس میں پھر مولانا نے حدیث اور سنت کو ملا دیا۔ اور ایسا کرنے پر وہ مجبور بھی ہیں۔ ظاہر ہے تعامل امت کو سنت کہنا تو آسان ہے، مگر اس کے سنت ہونے کی دلیل فراہم کرنا بہت مشکل کام ہے آج مسلم معاشرے کا جائزہ لیں، دیوبندیوں کے یہاں رائج سنتیں کچھ اور ہیں اور بریلویوں کی میٹھی میٹھی سنتیں تو کافی مشہور ہیں اور سب کا دعویٰ ہے کہ وہ سنت رسول ﷺ ہیں اور اسلاف سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔

ظاہر ہے کہ تمام سنتوں کو جانچنے کے لئے حدیث رسول ﷺ کی ضرورت ہے۔ بغیر حدیث کے سنت آپ کو نہیں مل پائے گی اور سنت وہی ہے جو حدیث میں ہے مگر عجیب بے اعتمادی کا ماحول

(۱) تفہیم القرآن: ۶/۷۰

● اس عبارت میں بھی مغلطہ اور غلط بحث ہے کون سا اسلامی طریقہ ایسا ہے جو کسی قرآنی آیت یا صحیح حدیث یا ان دونوں سے استنباط کئے بغیر رائج ہوا۔ اس کی مثالیں بھی ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں کہ قرن اول کے کسی خاص معاشرے میں کوئی سنت اور طریقہ متروک ہو گیا تو صرف ایک ہی حدیث کی بنیاد پر معاشرے نے اس کی طرف رجوع کیا۔ (فیضی)

بنایا جا رہا ہے جو جتنا نظر نہیں آتا بلکہ ۔

مصیبت میں پڑا ہے سینے والا چاک داماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ ادھر ا جو وہ ٹانگا تو یہ ادھر ا

واقعہ یہ ہے کہ قادیانی منطق نے اچھے اچھے دانشوروں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور وہ سنت و حدیث میں فرق جتانے کے لئے میدان میں کود پڑے۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے اپنی ایک تقریر میں بھی سنت اور حدیث کے فرق کو واضح فرمایا، اور آخر آخر میں عجیب استہزائی انداز میں حدیث کا ذکر کیا فرماتے ہیں:

حدیث کا اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے۔ علم حدیث کو بھی حدیث کہتے ہیں، احادیث کے مجموعے کو بھی حدیث کہتے ہیں، ایک ایک حدیث کو بھی حدیث کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، حدیث کے مختلف مجموعوں کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ احادیث کے تمام مجموعوں کا حکم یکساں نہیں ہو سکتا، اور کوئی ہوشمند آدمی یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ سارے ذخیرہ احادیث میں جو کچھ درج ہے اسے بلاچوں و چرا سنت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے۔ (۱)

سچ ہے کہ لفظ حدیث کا اطلاق، علم حدیث، مجموعہ احادیث، مجموعہ ہائے حدیث اور ایک ایک حدیث سب پر یکساں ہوتا ہے لیکن سیاق و سباق سے حدیث کے معنی و مراد سمجھنے میں سامع یا قاری کو کوئی دشواری نہیں ہوتی یہ کوئی دشوار، پیچیدہ یا ناقابل تفریق بات نہیں ہے۔

البتہ مولانا کی دوسری بات پڑھنے پر ہنسی آتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے کہ:

ذخیرہ احادیث میں جو کچھ درج ہے اسے بلاچوں و چرا سنت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے یہ مطالبہ کوئی ہوشمند آدمی نہیں کر سکتا۔

پہلی بات میری سمجھ سے کوئی ہوشمند آدمی اس طرح کا جملہ لکھ نہیں سکتا، کیونکہ ذخیرہ احادیث

(۱) مولانا مودودی کی تقاریر حصہ دوم مرتبہ ثروت صولت

میں جو کچھ درج ہے اسے بالعموم سنت کوئی بھی شخص نہیں مانتا۔ ہاں اس میں سے جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق مردی ہے وہ اصول محدثین کے مطابق صحت کے درجہ پر پہنچ جائے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کہا جاتا ہے اور خلفائے راشدین یا دیگر صحابہ سے بعد صحیح ثابت ہو تو اسے خلفائے راشدین یا صحابہ کی سنت کہا جائے گا۔ ذخیرہ احادیث میں کسی چیز کا بار پا جانا الگ چیز ہے۔ اور اصول محدثین معیار صحت پر اس کا پورا اثر نا الگ چیز ہے۔

دوسری بات بلاچوں و چرا کہہ کر مولانا نے محدثین کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیا۔ آخر جرح و تعدیل پر کتابیں کیوں لکھی گئیں؟ ہاں کوئی حقیقت کی وکالت میں جذباتی ہو جائے اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیۃً خارج کر دے تو اور بات ہے کیونکہ حدیث کے خلاف یہ ہرزہ سرائی اور استہزائی طرز تحریر محض اس لئے ہے کہ حنفی مسلک حدیث کے معیار پر کمزور واقع ہوا ہے۔ اس لئے حدیث پر شب خون مارنے کا سلسلہ جاری ہے سب سے زیادہ احادیث یعنی پانچ ہزار تین سو چوبتر (۵۳۷۴) جس صحابی سے مروی ہیں انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زمرہ احناف نے اپنی اصولی کتابوں میں ”غیر فقیہ“ قرار دے کر احادیث رسول ﷺ سے دامن جھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ (۱)

ہاں کچھ سلجھے ہوئے لوگوں نے اور شارحین حدیث نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے اس داغ و جبے کو دھونے کی کوشش کی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ہم نہیں تسلیم کرتے کہ ابو ہریرہ فقیہ نہیں تھے بلکہ وہ فقیہ تھے اور اسباب اجتہاد میں سے کوئی چیز ان سے معدوم نہ تھی، وہ صحابہ کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے اور اس زمانے میں صرف مجتہد فقیہ ہی فتویٰ دیتا تھا۔ (۲)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ کہتے ہیں اور غیر فقیہ کہنے والوں پر

نکیر کرتے ہیں۔ (۱)

حدیث کے بارے میں مولانا مودودی رحمہ اللہ کا فاسد نظریہ، قادیانی شرانگیزی سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ قادیانی دعوائے نبوت کر کے مردود و مبغوض ٹھہرا اور اس پر کافر و ملحد ہونے کا ٹھپہ لگ گیا۔ مگر مولانا کی زندہ تحریریں آج بھی عوام الناس کو حدیث رسول کے بارے میں بے اعتمادی کا درس دیتی نظر آتی ہیں اور ہر پڑھا لکھا ہوشمند نو جوان ان کی اس تضاد بیانی پر حیران و پریشان ہے۔

”حدیث رسول اور محدثین کے بارے میں مولانا مودودی کے دو متضاد نظریے“

ایک نظریہ:

☆ حق یہ ہے کہ مسلمانوں پر ان محدثین کا اتنا بڑا احسان ہے کہ وہ قیامت تک اس بارے میں شک و شبہ نہ ہو سکتے۔ (۲)

☆ دنیا میں زمانہ گزشتہ کے حالات کا کوئی ذخیرہ اتنا مستند نہیں جتنا کہ حدیث کا ذخیرہ مستند ہے۔ (۳)

☆ ان کتابوں کے ذریعہ حدیث کا وہ علم قریب قریب یقینی طور پر ہم تک پہنچ گیا ہے جو پہلی دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے ائمہ حدیث کے پاس تھا، اس کے علاوہ احادیث کے متعلق وہ تمام معلومات بھی معتبر کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچ گئی ہیں جن سے کام لیکر ان محدثین نے حدیثوں اور ان کے راویوں کے حالات کی جانچ پڑتال کی تھی۔ (۴)

(۲) تفہیمات اول: ۳۱۷

(۱) فیض الباری: ۲

(۳) تفہیمات اول: ۳۲۵

(۴) تفہیمات اول: ۳۰۳

☆ جس خدا نے اپنی آخری کتاب کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام کیا ہے، اسی نے اپنے آخری نبی ﷺ کے نقوش قدم اور آثار ہدایت کی حفاظت کے لئے بھی وہ انتظام کیا ہے جو اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ (۱)

☆ فن حدیث میں درایت کی حیثیت وہی ہے جو قانون میں جج کی رائے اور قوت فیصلہ کی حیثیت ہے، جس طرح جج ہر گواہ کے بیان کو یوں ہی قبول نہیں کر لیتا بلکہ اس کو مختلف پہلوؤں سے جانچ کر رائے قائم کرتا ہے اسی طرح ایک محدث ہر روایت کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرتا بلکہ جانچ پڑتال (جرح و تعدیل) کر کے رائے قائم کرتا ہے۔ (۲)

☆ محدثین کرام نے عہد رسالت اور عہد صحابہ کے آثار و اخبار جمع کرنے اور ان کو چھاننے اور ان کی حفاظت کرنے میں وہ محنتیں کی ہیں کہ دنیا کے کسی گروہ نے کسی دور کے حالات کے لئے نہیں کیں، انہوں نے احادیث کی تنقید و تنقیح کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ ایسے ہیں کہ دور گزشتہ کے حالات کی تحقیق کے لئے ان سے بہتر طریقے عقل انسانی نے آج تک دریافت نہیں کئے۔ (۳)

دوسرا نظریہ:

☆ محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو..... انسانی کمزوریوں سے مبرا نہ تھے نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے یہ امکان محض عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ بارہا یہ امکان فعل میں آ گیا۔ (۴)

(۲) تفہیمات اول: ۸۰/۳۱ حاشیہ

(۱) تفہیمات اول: ۳۳۱

(۳) تفہیمات اول: ۳۳۲

(۴) تفہیمات اول: ۳۳۲

(۳) تفہیمات اول: ۳۳۰

☆ احادیث کے متعلق جو کچھ تحقیقات انہوں نے کی ہیں اس میں دو طرح کی کمزوریاں ہیں

ایک لحاظ اسناد اور دوسرا لحاظ تفقہ۔ (۱)

☆ وہ روایات کو معتبر یا غیر معتبر قرار دینے میں زیادہ تر صرف اس چیز کا لحاظ فرماتے تھے کہ اسناد اور رجال کے لحاظ سے وہ کیسی ہیں، رہا فقہانہ نقطہ نظر تو وہ ان کے موضوع خاص سے ایک حد تک غیر متعلق تھا۔ اس لئے اکثر وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جایا کرتا تھا۔ اور وہ روایات پر اس حیثیت سے کم ہی نگاہ ڈالتے تھے اسی وجہ سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک روایت کو انہوں نے صحیح قرار دیا حالانکہ معنی کے لحاظ سے وہ زیادہ اعتبار کے قابل نہیں۔ (۲)

☆ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوئی ہے تو وہ محض گمان صحت ہے نہ کہ علم الیقین۔ (۳)

☆ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ (محدثین کرام) صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہیں۔ صحت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہیں تھا۔ (۴)

☆ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے، وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ (۵)

☆ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے۔ مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے، حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔ (۶) ●

(۲) تفہیمات اول: ۳۳۵

(۱) تفہیمات اول: ۳۳۲

(۳) تفہیمات اول: ۳۳۱

(۳) ترجمان القرآن ربع الاول: ۸۱۳۶۵

(۶) اخبار الاعظام مجلد ۲: ۲۷۲ مئی ۱۹۵۵ء اور ۳ جون ۱۹۵۵ء

(۵) تفہیمات اول: ۳۳۱

● مولانا مودودی کی یہ تحلیلات محض اعتراضی افواہات ہیں میزان تحقیق میں نہ ان کا کوئی وزن ہے نہ وقعت۔ (فیضی)

حدیث رسول علم حدیث محققین علم حدیث اور جمہور محدثین کی خدمات اور ان کی سماعی جملہ کا اعتراف بھی ہے اور پھر ان کی تحقیر و تضحیک پر مشتمل اقتباسات میں بے اعتدائی کا کھلم کھلا اظہار بھی ہے ایک ہی شخص کی باتوں میں کتنا تضاد ہے اور جس شخص کی تحریر دل میں اس قدر تضاد ہو وہ خود اس قابل نہیں رہتا کہ اس پر اعتماد کیا جائے، حدیث پر اس کی بے اعتدائی کی سعی تام خود اسے بے اعتماد اور بے وقار بنا دیتی ہے کہاں حدیث و سنت میں فرق کا مسئلہ زیر بحث تھا مگر حدیث دشمنی نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ صحیح بخاری جس کی صحت پر امت کا اتفاق ہے اس پر بھی مودودی بے اعتدائی کا اظہار کر بیٹھے جبکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے:

الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من التفصيل المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما، وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين۔ (۱)

صحیحین کی ساری کی ساری روایات متصلہ مرفوعہ پر محدثین کا اجماع ہے اور وہ اس پر متفق ہیں کہ وہ سب کی سب قطعی طور پر صحیح ہیں جو شخص ان کی اس اہمیت کو گرائنا چاہتا ہے وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کی راہ سے دور جا رہا ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اس سلسلے میں شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر، علامہ سرخسی حنفی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن الصلاح رحمہم اللہ وغیرہم محققین کی جماعت کی یہ تحقیق ہے کہ صحیحین کی حدیثیں قطعی الثبوت ہیں۔ ان بزرگوں کی آراء کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان رأیہم هو الرأی۔ یعنی ان کا فیصلہ ہی صحیح ہے۔ (۲)

یہ دو حوالے کافی ہیں سورج کے سامنے مودودی کا ٹھنٹا تا چراغ خود ہی دم توڑ چکا ہے افسوس کہ

(۱) حجۃ اللہ البالغہ: ۳۴۳/۱

(۲) مقدمہ فیض الہادی: ۴۱/۱

استخفاف حدیث نے رفتہ رفتہ انہیں انکار حدیث تک پہنچا دیا اور نہایت ہی دریدہ دہنی کے ساتھ انہوں نے اپنی صوابدید کے مطابق مختلف حدیثوں کا انکار کیا اور یہ بھول گئے کہ

وَكَم مِّنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا
وَأَفْتَهُ مِّنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

جہور محدثین سے بغاوت کرتے اور علم حدیث سے دامن چھڑاتے ہوئے انہوں نے اپنی الگ پگڈنڈی بنائی اور بے جا جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت سی حدیثوں کا انکار بیٹھے انہیں بھی یہ خط سوار ہو گیا کہ وہ بھی افتادہ پتھر میں ہیرے کی جوت تلاش کر سکتے ہیں ان کی بھی روح روح محمدی میں گم ہو جاتی ہے وہ بھی مزاج شناس رسول بن چکے ہیں پھر تو روایت، اسناد، اصول محدثین، جرح و تعدیل وغیرہ سب کو بالائے طاق رکھ کر محض درایت کے وسوسوں کے زیر اثر انہوں نے بہت سی تسلیم شدہ حدیثوں کا انکار کیا۔ مثلاً حدیث مجدد کا انکار، مہدی موعود کا انکار، حدیث لطمہ کا انکار، حرمت متعہ کا انکار، ملائکہ کے بارے میں جدت طرازی وغیرہ صرف ایک مثال دلیل کے لئے:

جہور امت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ قریب قیامت ”کانا دجال“ پیدا ہوگا، دجال کی حدیث صحیح بخاری میں آٹھ (۸) مرتبہ اور صحیح مسلم میں سترہ (۱۷) مرتبہ آتی ہے نماز میں آخر تشہد میں جو دعا پڑھنی مسنون ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ۔

دجال کے فتنے سے حفاظت کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے مگر مولانا مودودی اصول محدثین اور جہور امت سے بغاوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں۔ عوام الناس میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہیں ان کی ذمہ داری اسلام پر

نہیں ہے۔ (۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حضور کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے ہی عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو، لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ (۲) ●

حاصل کلام یہ کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ سنت اور حدیث میں فرق کرتے کرتے جمہور محدثین کے راستے سے بھٹک گئے اور درایت کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں اصول و ضوابط کے بجائے سارا دار و مدار محض اپنے خاص ذوق اور صوابدید پر منحصر ہوتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی رحمہما اللہ کے طریقہ گفتگو سے جن چور دروازوں کے کھلنے کا اندیشہ تھا، مرزا غلام احمد قادیانی سے شہ پا کر انہیں مودودی صاحب نے بڑی جرأت اور پامردی سے کھول دیا اور نئی نسل کے کشمیک زدہ نوجوان کو ان کی پسند کا ماڈرن اور سیاسی اسلام پر چلنا مزید آسان کر دیا۔ صدق من قال:

دریا کو اپنی موج کی طغیانوں سے کام
کشتی کسی کی غرق ہو، کہ دریاں رہے

(۱) ترجمان القرآن رمضان، شوال: ۱۳۶۳

(۲) ترجمان القرآن ربیع الاول: ۱۳۶۵

● معاذ اللہ! کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ اندیشہ بے بنیاد تھا، اور مسلسل آپ اپنی امت کو اس سے محض اپنی رائے کی بنیاد پر خیردار کئے جا رہے تھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رہنمائی نہیں تھی؟ یہ بھرے بازار میں عقلی شہساروں کی ٹھوکریں ہیں جس میں وہ منہ کے بل گر پڑے ہیں۔ ذہن نشین رہے کہ دجال کی روایات متواتر ہیں۔ (فیضی)

مولانا اصلاحی دو قدم اور آگے

مولانا مودودی نے مسلک اعتدال ● کے نام پر حجیت حدیث اور سنت رسول ﷺ کے بارے میں جو بے اعتمادی کی راہیں کھولی تھیں ان پر کسی اہل حدیث نے کچھ سوالات کئے تھے جن کا جواب مولانا اصلاحی کے قلم سے شائع ہوا۔ فرماتے ہیں حدیث اور سنت کا دین میں اصلی مقام واضح کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ مختصر طور پر وہ فرق واضح کر دوں جو حدیث اور سنت کے درمیان میں سمجھتا ہوں لیکن عام طور سے لوگ اس کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

حدیث تو ہر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جس کی روایت نبی ﷺ کی طرف کی جائے لیکن سنت سے مراد نبی ﷺ سے صرف ثابت شدہ اور معلوم طریقہ ہے جس پر آپ نے بار بار عمل کیا ہو جس کی آپ نے محافظت فرمائی ہو جس کے حضور عام طور پر پابند رہے ہوں۔ (۱)

مولانا امین احسن اصلاحی مستند ● عالم دین ہیں مولانا حمید الدین فراہی کے علم و فکر کے پاسبان ہیں اور حدیث و سنت کے بارے میں آپ کے خیالات وہی ہیں جو مولانا مودودی مسلک اعتدال میں ظاہر کر چکے ہیں مولانا اصلاحی بنیادی طور سے جماعت اسلامی سے وابستہ تھے مگر ۱۹۵۸ء میں انہوں نے جماعت اسلامی کو خیر باد کہہ دیا تھا تاہم فکری طور سے وہ اعتزالی اور مودودی افکار سے جدا نہیں ہو سکے۔

مودودی نے حدیث و سنت میں فرق کر کے قادیانی افکار کو اپنایا تو اصلاحی نے اسے مزید آگے

● یہ مسلک اعتدال نہیں اعتزال ہے۔ (فیضی) (۱) ترجمان القرآن اکتوبر: ۱۹۵۵

● معاف کیجئے گا کوئی مستند عالم دین ایسا کج فکر اور علمی حقائق و مسلمات کا منکر نہیں ہوتا یہ وہ لوگ تھے جنہیں ان کے علم نے نفع کم نقصان بہت پہنچایا۔ جو علم کو اس کے صحیح مقام سے حاصل کرنے کے بجائے اصاغر اور روہنشات سے حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ (فیضی)

بڑھایا حدیث اور سنت میں مغایرت پیدا کرنے کی اٹھک کوشش کی جمہور محدثین سے اعراض کرتے ہوئے دونوں کے درمیان غیر معروف اور غیر مصطلح فرق بتایا اور ایسی تعریف کی جس کے تانے بانے مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار سے پوری طرح ہم آہنگ نظر آتے ہیں ایک اقتباس آپ ترجمان القرآن سے پڑھ چکے۔ مزید پڑھئے:

حدیث اور سنت کو لوگ عام طور پر بالکل ہم معنی سمجھتے ہیں، یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حدیث اور سنت میں آسمان وزمین کا فرق اور دین میں دونوں کا مرتبہ و مقام الگ الگ ہے ان کو ہم معنی سمجھنے سے بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فہم حدیث کے نقطہ نظر سے دونوں کے فرق کو واضح طور سے سمجھنا ضروری ہے۔ (۱)

آپ پچھلے صفحات میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حدیث اور سنت میں فی الواقع کوئی مغایرت نہیں ہے۔ جمہور محدثین بلکہ پوری امت علم نبوی کے ان دونوں اصطلاح کا مطلب بالکل مترادف و تساوی سمجھتی چلی آرہی ہے، اصلاحی صاحب کا مغایرت اور تفریق کا دعویٰ خود ساختہ اور قطعی بے بنیاد ہے بلکہ قادیانیت کی ہمنوائی ہے حقیقت یہ ہے کہ دین میں دونوں کی حجیت، اصالت، اور مرتبہ یکساں ہے کبھی علم نبوی کو سنت اور کبھی حدیث کہا جاتا ہے بلکہ ایک ہی واقعے میں علم نبوی کو حدیث اور سنت دونوں کہنا ثابت ہے پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ (ایک چشم کشا واقعہ)

اصلاحی صاحب حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

محدثین حدیث کو خبر کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور خبر کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ: الخبر یحتمل الصدق والكذب۔ ”خبر صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے“۔ یعنی علمائے فن کے نزدیک ”خبر“ میں صدق و کذب دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے، اسی بنیاد پر حدیث کو ظنی بھی کہتے

ہیں۔ (۲)

زیر نظر کتاب میں ”چار بنیادی اصطلاحیں“ کے عنوان سے حدیث اور خبر پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے خبر کی اصطلاحی تعریف میں تین اقوال نقل کئے گئے ہیں اور حدیث کی تعریف میں چھ اقوال ذکر کئے گئے ہیں، تاہم دونوں میں جو فرق ہے اسے واضح انداز میں یوں لکھا گیا ہے کہ:

حدیث اور خبر کے مابین عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے لہذا ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں ہو سکتی۔ (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہر حدیث خبر ہے اور حدیث کو جانچنے کے اصول و ضوابط موجود ہیں اگر اس کی روشنی میں حدیث صحیح ہے تو وہ قابل حجت ہے اس طرح حدیث پر اگرچہ خبر کا بھی اطلاق ہوتا ہے مگر اس محقق خبر سے صرف صدق یعنی علم یقینی حاصل ہوتا ہے مگر عام خبر حدیث نہیں ہے نہ اس کی جانچ ممکن ہے۔ غیر محقق اور غیر مصدقہ خبروں کے متعلق کذب کا گمان ضرور کیا جاسکتا ہے۔ اور جب کسی خبر کی باقاعدہ تحقیق ہو چکی تو اس سے احتمال کذب خود بخود ذائل ہو گیا اب وہ خبر حدیث نبوی کہلائے گی جس میں کذب کا احتمال نہیں۔

احادیث نبوی یا اخبار نبوی کے چشمہ صافی کو مکدر کرنے اور وضائیں کی فتنہ سامانیوں سے روکنے کے لئے محدثین کرام نے انتھک کوششیں کی ہیں اسماء الرجال، جرح و تعدیل اور مصطلحات کی کتابیں موجود ہیں۔ متن حدیث سے پیشتر اس کی سند کا التزام کیا جاتا ہے اسے کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے جو حدیث کا ایک لازمی جزو ہے جس کی وجہ سے فرمان رسول ﷺ میں کذب کا احتمال باقی نہیں رہتا اور: الخبر یحتمل الصدق والكذب۔ ”خبر صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔“ کا اطلاق عام خبروں پر ہوگا جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال موجود ہے لیکن اسے احادیث نبوی یا اخبار نبوی پر محمول کرنا ایک طرح کی زیادتی ہے اور بالکل اسے محدثین سے منسوب کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ مولانا اصلاحی صاحب اخبار نبوی میں صدق کے ساتھ کذب کے احتمالی وجود کے بھی قائل ہیں جس کی وجہ سے وہ مولانا مودودی کے فاسد نظریہ حدیث سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر تمام ذخیرہ احادیث ہی کو مشکوک و مشتبہ اور ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بیاید گریست

دوسری بات اصلاحی صاحب نے فرمایا: اسی بنیاد پر حدیث کو ظنی بھی کہتے ہیں۔

بعض لوگوں نے قرآن کریم کے بالمقابل حدیث کو ظنی کہا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ حدیث پر ظنی کا حکم لگا کر انکار حدیث اور استخفاف حدیث کی جرأت بے جا بھی کی گئی ہے۔ قرآن کو قطعی اور حدیث کو ظنی کہنے والوں کی نیتوں کا علم صرف اللہ کے پاس ہے کیونکہ جس طرح قرآن کو وحی متلو اور وحی جلی کہتے ہیں اسی طرح حدیث کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کہتے ہیں خود قرآن ناطق ہے: (وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) (النجم: ۴-۳) اور محمد ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

قرآن کے اس واضح اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص نبی ﷺ کی باتوں کو ظنی قرار دیتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے یا جان بوجھ کر وہ شریعت اسلامیہ کی جڑیں اکھیڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

عربی میں ظن یقین کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کہ قرآن نے کہا: (الَّذِينَ يَكْتُمُونَ آيَاتَهُمْ مُّكَلِّمُوا بِهِمْ) (البقرہ: ۲۶)، (وَوَظَنَ اللَّهُ الْفِرَاقَ) (القیامہ: ۲۸)، (هَلْ ظَنَنْتُمْ) (النَّاسُ يَكْفُرُونَ) (الفتح: ۱۲)۔

مذکورہ تمام آیتوں میں ظن کو یقین کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ بلکہ مترادفات القرآن کے مولف نے تو یقین کے ضمن میں تین الفاظ کا ذکر کیا ہے: ایقن، استیقن، اور ظن (۱) یعنی ظن

بمعنی یقین، پتہ چلا کہ عربی میں لفظ ظن کے معنی و مفہوم متعین کرنے کے لئے قرآن و شواہد وغیرہ دیکھے جائیں گے اگر قرآن و شواہد قوی ہیں تو ظن یقین کا معنی دے گا اور احادیث میں تو متن سے پہلے سند کی جانچ ہوتی ہے اور اصول محدثین پر پورا اترنے پر ہی اسے حدیث رسول تسلیم کیا جاتا ہے، پھر بھی اگر کوئی حدیث کو ظنی ہی کہنے پر بضد ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

قدر گل بلبل بداند قدر گوہر جوہری

تیسری بات اردو میں بھی عام طور سے ظن کے دو مفہوم ہوتے ہیں: حسن ظن، سوء ظن شاعر کہتا ہے:

جب تلک کھل کر نہیں کرتا بغاوت آدمی

احتیاطاً ہم اسے رکھتے ہیں حسن ظن کے بیچ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں ظن مذموم نہیں ہے قرآن نے ان بعض الظن اثم کہا کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے اردو میں عمومی طور سے ظن کو بدگمانی ہی کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اس لئے جب حدیث کو ظن کہا جاتا ہے تو عام آدمی کا اعتماد علم حدیث سے اٹھ جاتا ہے اور محدثین کی علمی اصطلاح پر غیر اصطلاحی معنی و مفہوم غالب آ جاتا ہے اور حدیث کی عظمت کا تصور ختم ہو جاتا ہے اس لئے اردو میں عوام الناس میں حدیث کو ظن لکھنے اور کہنے سے احتیاط و احتراز ضروری ہے۔ ● اصلاحی صاحب اگر اس ناچے سے غور کرتے تو شاید اتنی بڑی لغزش کے شکار نہ ہوتے۔

حدیث کے سلسلے میں تشکیک و ادہام کو رواج دینے اور اسے استہزائی انداز میں پیش کرنے کے بعد، سنت کے متعلق فرماتے ہیں:

یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ سنت کا تمام تر تعلق عملی زندگی سے ہے یعنی ان چیزوں سے جو

● اردو دانوں کے اس مزاج اور فہم سے فائدہ اٹھانا تو ان کا مقصود ہی ہے پھر احتیاط کس بات کی؟ (فیضی)

کرنے کی ہیں۔ وہ چیزیں اس کے دائرے سے الگ ہیں جو محض عقائد، علمی نوعیت کی ہیں مثلاً ایمانیات، تاریخ اور شان نزول وغیرہ کی قسم کی چیزوں کو سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (۱)●

اصلاحی صاحب کی ایک اور تحریر گزر چکی ہے کہ:

سنت سے مراد نبی ﷺ سے صرف ثابت شدہ اور معلوم طریقہ ہے، جس پر آپ نے بار بار عمل کیا ہو۔ جس کی آپ نے محافظت فرمائی ہو جس کے حضور عام طور پر پابند رہے ہوں۔ (۲)●

قارئین! اس کتاب میں سنت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے، اساطین علم و فضل کے دس اقوال نقل کئے گئے ہیں مگر اصلاحی صاحب نے تمام محدثین اور علمائے اصول سے نظریں چراتے ہوئے سنت کی جو خود ساختہ تعریف کی ہے اس سے سنت کے مفہوم کو بالکل تنگ اور مختصر کر دیا ہے جس پر قائم رہنا خود ان کے لئے بھی مشکل ہو رہا ہے کیونکہ اس سے پہلے اصلاحی صاحب لکھ چکے ہیں۔ ہمارے زیر نظر اس وقت سنت نبوی ہے یعنی وہ طریقہ ہے جو آپ نے بحیثیت معلم شریعت اور بحیثیت کامل نمونہ کے احکام و مناسک کے ادا کرنے اور زندگی کو اللہ تعالیٰ کی پسند کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے عملاً اور قولاً لوگوں کو بتایا اور سمجھایا۔ (۳)

اس سے ثابت ہوا کہ سنت کا تعلق صرف نبی ﷺ کے ثابت شدہ اعمال سے نہیں بلکہ آپ کے ثابت شدہ اقوال سے بھی ہے کیونکہ اصلاحی صاحب نے عملاً کے ساتھ قولاً لکھ کر خود اپنے اصولوں کی تکذیب کر ڈالی ہے ان سے پیشتر یہی بات مولانا مودودی صاحب نے حدیث اور سنت

(۱) مبادی تدبر حدیث: ۲۸

● عقیدہ و احکام کے متعلق احادیث سے استدلال میں فرق معتزلہ و جہمید کی قدیم بدعت ہے۔ (فیضی)

(۲) ترجمان القرآن اکھبر: ۱۹۵۵ء

● سنت کی یہ تعریف نظریاتی بدعت ہے۔ (فیضی)

(۳) مبادی تدبر حدیث: ۲۴

میں فرق کرتے کرتے تھک بار کر دونوں کی یکسانیت کو تسلیم کر لیا ہے ● ملاحظہ فرمائیں:

سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضور ﷺ کے قولی اور عملی تعلیم سے مسلم معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رائج ہوا جس کی تفصیلات معتبر روایتوں سے بھی بعد کی نسلوں کو اگلی نسلوں سے ملیں اور اس پر عمل درآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ (۱)

دیکھئے یہاں بھی سنت کی تعریف میں عملی سے پیشتر قولی تعلیم کا تذکرہ ہے اور پھر معتبر روایتوں سے اس کا محفوظ ہونا بھی ہے۔ یہی تو حدیث ہے یعنی ان حضرات نے قادیانی منطق پر اگرچہ اپنا سارا زور صرف کر دیا مگر تھک بار کر شعوری یا غیر شعوری طور سے مان ہی لیا کہ سنت اور حدیث میں جو یکسانیت ہے اسے ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

آگے چل کر پھر ایک دوسرے ڈھنگ سے مولانا اصلاحی نے عظمت حدیث پر یوں لاف زنی کی ہے:

سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے جن میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا بلکہ امت کے عملی تواثر پر ہے۔ (۲)

اصلاحی صاحب نے اس میں تین دعوے کئے ہیں۔

۱۔ سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے۔

۲۔ احادیث میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

۳۔ سنت کی بنیاد امت کے عملی تواثر پر ہے۔ ●

● طریقہ سلف سے اعراض کرنے والے تمام لوگوں کا تاقض اور تضادات کا شکار ہونا لازم ہے تاریخی شواہد سے مبرا بن کرنے کے لئے کافی ہیں ومن لم يجعل الله له نورا افعله من نور (النور: ۴۰) (فیضی)

(۱) تفہیم القرآن: ۱۷۰/۶ (۲) مبادی تدبر حدیث: ۲۹

● اسی دلیل سے لوگ بت پرستی اور قبر پرستی بھی فرماتے ہیں۔ (فیضی)

پہلی بات: آپ سنت اور حدیث کی اصطلاحی تعریف میں بہت سے علمائے اصول کے اقوال پڑھ چکے ہیں۔ تقریباً تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سنت اور حدیث مترادف ہے اسی وجہ سے لوگوں نے سنت کا ترجمہ حدیث سے اور حدیث کا ترجمہ سنت سے کیا ہے، دونوں میں یکسانیت ہے اس سلسلے میں دسیوں علمائے کرام کی شہادتیں لکھی جا چکی ہیں کہ سنت اور حدیث میں اگرچہ لغوی اعتبار سے فرق ہے لیکن اصطلاح محدثین میں دونوں باہم مترادف ہیں۔

لیکن بفرض محال اگر دونوں میں تفریق کر دی جائے تو بھی حدیث سنت پر مقدم ہوگی کیونکہ شیخ عزالدین ہلیق فرماتے ہیں: والحدیث اساس السنۃ۔ (۱)
یعنی سنت کی بنیاد حدیث پر ہے۔

شیخ محمد صالح المنجد رقمطراز ہیں: إن السنۃ ہی ما ثبت من الأحادیث۔ (۲)

سنت وہ ہے جو احادیث سے ثابت ہو۔ ان حوالوں کا ماحصل یہ ہے کہ سنت کی بنیاد احادیث پر ہے موجودہ دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کسی امر کے سنت یا بدعت ہونے کی دلیل علمائے امت احادیث ہی سے فراہم کرتے ہیں جو قرآن و حدیث سے موید و مدلل ہو اسے امت بلاچوں و چرا قبول کر لیتی ہے اور جو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت نہ ہو سکے اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتی ہے گویا قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ حدیث رسول ﷺ بھی شریعت کے مصادر میں شامل ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا سنت اور حدیث میں مولانا اصلاحی کا غیر معروف اور غیر مصطلح فرق جتنا محض قادیانی منطق اور مووودی فلسفہ کی ترجمانی ہے جس کے مضر اثرات سے اللہ تعالیٰ اس امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین

دوسری بات: عام خبر میں صدق و کذب دونوں کا احتمال رہتا ہے مگر جب اخبار نبوی کہا جائے گا تو وہ عام خبروں سے خود میز ہو جائے گا کیونکہ اسے اصول محدثین کے معیار پر پرکھنے کے بعد اخبار

نبوی کہا گیا ہے پھر صدق و کذب کا احتمال کہاں باقی رہا اخبار نبوی یا احادیث نبوی عام خبر کی طرح نہیں ہے۔ نہ اس پر عام خبر کا اطلاق درست ہے۔ منفی سوچ اور منفی نظریہ رکھنے والے بلاوجہ احادیث رسول کو ظنی قرار دے کر عامۃ المسلمین کو بدظن کرتے ہیں اللہ انہیں عظمت حدیث کا شعور عطا فرمائے اور اسلام دشمن سازشوں اور تحریکوں کا آلہ کار بننے سے بچائے۔ آمین

تیسری بات: سنت کی بنیاد بقول اصلاحی اگر امت کے عملی تواتر پر ہے تو اصلاحی صاحب کے معتقدین اور ان کے متوسلین غور فرمائیں کہ امت کے عملی تواتر کے ناپنے کا پیمانہ کیا ہے؟ آج رضا خانی حضرات کے پاس سنت کا عملی تواتر ہے تو دیوبندی حضرات کے پاس سنت کا عملی تواتر کچھ اور ہے عربوں کے یہاں سنت کا عملی تواتر ہے تو عجمیوں کے یہاں سنت کا عملی تواتر بالکل جدا گانہ ہے۔

بلکہ ہر ملک اور علاقے میں الگ الگ سنتیں رواج پذیر ہیں اور ہر کوئی اپنے یہاں رائج سنتوں اور طریقوں کو تواتر کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اسے جانچنے اور پرکھنے کا معیار کیا ہے آخر وہ کون سی کسوٹی ہے جس پر پرکھنے کے بعد ان پر صحیح یا غلط کا حکم لگایا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ عملی تواتر کے نام پر سنت کے شانہ بہ شانہ بدعت بھی چل رہی ہے سنت کے نام پر انجام دیئے جانے والے کتنے ہی امور کا تعلق بدعت سے جڑا ہوا ہے مختلف علاقوں کی متضاد سنت اور سنت و بدعت میں فرق کس طرح کیا جائے گا۔ کیا ارشاد ربانی: (فَرِّدُوا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) (النساء: ۵۹) کے تحت اسے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پیش کیا جائے گا سنت اور بدعت میں تفریق کی جائے گی یا ہر کوئی صوفیوں کی طرح سینہ در سینہ منتقل ہونے والے عملی تواتر پر قائم رہے گا اور قرآن و حدیث کو چیتاں قرار دے دیا جائے گا؟ سوال یہ ہے کہ آخر سنت کے جانچنے کا پیمانہ کیا ہوگا، امت کا عملی تواتر یا احادیث صحیحہ؟

آخری بات: حجیت حدیث سے دامن جھاڑنے اور اسے ظنی قرار دینے والے مولانا اصلاحی کے

بارے میں بڑی حیرت انگیز بات سامنے آئی کہ انہوں نے احادیث رسول ﷺ سے بے اعتنائی کی وہ مثال قائم کی جو یقیناً بے مثال ہے مولانا مودودی کے نقش قدم پر چلنے والے انہیں اپنے بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر رقطراز ہیں:

میں مولانا کی تفسیر کے چھ (۶) جلدوں کی تفصیل بیان کرتا ہوں کہ ان میں مولانا نے کل کتنی احادیث نقل فرمائی ہیں، پوری تفسیر میں کتب حدیث میں سے صرف بخاری، مسلم اور ترمذی شریف کا نام گنتی کے چند مقامات پر پایا جاتا ہے۔ جلد اول کے ۸۳۶ صفحات ہیں جبکہ اس میں سترہ احادیث لکھی ہیں۔ ان میں صرف ایک جگہ صحیحین ایک جگہ مسلم اور صرف ایک مقام پر ترمذی شریف کا نام ہے۔

جلد دوم میں ۸۰۸ صفحات ہیں اس میں دس احادیث ہیں اور ۱۹ احادیث کتاب کے نام کے بغیر درج کی ہیں صرف ایک جگہ صحیح بخاری کا نام ہے۔ جلد سوم ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہے چھ احادیث بغیر حوالہ کے درج ہیں دو حدیثیں مکرر لکھی گئی ہیں گویا کل چودہ احادیث جلد سوم میں ہیں۔ جلد چہارم کے ۸۶۶ صفحات ہیں صرف ایک حدیث نقل کی گئی ہے، جلد پنجم کے ۶۲۷ صفحات میں صرف سات احادیث نقل کی ہیں، صرف صحیح بخاری کا نام دو جگہ پر ہے اور کسی حدیث کی کتاب کا نام نہیں ہے۔

جلد ششم کے ۶۴۶ صفحات ہیں جن میں کل چھ (۶) احادیث لکھی ہیں جلد ہفتم کے ۶۴۴ صفحات ہیں گویا چار ہزار آٹھ سو ستر صفحات پر پھیلی ہوئی کتاب میں گنتی کی کل (۴۰) احادیث ہیں لیکن دیگر مصادر کی بھرمار ہے۔ جاہلی ادب سے کافی استفادہ کیا گیا ہے اہل لغت کی طرف بھی کافی رجحان ہے، لیکن مولانا کی حدیث نبوی سے اتنی بے اعتنائی سمجھ سے بالا ہے۔ (علوم الحدیث فی فکری اور تاریخی مطالعہ ۹۴۴)

کوئی مسلم اسکا اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کی تفسیر و تشریح تو نبی کائنات نے بذات خود فرمائی ہے جو احادیث کی کتب التفسیر میں موجود ہیں مولانا کی جدت طرازی یہ ہے کہ انہوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی ہے بلکہ اپنی تفسیر میں احادیث سے بڑھ کر جاہلی ادب اور لغت پر اعتماد کیا ہے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ ”الہدٰی“ کا کوری (لکھنؤ) میں کسی مبصر نے لکھا تھا۔

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جس کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خطی سمجھتے ہیں

خلاصہ کلام یہ کہ مولانا اصلاحی صاحب اپنے پیشرو مولانا مودودی کی طرح حدیث و سنت میں فرق کرتے کرتے انکار حدیث کی راہ ہموار کرتے نظر آتے ہیں اور یہ خطرناکی مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ لوگ تو مردود اور کذاب کہلاتے ہیں اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں مگر مودودی اور اصلاحی صاحبان تو اسلامی اسکارلز اور دانشوران ملت میں شمار کئے جاتے ہیں جن کی تصنیفات سے بے دریغ پھیل رہی ہے اور انکار حدیث کا فتنہ مزید پھیل رہا ہے۔

از ہر ہند میں استاد حدیث لیکن حدیث کی مخالفت

عجیب اتفاق ہے کہ جنوب ایشیاء میں جن حضرات نے انکار حدیث اور مذہبی فتنوں کو جنم دیا ہے ان سب کے ناموں میں ”احمد“ کے نام کا اشتراک پایا جاتا ہے دیکھئے: سرسید احمد خان، مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی احمد دین امرتسری، غلام پرویز احمد، جاوید احمد غامدی، یہ مشہور نام ہیں جنہوں نے دین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق دین کو نیچریت، دعویٰ نبوت، جدیدیت، الحادیت اور مختلف نظریات میں اس طرح ڈھالا ہے جو انہیں کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ ان

کے فتنوں سے امت کو محفوظ رکھے۔ آمین

حدیث اور سنت میں فرق کرنے اور اس میں شکوک و شبہات ڈالنے والے موجودہ دور کے ایک مفتی اور استاذ حدیث بھی ہیں جن کا نام نامی مفتی سعید احمد ہے از ہر ہند وار العلوم دیوبند میں استاذ حدیث ہیں جن کی ایک تقریر ماہ جون ۲۰۰۳ء میں مدراس میں ہوئی تھی جو ان کی نظر ثانی کے بعد کتابی شکل میں آئی ہے کتاب میں کئی اور تقریریں بھی شامل ہیں جن پر حضرت نے نظر ثانی فرمائی ہے، اس طرح تقریر و تحریر کی ساری ذمہ داری مفتی صاحب کے سر جاتی ہے وجہ تقریر جتنا ہوئے رقمطراز ہیں:

غیر مقلدین (سلفیوں) کا فتنہ آج کل لاوے کی طرح بہہ رہا ہے انگلیڈ اور امریکہ جہاں جاتا ہوں اس فتنہ سے سابقہ پڑتا ہے، لوگ ان کی حرکتوں سے پریشان ہیں جنوبی ہندوستان میں بھی یہ فتنہ اپنے بال و پر پھیل رہا ہے۔ (ص: ۲)

کتاب کا نام ہے ”وین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت“ چھیا نوے صفحات پر مشتمل کتاب غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی ہے مجھے کتاب کے تمام تر مشمولات کا جائزہ نہیں لیتا ہے موضوع کے اعتبار سے چند صفحات جو حدیث اور سنت میں فرق کے تعلق سے ہیں انہیں مزید واضح کرنا ہے۔

مفتی صاحب نہ تو منکر حدیث ہیں نہ انکار حدیث کا کوئی نیا شوشہ انہوں نے چھوڑا ہے لیکن اہل حدیث کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مقبولیت نے انہیں پریشان کر رکھا ہے اور اہل حدیث دشمنی میں وہ غیر شعوری طور پر حدیثوں کی عظمتوں کو پامال کر رہے ہیں۔ اہل حدیثوں پر کسی حوالہ اور ثبوت کے بغیر مختلف الزامات عائد کرتے ہیں سوا د اعظم کے نشے میں سرشار جو چاہتے ہیں لکھ جاتے ہیں۔ ایک الزام

جب ہمارا دیا ہوا نام ان کو پسند نہ آیا تو انہوں نے اپنا دوسرا نام انگریز گورنمنٹ سے باقاعدہ

درخواست دے کر الاٹ کرایا اس لئے اہل الحدیث نام رجسٹرڈ کرایا۔ (۱)

دفع الزام: پہلی بات ہر کسی کا نام اس کے اپنے لوگ رکھتے ہیں آپ نے انہیں غیر مقلدین کا نام دیا جو انہیں پسند نہیں آیا۔ آپ کو بھی عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے مرجیہ کے بارہ فرقوں میں شامل کیا ہے۔ دیکھئے ”غنیۃ الطالبین“ کیا آپ اپنے لئے مرجیہ کہلانا پسند کرتے ہیں؟

دوسری بات: ناموں کی تصحیح کے لئے آج بھی سرکاری محکموں کا چکر لگانا پڑتا ہے اگر ہم نے انگریز سرکار میں درخواست دے کر اپنا صفاتی نام صحیح کرایا تو کیا حرج ہے؟

تیسری بات: (احسن الفتاویٰ: ۳۱۶/۱) دیکھئے۔ پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث۔ دوسری کتاب دیکھئے (حقانی عقائد الاسلام)، اہل سنت شافعی، حنفی، مالکی، جنبلی ہیں اور اہل حدیث بھی ان میں داخل ہیں۔ (ص: ۳)

ان تحریروں کو پڑھ کر عوام فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں کذاب اور جھوٹا کون ہے؟ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے انگریز سرکار سے اہل حدیث الاٹ کرایا اور ان کے آباء و اجداد کہتے ہیں کہ جب مکاتب فکر قائم ہوئے تو مذاہب اربعہ کے ساتھ اہل حدیث کا بھی اپنا ایک وجود اور مکتب تھا۔ ہم اس پر کوئی فیصلہ نہیں کرتے فیصلہ عوام کرے کہ دونوں میں سے جھوٹا فساد کی کون ہے؟ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

حدیث سے بغض و عناد اعتراف ملاحظہ فرمائیں: ہم قرآن کے بعد سنت کو بھی مانتے ہیں (حدیث کو نہیں) ● اس کی شرح ان شاء اللہ ابھی کروں گا ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں (امت کے سوا دا عظم نے کہا کہ ہم اہل سنت ہیں اہل حدیث نہیں)۔ (ایضاً: ۳۴)

(۱) کتاب مذکور: ۳۲

● اللہ تعالیٰ اہل بدعت کو اس طرح بے توفیق کر دیتا ہے اور وہ اپنے کرتوتوں کے سبب سنت کی پیروی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (فیض)

مزید پڑھئے: اگر ہم اپنا نام اہل الحدیث رکھیں تو دو نقصان ہوں گے ایک یہ کہ جو منسوخ حدیثیں ہیں ان پر بھی عمل کرنا ہوگا اور حضور ﷺ کے ساتھ جو حدیثیں خاص ہیں ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ حالانکہ وہ عمل کے لئے نہیں ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ ہم خلفاء راشدین کی سنتوں کو نہیں لیں گے حالانکہ حدیث میں ان کی سنتوں کو اپنانے کا حکم ہے اس لئے ہم اہل الحدیث نہیں ہیں اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ (ایضاً: ۳۷)

اب دیکھئے کہ دیوبندی اکابرین کیا لکھتے ہیں:

حاجی امداد اللہ علی کے خلیفہ مجاز محمد انوار اللہ فاروقی نے لکھا کہ: اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے مگر فتویٰ اہل الرائے ہی دیتے تھے بعد میں یہ لقب ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہو گیا اور اس زمانہ کے تمام اہل حدیث نے امام ابو حنیفہ کو امام اہل الرائے کا لقب دیا۔ (۱)

پہلی بات سوال یہ ہے کہ باعتراف دیوبندیہ صحابہ و تابعین وغیرہ اہل الحدیث تھے تو کیا وہ منسوخ حدیثوں پر بھی عمل کرتے تھے اور جو حدیثیں نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھیں ان پر بھی عمل کرتے تھے اگر جواب نفی میں ہے تو پھر سوال ہوگا آخر وہ کیسے اہل حدیث تھے؟ اور آپ نے انہیں اہل حدیث کیسے تسلیم کر لیا؟ آخر اس تضاد بیانی کی وجوہات کیا ہیں؟ ان میں سے صحیح کون ہے اور غلط کون؟ جھوٹا فساد اور فراڈی کون ہے اور حقیقت نگاری کا اظہار کون کر رہا ہے؟

اہل حدیثوں پر الزام لگانے والے خود اپنے گھر کی باتوں سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہیں انہیں دوسروں کی کیا خبر؟

دوسری بات: یہ بھی عجیب منطق ہے کہ اہل الحدیث بن کر خلفاء راشدین کی سنتوں کو نہیں لیں گے۔ حالانکہ حدیث میں سنۃ ائخفاء کے التزام کا حکم ہے جسے اہل الحدیث بن کر لیا جاسکتا ہے اہل السنۃ بن کر نہیں۔ جبکہ اہل السنۃ اور اہل الحدیث یہ دونوں ہمارے صفاتی نام ہیں اور اہل السنۃ

والجماعہ بننے کے لئے پہلے اہل الحدیث بننا ضروری ہے ویسے بھی تو آپ اہل الرائے ہیں ہم آپ کو اہل السنۃ والجماعہ سے خارج بھی نہیں کرتے مگر بد قسمتی سے اہل السنۃ والجماعہ پر رضا خانیوں کا قبضہ ہے اور اہل الرائے سے اپنی برات ظاہر کرنے کے لئے ہمیں اہل حدیث نام ہی مناسب لگتا ہے ویسے بھی ہم حدیث و سنت کو مترادف سمجھتے ہیں حدیث کو سنت اور سنت کو حدیث کہنے کا عمل سلف صالحین سے چلا آ رہا ہے جس کے دلائل کتاب کے شروع میں موجود ہیں، اس لئے ہم اہل الحدیث بھی ہیں اور اہل السنۃ والجماعہ بھی۔

حدیث اور سنت میں جو باریک سا فرق ہے اسے بنیاد بنا کر حدیث کی حجیت اور حدیث کی عظمت کو پامال کرنے کی لگاتار کوششیں ہو رہی ہیں مفتی صاحب کا یہ جملہ کس بات کی غمازی کر رہا ہے۔

ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں!!

مت مانئے حدیث! کیجئے حدیث کا انکار! اور دیوبند میں سنتوں کے ڈھالنے کی فیکٹری قائم کیجئے کیونکہ احناف کو صحیح حدیث کے دائرے میں رہ کر حنفی مسائل اور سنتیں ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

چھوڑیئے کتب ستہ اور دیگر مشہور کتب حدیث اور رطب و یابس جمع کر کے ”اعلاء السنن“ کی طرح حنفی سنتوں پر مشتمل مزید کوئی اور کتاب لکھو ایسے تاکہ حدیثوں سے مکمل چھٹکارہ مل سکے مگر مشکل یہ ہے کہ گھاس اور زعفران میں تمیز کرنے والے لوگ بھی آپ کے درمیان موجود ہیں۔

طلب میں عمر بھی اپنی اگر گنوائیں گے

’حدیث‘ چھوڑ کے ’سنت‘ کہاں سے لائیں گے

چوتھی بات: مفتی سعید احمد صاحب اگرچہ منکر حدیث نہیں ہیں لیکن اہل حدیث دشمنی میں لفظ ”حدیث“ سے چڑھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں تضاد بالکل واضح ہے۔

انہوں نے کہا ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں۔ (ایضاً: ۳۴) (بہت بڑی جرات ہے)

انہوں نے لکھا: قرآن کریم تو حجت ہے ہی، اللہ کا کلام ہے اور جب حدیثیں ادھر راجع ہیں تو کیا حدیثیں حجت نہیں ہوں گی۔ (ایضاً: ۳۴) (پھر انکار حدیث کس لئے؟)

انہوں نے لکھا: اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کھول کر سمجھایا ہے اسی کا نام حدیث ہے پس اگر قرآن حجت ہے اور یقیناً ہے تو احادیث بھی حجت ہیں۔ (ایضاً: ۳۷) پھر نہ ماننے کی ضد کس لئے۔

انہوں نے لکھا پھر وہ یہ کہے کہ حضور ﷺ نے احادیث میں جو باتیں بتلائی ہیں وہ حجت نہیں ہے تو حضور کو رسول ماننے کا مطلب کیا رہا؟ (ایضاً: ۴۵) (خود اپنا محاسبہ کیجئے)

مفتی صاحب کی کتاب سے ہم نے چار اقتباسات نقل کر دیئے ہیں اور باب ذوق حوالہ دیکھ لیں آخر ان کی باتوں میں اس قدر تضاد کیوں ہے ایک ہی بات لکھتے کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے! یا حدیث کو ہم مانتے ہیں!

مفتی صاحب غصہ تھوک دیکھئے اہل حدیث دشمنی پر نظر ثانی کر لیجئے کہ جن اصولوں پر آپ حدیث سے اپنا دامن چھڑا رہے ہیں کہ منسوخ حدیث پر بھی عمل کرنا پڑے گا کل یہی اصول آپ کو مجبور کرے گا کہ آپ قرآن کو بھی چھوڑیں آخر قرآن میں بھی تو منسوخ پر عمل کرنا پڑے گا کیا قرآن میں منسوخ احکامات نہیں ہیں؟ کیا آپ کا عمل منسوخ احکامات پر بھی ہے؟ آج آپ برملا ڈنگے کی چوٹ پر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے اگر یہی جذبہ پروان چڑھتا رہا تو کل یہ بھی کہیں گے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے!! (نعوذ باللہ)

آخری بات چلے آپ کے یہاں حدیثیں مشکوک ہیں لیکن سنت کا معنی متعین ہے۔

الطريقة المملوكة في الدين یعنی دینی راہ۔ (ایضاً: ۳۴)

لیکن اس دینی راہ کی رہنمائی کہاں سے ملے گی آپ کے ہم مسلک حنفی عالم مولانا احسن اصلاحی صاحب لکھ چکے ہیں:

”سنت کی بنیاد حدیث پر نہیں ہے“ آخر آپ سنت کی تعیین کیسے کریں گے؟

پہلا سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ احادیث کے بغیر دینی راہ متعین کر لیں؟

دوسرا سوال: جو حدیثیں منسوخ ہیں ان کا علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوگا؟

تیسرا سوال: جو امور حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اس کی تفصیل آپ کو کہاں ملے گی؟

چوتھا سوال: خلفاء راشدین کی سنتوں کو بھی ماننا ضروری ہے اس کا علم آپ کو کہاں سے حاصل

ہوگا؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب عوام کو بھی معلوم ہونا چاہئے۔

افسوس: خدمت حدیث پر پلٹنے بڑھنے والے خود حجیت حدیث کی مٹی پلید کر رہے ہیں اور عوام الناس کو حدیث سے بے اعتنائی کا سبق پڑھا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ عوام الناس لفظ حدیث سے چڑھنے لگے ہیں اور آجکل بہت سے علماء بھی عوامی اسٹیج سے خطاب کرتے ہوئے برملا اس کا اظہار کرتے ہیں کہ دین میں اصل سنت ہے حدیث تو گڑبڑ کر دیتی ہے ● اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ حدیث کے حوالے ہی سے زور خطابت بھی دکھاتے نظر آتے ہیں۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتے ہیں

حدیث اور سنت میں فرق

بیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ

انجمن اہل سنت والجماعت ممبئی نے بیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ جس کا نام ہے حدیث اور سنت میں فرق۔ افادات مناظر اسلام، دکیل احتاف ”حضرت مولانا محمد امین صفدر ایکاڑوی“ دوسری کوئی تفصیلات کتابچہ میں موجود نہیں ہے صرف ناشر کا مندرجہ بالا ناقص ایڈریس ہے۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پروہ داری ہے

آپ اسے پردہ داری کہیں بزدلی یا تفریق بین المسلمین کی سازش کہیں یا مسلکی تعصب کہیں یا شرارت اور دل آزاری کہیں، ممکن ہے کہ یہ ان تمام چیزوں کا مجموعہ بھی ہو۔

جس شخصیت کا نام ابھر کا سامنے آتا ہے وہ حلقہ دیوبندیوں میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی کئی تصانیف ہمارے پاس بھی موجود ہیں۔ جس سے اندازہ لگتا ہے کہ وہ دوسروں کی دلیلیوں کو نظر انداز کرنے اور بانداز مضحکہ و استہزاء سے رد کرنے میں ید طولی رکھتے تھے مد مقابل کو نیچا دکھانے اور اپنی بات کو برقرار رکھنے کے لئے جھوٹ کا بکثرت سہارا لیتے تھے۔ ایک پاکستانی عالم رقمطراز ہیں:

ماسٹر امین صفدر ایکاڑوی دیوبندی (آنجنہانی) کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ وہ ان کے مشہور مناظر اور وکیل تھے چونکہ اب بھی اکثر دیوبندیوں کے مباحث کا وار و مدار انہیں پر ہے۔

اس لئے ایکاڑوی صاحب کے پچاس جھوٹ پیش خدمت ہیں۔ (۱)

ماسٹر امین ایکاڑوی ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں انتقال کر چکے ہیں جیسا کہ (خطبات

صفہ: ۱/۷۱) میں مرقوم ہے پس مرگ ہم بڑے محتاط انداز میں مذکورہ کتابچہ کا جائزہ لیں گے۔
(ان شاء اللہ)

لیکن ایک چیز یاد رکھیں کہ اوکاڑوی صاحب اہل حدیث دشمنی میں بہت آگے جا چکے تھے غالباً ان کے اندر سے یہ احساس ختم ہو گیا تھا کہ حدیث کا تمسخر کسی اہل حدیث کا نہیں بلکہ علم نبوی کا تمسخر و استہزاء ہے۔ اس لئے حدیث اہل حدیث، کتب حدیث کا نام بھی جلے بھنے انداز میں لیا کرتے تھے۔ ایک مثال دیکھئے:

رفع الیدین فی الصلوٰۃ کے موضوع پر مولوی عبدالرشید ارشد سے مولانا محمد امین صفہ کا ایک مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ جو عوامی اور بازاری رویہ انہوں نے اختیار کیا دلائل کا استہزاء اور مذاق اڑایا وہ انہیں کا حصہ ہے ایک جگہ کہنے لگے:

اب یہاں پانچ کو جو دس بنا دیا گیا ہے اس کا جواب ہمیں دیا جائے، مدینے میں پانچ ہے اور بخارے میں جا کر دس ہو گئی ہے۔ مدینے میں امتی کا قول ہے اور بخارے میں جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بن گئی۔ (۱)، (۲)۔

(۱) فتوحات صفہ: ۱/۱۳۱

(۲) مولوی عبدالرشید ارشد نے رفع الیدین کے جو دلائل پیش کئے ہیں، وہ لائق مطالعہ ہیں اوکاڑوی کی کتاب فتوحات صفہ کی پہلی جلد میں اس کی تفصیلات موجود ہیں اگر غیر جانبدار ہو کر کوئی بھی قاری اسے پڑھ لے تو ساری بات سمجھ میں آ جاتی ہے، خصوصاً دیراہن کی روشنی میں گفتگو کون کرتا ہے اور ادھر ادھر کی ٹکوس اور ہٹ دھرمی کر کے ٹائم پاس کون کرتا ہے۔ دیکھئے اوکاڑوی اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا ہے کہ بخارے میں جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بن گئی حالانکہ بخاری کے شریف میں بیٹھ کر لکھی گئی ہے بخارے میں نہیں جسے دیکھ کر متعصب مقلد کو بخار چڑھنے لگتا ہے جبکہ حقیقت پسند علماء دیوبند گواہی دے رہے ہیں کہ بخاری کے میں بیٹھ کر لکھی گئی ہے، اسی طرح کے میں بخاری اور مدینے میں موطا لکھی گئی۔ الحمد للہ اہل حدیث کے اور مدینے میں لکھی گئی دونوں کتابوں کو بھی حدیث و سنت کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موطا میں ضعیف روایتیں بھی موجود ہیں جبکہ صحیح بخاری میں کوئی روایت ضعیف نہیں ہے، بات سمجھ میں آئی کہ اوکاڑوی کا طعنہ سو فیصد غلط اور گمراہ کن ثابت ہوا کہ بخاری بخارے میں لکھی گئی ہے یہ ہے دجل و فریب۔

ماسٹر امین اکاڑوی کا یہ اعتراض کہ ”بخارے میں جا کر نبی ﷺ کی حدیث بن گئی ہے۔“ یہ

..... دوسری بات نبی ﷺ کی حدیث اور امتی کا قول اس کی حقیقت کیا ہے آئیے اسے بھی سمجھ لیں:

وَأَيْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ أَحَدُ مَنكَبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَكْبِتُ لِلرُّكُوعِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَيَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ۔ (صحيح بخاری حدیث: ۷۳۶)

وفی حدیث - وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ "، وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عَمْرٍو إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ایضاً: ۷۳۹)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور اسی طرح جب رکوع کے لئے اللہ اکبر کہتے، نیز جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی اسی طرح کرتے اور صبح اللہ ملن حمد کہتے اور مسجدوں میں آپ یہ عمل نہ کرتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے اور جب دو رکعت ادا کر کے کھڑے ہوتے تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے، اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

یہی بخاری والی حدیث (۷۳۶) موطا امام مالک میں بروایت ابن قاسم موجود ہے بخاری میں بھی یہ حدیث ہے موطا میں بھی حدیث ہے، موطا میں اسے کسی کا قول کہنا حدیث کا استہزاء اور عوام کو گمراہ کرنا ہے۔ نبی ﷺ کا وہ عمل جسے صحابی نقل کرے اسے صحابی کا قول نہیں بلکہ حدیث ہی کہا جائے گا اصطلاح حدیث میں ایسی حدیث کو ”مرفوع فعلی“ کہتے ہیں۔ (دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ڈاکٹر محمود الطحان: ۱۲۲)

موطا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ دو رکعتوں میں رفع یدین پانچ بار ہوگا جبکہ بخاری میں مجموعہ احادیث کا مفاد یہ ہے کہ چار رکعتوں والی نماز میں رفع یدین دس بار ہوگا دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے نہ یہ کسی امتی کا قول ہے بلکہ حدیث ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں اہل کوفہ کے علاوہ تمام علماء امت کا اتفاق ہے رسول اللہ ﷺ نے ساری زندگی اس سنت پر عمل کیا اور یہی اسی سنت متواترہ ہے جسے عشرہ مبشرہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر عمل حیرا دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے رفع یدین کو منسوخ یا متروک یا غیر ادلی کہنا باطل ہے۔ کسی بھی صحابی سے رفع یدین کا نہ ثابتا نہیں ہے۔ ربیع عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت تو وہ جمہور صحابہ کے خلاف ہے اور احناف خود کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسیان کا مرض لاحق ہو گیا تھا، اور وہ بہت ساری باتیں بھول جاتے تھے۔ آئیے حافظ زلیحی کی.....

امام بخاریؒ پر زبردست الزام ہے اور صحیح بخاری کا مضحکہ بھی۔ جب کہ علماء دیوبند امام بخاری اور صحیح بخاری کی عظمت کی گواہیاں دیتے ہیں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت قاری محمد طیب دیوبندی رحمہ اللہ نے کہا کہ:

امام بخاریؒ نے مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفا و کرامتا) میں سولہ برس گزارے ہیں اور وہیں بخاری کی تکمیل فرمائی ہے۔ (۱)

محمد اسحاق ملتانی دیوبندی، امام بخاریؒ کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

..... نصب الراية پڑھیں:

قَالَ صَاحِبُ التَّنْقِيحِ: قَالَ الْفَقِيه أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْحَاقَ، هَذَا عَلَّةٌ لَا يَسَاوِي سَمَاعَهَا، لِأَنَّهُ رَفَعَ الْيَدَيْنِ قَدْ صَحَّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ عَنْ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، ثُمَّ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَلَيْسَ فِي نِشْيَانِ ابْنِ مَسْعُودٍ لِذَلِكَ مَا يَسْتَفْتَرَبُ. (نصب الراية: ۱/۳۹)

یعنی صاحب تنقیح نے کہا کہ ابو بکر اسحاق فقیہ نے کہا کہ یہ علت (عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رفع یدین نہ کرنا) حدیث رفع یدین کے مساوی نہیں ہو سکتا کیونکہ رفع یدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے خلفائے راشدین سے پھر صحابہ و تابعین سے صحیح طور سے ثابت ہے اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نسیان کا اعتراف امام محمد (متوفی: ۱۸۹ھ) نے بھی کیا دیکھئے (کتاب الامار: ۲۲ طبع لاہور) اگر آپ تحقیق کریں گے تو پتہ چلے گا کہ نسیان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو احتاف کی فوسر کردہ شخصیات نے تسلیم کیا ہے اور کاڑوی نے مناظرے میں ضد، ہٹ دھرمی، جھوٹ اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا کیونکہ رفع یدین کے اثبات میں دلائل کے انبار ہیں جسے ایماندار سے غلط ثابت کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے موطا میں دو رکعتوں میں پانچ بار رفع یدین کا ذکر ہے کہ کسی اور کا قول و فعل نہیں ہے بلکہ خود نبی ﷺ کا فعل ہے جس کا مذاق اڑانا کسی ایمان والے کا کام نہیں اور بخاری میں مجموعہ احادیث سے چار رکعتوں میں دس بار رفع یدین کرنے کی صراحت ہے اور وہ نبی ﷺ سے ثابت ہے مگر جس کے دل و دماغ میں کوفہ کی دھول جھی ہوئی ہو اور سر میں تقلید امتی کی غلاظت بھری ہوئی ہو وہ حدیث رسول کی عظمت کیا جانے۔ (یوسفی)

(۱) خطبات حکیم الاسلام ج: ۶/۷۲

اس کے بعد میرے دل میں صحیح بخاری کی تدوین و ترتیب کا خیال پیدا ہوا اور سولہ سال کی مدت میں اس کی تکمیل کی۔ سب سے پہلے اس کا مسودہ مسجد حرم میں بیٹھ کر لکھا۔ (۱)

ان دونوں دیوبندیوں نے اعتراف کیا کہ بخاری، بخارا میں بیٹھ کر نہیں لکھی گئی ہے بلکہ صحن حرم میں بیٹھ کر لکھی گئی ہے۔ امین ادکاڑوی کے محسن و مربی اور دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر بھی مانتے ہیں کہ اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔ (۲)

جبکہ امین ادکاڑوی نے اجماع کے متعلق لکھا ہے:

اجماع امت کا مخالف بھص کتاب و سنت دوزخی ہے۔ (۳)

اس کی مزید ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والوں کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ) (۴)

ماضی قریب میں دیوبندیوں کے ایک مفکر اور محقق محمد ابو بکر غازی پوری گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں:

امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں۔ علماء سلف و خلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطا کیا ہے۔ درس و تدریس، شرح و تعلیق، استدلال و استخراج، فائدہ و استفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دلچسپی کا محور بنی ہوئی ہے۔ کسی حدیث کی صحت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ اور بلاشبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اس کی شان عظمت کا انکار صرف شیعوں نے کیا یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔ (۵)

(۱) شیعہ رسالت کے پروانوں کے ایمان افروز واقعات: ۳۷۳

(۲) تجلیات صفدر ج: ۱/ ۲۸۷

(۳) احسن الکلام ج: ۱/ ۱۸۷، حاشیہ

(۴) آئینہ غیر مقلدین: ۳۰۷، ۳۰۷

(۵) تجلیات صفدر: ۶/ ۱۸۹

غاری پوری کے نزدیک غیر مقلدین سے مراد حکیم فیض عالم صدیقی اور وحید الزماں حیدر آبادی ہیں۔ دیکھئے: (۵)

(ویسے بھی متعصب دیوبندی مقلدین اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اہل حدیث حضرات کو تائب بالالقباب کے تحت غیر مقلدین ہی لکھا کرتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ ہمارا عمل حدیث تو حدیث قرآن پر بھی نہیں ہے۔)

آل دیوبند کی تحریروں کے آئینے میں امین اوکاڑوی کی شخصیت بڑی پر اسرار بن جاتی ہے۔ آخر وہ شیعہ تھا یا منکر حدیث تھا یا غیر مقلد تھا یا بدعتی تھا کیونکہ صحیح بخاری کی عظمت گھٹانے والے پر یہ سب فتوے آل دیوبند کے اکابر نے لگائے ہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث اور امام الدینیانی فقہ الحدیث امام بخاریؒ پر امین اوکاڑوی کا یہ بہت بڑا استہزاء اور بہتان ہے جو آل دیوبند بھی نہیں ہضم کر پار ہے۔ آپ نے ان کی شخصیت کو پہچان لیا تو آگے چل کر ان کی تحریروں کو سمجھنا اور آسان ہوگا۔ کاش اوکاڑوی صاحب زندہ ہوتے تو ان کے مزاج کے مطابق جواب دیا جاتا کیونکہ کتاب میں جو ”لن ترانیاں“ ہیں شیخی بازیاں ہیں، طنطنے، لطیفے اور چٹکلے ہیں ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے مفالطوں اور غلط فہمیوں کے ازالے کی حتی المقدور کوشش کرنی ہے۔

محدثین اور فقہاء میں مضحکہ خیز تفریق و تقسیم

اوکاڑوی صاحب نے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ میں ہزاروں خوبیوں کا دعویٰ کیا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ بتلائی ہے کہ اس مسلک کی بنیاد کسی کے کہنے پر نہیں ہے جبکہ دوسرے فرقوں کی بنیاد ہی کہنے پر ہے، لکھتے ہیں: کسی کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ فقہاء کرام کے خلاف کیونہی ہو کسی کی بنیاد

ہی اس بات پر ہے کہ محدثین کے خلاف کینہ ہو۔ (۱) مزید لکھتے ہیں:

یا اللہ! جس طرح فقہاء و محدثین سے ہمیں محبت ہے، یہ دو جماعتیں ہیں فقہاء اور محدثین جنہوں نے صحابہ کے بعد دین کی خدمت کی ہے۔ (ایضاً: ص: ۵) ایک جگہ اور تفصیل سے اظہار خیال فرماتے ہیں:

اس لئے محدثین کون ہیں؟ الفاظ شناس رسول ﷺ اور فقہاء ہیں مزاج شناس رسول ﷺ۔ محدث کی رسائی زبان رسول ﷺ تک ہے کہ حضرت فرمان کیا فرما رہے ہیں؟ اور فقہاء حضرات کی پیشانی سے سینکڑوں مسائل پڑھ جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ دونوں جماعتیں دین کی خادم ہیں کہ ایک نے ● پچھلے کو محفوظ کیا ہے اور دوسرے نے مغز کو محفوظ کیا ہے اور اہل السنۃ والجماعت (الحمد للہ) دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (ایضاً: ص: ۶)

آگے بڑھتے ہیں تو مزید لکھتے ہیں: قیامت میں فائدہ یہ ہوگا..... کہیں گے..... سنیو! واہم تمہاری سفارش کر دیں اللہ کی بارگاہ میں۔ محدثین بھی ہماری سفارش کریں گے، الحمد للہ فقہاء بھی ہماری ● سفارش کریں گے۔ (ایضاً: ص: ۶)

مذکورہ کتابچہ سے میں نے چار اقتباسات نقل کئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتابچہ کے ذریعہ عوام الناس کو جو پیغام دیا گیا ہے وہ بہت ہی خطرناک قسم کا ہے اپنے سینے کو کینے سے خالی بتلا کر ازراہ خیر خواہی دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر قاری کو محدثین سے کینہ پروری کی تعلیم مفت دی گئی ہے۔ آئیے ہم اس کا تجزیہ کریں:

پہلی بات: اس بات کی نشاندہی نہیں کی گئی کہ وہ کون سا فرقہ ہے جس کی بنیاد ہی فقہاء کے خلاف

(۱) حدیث اور سنت میں فرق: ۵

● حدیثوں کو شمر کہنے کے بجائے چھلکا کہنے والا عقلی اعتبار سے مفلس ہے۔ (فیضی)
● یہ دعویٰ بھی لیں بدخل الجنة الامن کان هوذا و انصارہ جیسا دعویٰ ہے۔ (فیضی)

کینہ پر رکھی گئی ہے نہ یہ واضح کیا کہ جس فرقے کی بنیاد ہی محدثین کے خلاف کیے پر رکھی گئی ہے آخر وہ کون ہے؟

دوسری بات: دوسرے اقتباس میں یا اللہ! جس طرح فقہاء و محدثین سے ہمیں محبت ہے، بات ادھوری ہے جس طرح کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس کے بعد والے جملے کا ربط پہلے والے جملے سے کیا ہے؟ کیا آپ اللہ کو پکار کر بتا رہے ہیں کہ یہ دو جماعتیں ہیں فقہاء ● اور محدثین۔ جنہوں نے صحابہ کے بعد دین کی خدمت کی ہے۔

تیسری بات: تیسرے اقتباس میں اوکاڑوی نے مودودی کے خیالات کو دیوبندی قالب میں ڈھالنے کا کارنامہ انجام دیا ہے جیسا کہ انہوں نے محدثین پر بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے فقہاء کی ایک عجیب و غریب تعریف کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ فقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے ان کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے..... وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں کون سا فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے اور کون سی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے۔“ (۱) مزید لکھتے ہیں:

اس لئے کہ اس کی روح، روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے..... وہ بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لئے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل،

● جنہیں یہ لوگ فقہائی کہتے ہیں وہ بس ذہنی ریاضتوں میں مشاق تھے اور قرآن و سنت کے متعلق عام طلباء کی طرح کی معلومات سے بھی محروم تھے۔ اگر یقین نہ ہو تو ہدایہ وغیرہ مشہور فقہی کتابوں میں ذکر کی ہوئی حدیثوں پر ایک نظر ڈال لیں۔ (فیضی)

غیر شاذ متصل السند، مقبول حدیث سے بھی ● اعراض کر جاتا ہے۔ (۱) اس مفروضے سے پہلے بھی مودودی صاحب لکھ چکے ہیں:

جو لوگ امور شریعت پر نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ محدثانہ نقطہ نظر بکثرت مواقع پر فقہیانہ نقطہ نظر سے ٹکرا گیا اور محدثین کرام صحیح احادیث سے بھی احکام و مسائل کے استنباط میں وہ توازن و اعتدال ملحوظ نہیں رکھ سکے جو فقہاء مجتہدین نے رکھا ہے۔ (۲)

اوکاڑوی اور مودودی کی تحریروں میں جن غلط فہمیوں اور مغالطوں کو مدلل کیا گیا ہے ان کی حیثیت محض تاریک گت کی ہے قرآن و حدیث اور اسلاف امت کی تعلیمات کی روشنی میں ہم ان مغالطوں کی نشاندہی کریں گے و یو بندیت اور مودودیت اگرچہ دو جدا گانہ تحریکیں ہیں مگر دونوں حنفی ہیں ان کی حنفیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

پہلا مغالطہ: فقہاء مزاج شناس رسول ﷺ ہیں جبکہ محدثین صرف الفاظ شناس رسول ﷺ ہیں۔

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے باطل ہے ذرا تصور تو کیجئے کہ حدیث کی اولین کڑی صحابہ کرام کی ذات مقدسہ ہے جنہوں نے براہ راست نبی اکرم ﷺ سے حدیثیں سنیں اور انہیں روایت کیا اور انہوں نے اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ رسول کائنات ﷺ کے کہنے کا انداز کیا تھا اسی انداز میں صحابہ کرام نے روایت کیا۔ محدثین نے محفوظ کیا، آپ نے غصے میں کہا، خوشی کے موقع پر کہا، سوالیہ انداز میں کہا، جواباً کہا، آپ کا لہجہ کیا تھا۔ ان تمام امور کے مشاہد اور راوی صحابہ کرام

● قرآن و سنت کی تعلیمات سے دامن جھاڑ لینے کا یہ بھی ایک دیوبندی حیلہ ہے جسے انھوں نے جہیہ سے وراعت میں پایا ہے اگر یہ واقعی مرد ہیں تو کسی بھی امام سے اس اصول کا ثبوت پیش کریں۔ (فیضی)

(۱) تفہیمات اول: ۳۳۶

(۲) تفہیمات اول: ۳۳۵

ہی ہیں انہیں صرف الفاظ شناس رسول ﷺ کہنا اس مقدس گروہ کی عظمت کو پامال کرنا ہے اہل حدیث و شہنی میں متعصب مقلدین نے حدیث اور محدثین کی وقعت گھٹانے کے لئے اس قسم کے مفروضے قائم کئے ہیں بلکہ سب سے زیادہ حدیث روایت کرنے والے صحابی رسول ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ قرار دیا ہے۔ ان کے یہاں تو عدالت صحابہ بھی مختلف فیہ ہے انہوں نے والباقون کسائر الناس فیہم عدول وغیر عدول کا شوشہ بھی چھوڑا ہے جو اصولی کتابوں میں موجود ہے اور یہ سب کچھ محض ترک حدیث کی راہ ہموار کرنے کے لئے ہے۔

دیکھئے: (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبَدَ هَاقُلُوبًا وَأَعَمَّقَهَا عِلْمًا وَأَقْلَهَا تَكَلُّفًا۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اس امت میں سب سے افضل جماعت تھی قلوب کے اعتبار سے یہ ساری امت میں نیک تھے ان کا علم سب سے گہرا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں تکلف بہت کم تھا۔ (۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راویان حدیث اور محدثین کو صرف الفاظ شناس رسول کہنا یہ متعصب مقلدین کی شرارت اور شرانگیزی ہے ان کے علم و درک اور فقاہت کی گواہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔ فقہاء کو مزاج شناس رسول کہنا غلو پسندی ہے فقہاء کا یہ مقام کبھی نہیں رہا یہی وجہ ہے کہ ایک مجتہد فقیہ ایک مسئلہ بتاتا ہے بعد میں اسے صحیح حدیث مل جاتی ہے بلاچوں و چراوہ اپنی بات سے رجوع کر لیتا ہے اور مزاج شناس رسول ﷺ الفاظ شناس رسول ﷺ کے تفوق و بالا دستی کو تسلیم کر لیتا ہے اور یہی حق ہے کہ

(۱) نور الانوار مع حاشیہ قمر الاقمار: ۷۹/۱ حاشیہ: ۱۳

(۲) صحابہ کے بارے میں..... غازی پوری کی کتاب: ۹

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

دوسرا مغالطہ: محدث صرف حدیث کی سند دیکھتا ہے متن حدیث یا حدیث کے مضمون اور عمل

سے اسے کچھ واسطہ نہیں ہوتا۔

جواب: محدثین یقیناً اصول محدثین کے پابند ہوتے ہیں وہ حدیث کے دونوں جزو کو دیکھتے ہیں متن سے پہلے وہ سند کو دیکھتے اور جانچتے ہیں کیونکہ وہ تحدیث و روایت کو دینی کام سمجھتے ہیں اسی لئے اخذ حدیث اور قبول روایت سے پہلے یہ دیکھ لیتے ہیں کہ سند کیسی ہے۔ عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ (۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ (۲)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ۔ (۳)

مطلب یہ کہ اسناد محدث کے لئے ایک ضروری ہتھیار ہے اگر محدثین اسناد پر توجہ نہ دیتے تو ہر کوئی شخص اپنی باتیں حدیث میں شامل کر دیتا اور الحاد و پسند اہل بدعت کا میاب ہو جاتے۔ اب سوال یہ ہے کیا محدثین اسناد کے علاوہ متن بھی دیکھتے تھے یا صرف ڈاکیہ کی طرح حدیثوں کی پارسل پہنچا دیا کرتے تھے انہیں حدیث کے مضمون سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ جیسا کہ آج کل کچھ دانشور حضرات اہل حدیث دشمنی میں عوام الناس میں کچھ اسی طرح کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں ابھی جلد ہی ”مجلس تحفظ شریعہ کوکن“ حلقہ کھڈ کا ایک جلسہ عام بمقام آدرش ہائی اسکول و جونیئر کالج کرجی بتاریخ: ۱۴ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز مغرب منعقد ہوا جس میں مہمان خاص حضرت

(۲) جامع الاصول: ۵۹

(۱) مقدمہ ابن الصلاح: ۱۳۱ / فتح المغیث: ۳۳۵

(۳) فتح المغیث: ۳۳۵ / جامع الاصول: ۵۹

مولانا مفتی حذیفہ قاسمی استاذ حدیث، فقہ و تفسیر مدرسہ سراج العلوم بمیدوٹی صدر مفتی شہر، جہڑل
سکر یٹری جمعیۃ العلماء ہند بمیدوٹی نے خطاب فرمایا، جس میں بہت سارے مغالطوں، نفوآت اور
لن ترانیوں میں یہ بات بھی شامل تھی کہ محدثین محض ڈاکیہ تھے۔ فرماتے ہیں:

ان محدثین کی خدمات کا صرف اتنا حاصل ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول کے الفاظ کی
حفاظت کی ہے۔ اس کے آگے مفہوم، وہ واجب العمل ہے، لائق عمل ہے یا نہیں ہے؟ یہ کام بخاری
کا نہیں یہ کام امام مسلم کا نہیں ●۔ (ایک خطاب)

دیکھتے وہی مودودی والا فلسفہ: کہ محدثین الفاظ شناس رسول ﷺ ہوتے ہیں انہیں منشاء
رسول، مزاج رسول اور مضمون حدیث سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ محدثین کو محض الفاظ شناس رسول
کہنا نہ صرف ان کی شان میں گستاخی ہے بلکہ ان کے اظہار من الشمس کارناموں پر ظلم و زیادتی
ہے کیونکہ محدثین حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ متن حدیث پر بھی غور و خوض کرتے تھے اور حسب
ضرورت اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

تَعْلَمُوا هَذَا الْحَدِيثَ، فَإِذَا عَلِمْتُمُوهُ فَتَحَفَظُوهُ، فَإِذَا حَفِظْتُمُوهُ فَأَعْمَلُوا بِهِ۔ (۱)
یعنی حدیثوں کو حاصل کرنے کے بعد اسے خوب یاد رکھو اور جب یاد کر لو تو اس کے مطابق عمل
کرو۔ کیونکہ اولاً علم حدیث پھر عمل بر حدیث حفظ حدیث کے موجبات میں سے ہیں۔ طبقات ابن
سعد میں اس طرح ہے: تَعْلَمُوا هَذَا الْعِلْمَ فَإِذَا تَعَلَّمْتُمُوهُ فَأَحْفَظُوهُ، فَإِذَا حَفِظْتُمُوهُ

● بیان کے کورجٹم اور کوڑھ مغز ہونے کی دلیل بین ہے ورنہ امام بخاری اور امام مسلم (رحمہما اللہ) ان کے تمام فقہاء سے بڑھ
کرتھے تھے انھوں نے آراء الرجال جمع کرنے کے بجائے خیر الہدی ہدی محمد ﷺ جمع کیا ہے اور اس کو اپنے
مسئلہ کی بنیاد بنایا ہے۔ (فیضی)

فَاعْمَلُوا بِهِ. فَإِذَا عَمِلْتُمْ بِهِ فَأَنْشُرُوهُ۔ (۱)

اس علم (حدیث) کو سیکھو اور جب سیکھ لو تو اسے خوب یاد کرو اور جب یاد کرو تو اس پر عمل کرو اور عمل کرنے لگو تو اسے لوگوں میں پھیلاؤ۔ امام و کعب رحمہ اللہ کا بھی ارشاد ہے:

إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَحْفَظَ الْحَدِيثَ فَاَعْمَلْ بِهِ۔ (۲)

پس حفظ حدیث کا ایک ذریعہ عمل بالحدیث بھی ہے۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے امام شہی اور امام و کعب رحمہما اللہ کا مقلول نقل کیا ہے۔ كُنَّا نَسْتَعِينُ عَلَى حِفْظِ الْحَدِيثِ بِالْعَمَلِ بِهِ۔ (۳)

یعنی ہم محدثین کی جماعت شب و روز حفظ حدیث اور عمل بالحدیث میں مشغول رہنے والی جماعت ہے۔ اس طرح کے حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ محدثین حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ عمل بالحدیث کا بھی اہتمام کرتے تھے وہ حدیث کی سند اور متن دونوں سے اچھی طرح واقف ہوتے تھے انہیں الفاظ شناس رسول کہنا مزاج رسول اور منشائے رسول کے فہم و ادراک سے عاری بنانا اور انہیں ڈاکیر قرار دینا یہ ان کی تحقیر و تذلیل ہے۔

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

تیسرا مقالہ: فقیہ کی روح، روح محمدی میں گم ہو جاتی ہے، اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

جواب: محض گپ اور افسانوی فلسفہ ہے یہاں بھی صوفیوں کی طرح روح میں گم ہو جاتی ہے۔ اللہ بھی انسان میں حلول کرتا ہے پھر انالحق کی صدا بلند ہوتی ہے فقیہ کی روح کا روح محمدی میں گم ہو جانا یا فقیہ کی نظر کا بصیرت نبوی سے ہم آہنگ ہونا محض لغاطی اور بے دلیل دعویٰ ہے۔ عالم

دیوانگی یا وحشت زدہ لمحوں کی ایسی ساری تحریریں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جانے کے قابل ہیں۔ ہر وہ بات جس کی دلیل کتاب و سنت سے فراہم نہ کی جاسکے وہ مردود ہے اور ہر دعویٰ بغیر دلیل کے قابل رد ہی ہوتا ہے۔

چوتھا مغالطہ: فقہاء مغز کے متلاشی ہوتے ہیں جبکہ محدث چھلکا محفوظ کرتا ہے۔

جواب: یہ بات بھی درست نہیں ہے جن کا مسلک حدیث کے اعتبار سے کمزور واقع ہوا ہے مسلکی تعصب کی بناء پر حدیث کو چھلکا، بھس، پتہ اور بے مغز کی بڈی وغیرہ کہنے والے قرآنی حکم ”و یصلون عنک صلبودا“ سے سبق حاصل کریں۔ ان کا بس چلے تو حدیثوں کی کتابیں کسی چور اہے پر رکھ کر چھلکا اور بھس کہہ کر نذر آتش کر دیں انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ مغز تو ان کے پاس فقہ کی صورت میں موجود ہے۔

عجیب منافقت ہے کہ حدیث کو چھلکا اور بھس کہہ کر اس کی وقعت گھٹانے والے مقلدین اپنے اپنے مدارس میں سبقاً سبقاً اسے پڑھاتے ہیں اور خدمت حدیث کے نام پر شیخ الحدیث کے مسند پر فائز صاحب جبہ و دستار حدیث پڑھا کر خراج تحسین وصول کرتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کر کے فقہی مسائل کو سند صحت سے سرفراز کرتے ہیں۔ ایک متعصب مقلد لکھتا ہے:

بو حنیفہ کی تقلید میں ہے مزا

میں کیوں پتے چھاؤں شمر چھوڑ کر

اللہ تعالیٰ ان بے توفیق دانشوروں کو حدیث رسول ﷺ کی عظمت اور محدثین کے لازوال

خدمات حدیث کے اعتراف اور اپنے ان باطل نظریات سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ●

پانچواں مغالطہ: فقہاء بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتے ہیں اور بسا اوقات وہ ایک غیر معطل، غیر شاذ، متصل السند، مقبول حدیث سے بھی اعراض

● اگر آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہوتے تو ”صبیح“ کی طرح ان کا دماغ درست کر دیتے۔ (فیضی)

کر جاتے ہیں۔

جواب: مولانا مودودی سے سوال ہوا: کوئی نظیر بتائیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے متن کو ملحوظ رکھ کر ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا اور قوی الاسناد حدیث کو چھوڑا ہو؟ مولانا کا جواب اس طرح ہے: اس وقت میرے پیش نظر مطلوبہ نظیر نہیں ہے اور ویسے بھی نظیریں پیش کرنے سے بحث کا سلسلہ دراز ہوتا ہے۔ (۱)

دیکھا آپ نے یہ ہیں دانشور اور مفکر اسلام، دعویٰ تو بہت کچھ کرتے ہیں مگر دلیل نہیں ہے۔ صرف حوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے، یہ صرف الفاظ کے کھلونے ہیں جو بظاہر بڑے خوشنما لگ رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ تاریک بھوت سے بھی کمزور اور نازک ہیں۔

چھٹا مغالطہ: صحابہ کرام کے بعد دین کی خدمت کرنے والی دو جماعتیں ہیں، فقہاء و محدثین، فقہاء و دانشور اور محدثین محض راویان حدیث اور نا سمجھ لوگ۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد دین کی خدمت کرنے والوں کو دو جماعتوں (فقہاء و محدثین) میں تقسیم کیا گیا یہ تفریق و تقسیم درست نہیں ہے کیونکہ ایک آدمی بیک وقت محدث اور فقیہ دونوں ہو سکتا ہے اور اسے نرے محدث یا نرے فقیہ پر فضیلت حاصل ہوگی محدث جو فقہ سے عار ی ہو فقیہ جو حدیثوں سے نا آشنا ہو یہ دونوں دین کی خدمت کے اہل ہی نہیں ہیں۔ مثل مشہور ہے: نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان۔

دراصل محدث اور فقیہ کی تقسیم کوئی اصولی تقسیم نہیں ہے۔ ایسا شخص جسے علم و معرفت قرآن و حدیث میں درک حاصل ہو وہ فقیہ ہے، محدث ہے، مجتہد ہے۔ تقسیم و تفریق ایسے لوگوں کی کی گئی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حقیقت میں دین کی خدمت کی ہے۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

انقسم الفقہ فیہم إلی طریقتین أہل الرأی والقیاس وہم أہل العراق وطریقہ

أهل الحديث وهم أهل الحجاز وكان الحديث قليلا في أهل العراق لما قد مناه فاستكثرُوا من القياس و مهروافيه لذلك قيل أهل الرأي مقدم جماعتهم الذي استقر المذهب فيه وفي أصحابه أبو حنيفة - (۱)

ان محققین میں فقہ دو طریقہ پر منقسم ہو گئی ایک طریقہ اہل الرائے والقیاس کا اور وہ عراق والے لوگ ہیں اور ایک طریقہ اہل حدیث کا اور وہ حجاز (مکہ و مدینہ) والے ہیں۔ اہل عراق میں حدیث کم تھی جس کی وجہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ تو انہوں نے قیاس سے زیادہ کام لیا اور قیاس ہی میں وہ خوب ماہر ہوئے ان کو اہل الرائے کہا گیا اہل الرائے کی جماعت کے سردار جن میں اور جن کے شاگردوں میں یہ (طریقہ) مذہب قائم ہوا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔

دوسری شہادت دیکھئے امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی ۵۸۲ھ رقمطراز ہیں:

ثم المجتهدون من الأئمة الامة محصورون في صنفين لا يعدون الى ثالث۔
اصحاب الحديث واصحاب الرائے۔ یعنی امت محمدیہ کے ائمہ مجتہدین دو جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں، تیسرا گروہ یہاں کوئی ہے ہی نہیں ایک اصحاب الحدیث دوسرے اصحاب الرائے۔

پھر دونوں کی پہچان بھی بتلائی گئی۔ (۱) اہل الحدیث کی پہچان (۲) اہل الرائے کی پہچان۔

(۱) إنما سماء أصحاب الحديث لأن عنايتهم بتحصيل الأحاديث ونقل الأخبار وبناء الأحكام على النصوص ولا يرجعون إلى القياس الجلي والخفي ما وجدوا خبراً أو أثراً۔

ان کا نام اصحاب الحدیث اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کی تمام تر توجہ احادیث و اخبار پر تھی اور یہ احکام شریعت کی بنیاد انہیں نصوص پر رکھتے تھے اور حدیث و خبر کی موجودگی میں قیاس جلی و خفی کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔

(۲) وانما سموا أصحاب الرأي لان أكثرنا يتهم بتحصيل وجه القياس والمعنى المستنبط من الأحكام وبناء الحوادث عليها وربما يقدمون القياس الجلي على آحاد الأخبار۔

ان کا نام اصحاب الرائے اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ قیاس اور احکام سے مستنبط معانی کی طرف ہوتی ہے اور ان ہی چیزوں پر وہ احکام و حوادث کی بنیاد رکھتے ہیں اور بسا اوقات اخبار آحاد (حدیث) پر بھی قیاس جلی کو مقدم رکھتے ہیں۔ (۱)

مندرجہ بالا شہادتیں اس بات کے لئے کافی ہیں کہ ائمہ مجتہدین کی دوا لگ الگ جماعتیں ہیں ایک اصحاب الحدیث (محدث) ہیں دوسرے اصحاب الرائے اور ان دونوں کی الگ الگ پہچان بھی ہے۔ محدثین یا اصحاب الحدیث کو تفقہ سے عاری بتانا ان پر بہت بڑا ظلم ہے امام بخاری رحمہ اللہ کو ہی لے لیجئے ان کو افقہ الناس، فقیہ هذه الأمة اور امام الفقہاء بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

ابو مصعب احمد بن ابوبکر المدینی نے کہا: محمد بن اسمعیل أفقہ عندنا وأبصر من ابن حنبل۔ محمد اسماعیل (بخاری) ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بڑھ کر فقیہ اور صاحب بصیرت ہیں۔ (۲)

یعقوب بن ابراہیم الدورقی کا قول ہے: محمد بن اسمعیل فقیہ هذه الأمة۔ یعنی محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

ابو علی صالح بن محمد الاسدی نے کہا: ما رأيت خراسانياً أفهم منه کسی خراسانی کو میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر فہم والا نہیں دیکھا۔ (حوالہ مذکور)

عمر و بن زرارہ اور محمد بن رافع ایک مرتبہ علل حدیث سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ سے

(۱) الملل والنحل: ۲۰۷

(۲) تاریخ بغداد: ۱۹/۳، مقدمہ فتح الباری: ۵۰۶

سوالات کر رہے تھے جب دونوں مجلس سے رخصت ہونے لگے تو حاضرین مجلس سے کہا:

لاتخذ عوا عن أبي عبد الله فإنه أفقه منا وأعلم وأبصر۔ یعنی ابو عبد اللہ بخاری کے بارے میں دیکھو کہ مت کھانا یہ ہم لوگوں سے بڑھ کر فقیہ اور ہم سے بڑھ کر علم و بصیرت والے ہیں۔ (حوالہ مذکور) حاشد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ تخت پر بیٹھتے تھے اور محمد بن اسماعیل ان کے ساتھ تھے تو ان کے کسی قول پر امام بخاری رحمہ اللہ نے نکیر کیا تو انہوں نے امام بخاری کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور کہا:

يا معاشر الحديث انظر وإلى هذا الشاب واكتبوا عنه فإنه لو كان في زمن الحسن بن أبي الحسن لاحتاج إليه الناس لمعرفة بالحديث وفقهه۔ اے اصحاب الحدیث کی جماعت، اس نوجوان کو دیکھو اور اس سے کتابت حدیث کرو۔ اگر یہ حسن بصری کے زمانے میں ہوتا تو حدیث میں اس کی مہارت اور فقہی بصیرت کی وجہ سے لوگ اس کے محتاج ہوتے۔ (۱)

محدثین کو نقاہت سے عاری بنانے والے متعصب مقلدین اچھی طرح جانتے ہیں کہ محدثین کو نقاہت سے بھی شغف ● ہوتا تھا مگر اپنے مسلک کی برتری اور امام اعظم کی شان برقرار رکھنے کے لئے وہ حدیث اور محدثین پر اپنی ناروا جرح و تنقید میں مسلسل سرگرم عمل ہیں دیگر محدثین کو چھوڑیے امیر المومنین فی الحدیث پر کیسے کیسے ریک اور بازاری حملے کرتے رہتے ہیں حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تراجم ابواب میں ایسی شان نقاہت دکھائی ہے کہ جس سے قیامت تک آنے والے فقہاء روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

ساتواں مغالطہ: محدثانہ اور فقیہانہ نقطہ نظر میں ٹکراؤ ہو تو محدثین کے بجائے فقہاء اعتدال

(۱) مقدمہ فتح الباری ایضاً

● بلکہ محدثین ہی فقہاء تھے۔ (فیضی)

توازن ملحوظ رکھتے ہیں۔

جواب: یہ بھی مفکر اسلام کا ایک گپ ہے دلیل کوئی نہیں ہے، فقیہ اور محدث میں ٹکراؤ، کون سے فقیہ اور محدث کی بات ہے؟ وہ فقیہ جو حدیث سے نا آشنا ہو آخر وہ محدث سے کیا ٹکرائے گا اور اگر حدیث سے باخبر ہے تو وہ محدث کی اور حدیث کی قدر و منزلت بھی کرے گا اور حدیث کے بالقابل اپنی بات سے رجوع بھی کر لے گا کیونکہ دین کے مسئلے میں فقہاء سے کہیں زیادہ قابل اعتبار محدث اور ان کی صحیح حدیثیں ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

من نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقه والأصول مجتنباً عن الاعتسافِ يعلم علماً یقیناً أن أكثر المسائل الفرعية والأهلیة التي إختلف العلماء فیها فمذهب المحدثین فیها أقوى من مذاهب غیرهم، وإنی كلما اشیر فی شعب الاختلاف أجد قول المحدثین فیہ قریباً من الإنصاف فله درهم وعلیہ شکرهم کیف لا وهم ورثة النبی ﷺ حقاً ونواب شرعہ مصداقاً حشرنا اللہ فی زمرتهم وامتنا فی حبهم وسیرتهم۔ (۱)

جو شخص انصاف کی نظر سے دیکھے اور تعصب سے بالاتر ہو کر فقہ اور اصول کے سمندر میں غوطہ زن ہو وہ یقیناً جان لے گا کہ فروعی اور اصلی مسائل میں جن میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے ان میں تمام سے زیادہ صحیح اور قوی مذہب محدثین کا ہے۔ میں نے جب بھی مختلف فیہ مسائل میں تحقیق کی ہے تو مجھے محدثین کا مذہب ہی قرین انصاف نظر آیا ہے محدثین تو لائق تعریف ہیں اور یہ تو اللہ کی قدر دانی کے حق دار ہیں۔ یہ ایسے کیوں نہ ہوں جبکہ صحیح معنوں میں یہی رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں اور آپ کی شریعت کے سچے میں نائب ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ اس جماعت میں کرے اور ہمیں ان کی محبت اور سیرت پر فوٹ کرے۔

مختصر یہ کہ حدیث اور محدثین کے بارے میں مقلدین کے سارے مغالطے بے بنیاد ہیں محض اہل حدیث دشمنی میں یہ باتیں بے دلیل لکھی گئی ہیں جبکہ یہ علم و تحقیق کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں بے دلیل باتیں تاریک بکوت سے بھی زیادہ کمزور تسلیم کی جاتی ہیں۔

چوتھی اور آخری بات: ادا کاڑوی صاحب نے محدثین کی ساری عزت خاک میں ملاتے ہوئے اپنی خوش گمانی کا یوں اظہار کیا ہے کہ کل جب ہم سنیوں کی سفارش صحابہ، اولیاء اللہ اور اہل بیت کرتے نظر آئیں گے وہیں فقہاء کے شانہ بشانہ محدثین بھی ہماری سفارش کریں گے۔ عجیب ہٹ دھری اور دھاندلی ہے کہ محدثین کو محض الفاظ شناس رسول کہنے والے حدیث کو چھلکا اور محدثین کو چھلکا محفوظ کرنے اور انہیں فکر و فہم میں کوتاہ ہیں بتانے والے کس بے شری سے ان سے امید سفارش لگائے ہوئے ہیں غالباً وہ شعراء کی زبان میں مگن ہیں۔

کتنے شیریں ہے تیرے لب کہ رقیب

گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

محدثین کی شان گھٹانے والو! تمہیں اہل حدیثوں سے بیر ہے دشمنی ہے تمہارے مسلک کی تائید میں حدیثیں نہیں ہیں تو غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے آخر تم اہل الرائے ہو اہل حدیث سے تمہارا کیا موازنہ ایک عرصہ سے تمہاری جدوجہد جاری ہے اپنے مسلک کی تائید میں ضعیف، موضوع وغیرہ حدیثیں جمع کر رہے ہو جامع الآثار پھر تالیفات پھر احیاء السنن اور آخر میں اعلاء السنن وغیرہ کی طباعت سے حنفی مذہب کو موید کرنے کی کوششیں ہو چکی ہیں بلکہ مولانا احمد حسن سنہلی کو محدثین کے موقف کی تائید کرنے کے جرم میں موخر الذکر کتاب میں بڑی کٹی جلی بھی سنائی گئی ہے سنہلی کی احیاء السنن طبع ثانی کے مقدمہ میں مولانا تھانوی نے اپنے دلی کرب کا اظہار کیا لکھا:

حتى تغیر الكتاب من منهجه السابق وانقلب موضوعه۔ (۱)

یہاں تک کہ کتاب کو اس کے پہلے منہج سے بدل دیا ہے اور اس کا موضوع و مقصد ہی الٹا کر دیا۔ یعنی موضوع طے ہے حدیث حنفی مذہب کی مؤید ہو خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو، جب اہل حدیث اصول محدثین کے مطابق حدیث پر ضعیف اور موضوع کا حکم لگاتے ہیں تو تم چیں بہ جیں ہو جاتے ہو۔ اور محدثین پر اپنا بخارا اتارتے ہو۔ خدا کے لئے حدیث کی عظمت اور محدثین کی قدر و قیمت تسلیم کرو کیونکہ ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مفتی حذیفہ قاسمی کے چند وسوسے

آئیے! شیطانی اور انسانی وسوسوں سے بچنے کے لئے پہلے رب کی پناہ کا سہارا پکڑیں۔

(قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلَهِ النَّاسِ ○ مِنْ هَرَجٍ
الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ○ مِنَ الْخَيْرِ وَالنَّاسِ)
(سورۃ الناس: ۱۱۴)

آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے مالک کی، اور لوگوں کے
معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں
میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن سے ہو یا انسان میں سے۔

آجکل کچھ علماء قرآن و حدیث کو معنی و مطلب کے ساتھ پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اس سے
مزید گمراہی کے پھیلنے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں انہیں میں سے بھیونڈی کے ایک مفتی حذیفہ قاسمی بھی
ہیں۔

۱۴ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ بعد نماز مغرب بمقام آدرش ہائی اسکول و جونیئر کالج کرجی مفتی
صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے اپنے معتقدین کے درمیان فرمایا:

الفاظ فور سے آپ سنیں کہ کسی چیز کا قرآن کے اندر موجود ہونا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ
مسئلہ اس سے ہی ہوگا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حکم بدل دیا گیا ہو۔ شروع میں رہا ہو بعد میں نہ رہا ہو،
جس طرح شراب شروع میں حلال تھی بعد میں حرام ہو گئی، شراب کے حلال ہونے کی آیت قرآن
کے اندر موجود ہے، اگر قرآن کے اندر موجود ہونا کافی ہوتا تو شرابی ٹھاٹھ سے شراب پئے گا اور آپ
کو قرآن کی آیت دکھائے گا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَيْرِ وَالْأَمْبِئِيسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِتْمَامُ كَيْدٍ وَمَنْعُ الْفَعْلِ لِلنَّاسِ - (۱)
ایک باپ اپنے بیٹے کو لیکر مفتی صاحب کی خدمت میں آتا ہے کیونکہ بیٹا ایک ہندو لڑکی سے
شادی کرنا چاہتا ہے باپ چاہتا ہے کہ مفتی صاحب اس کی اصلاح فرمائیں۔ آگے مفتی صاحب کے
الفاظ میں:

وہ آکر بیٹھا میرے پاس میں نے سمجھایا اس کو، نہیں نہیں مولانا مجھ کو مجبور مت کیجئے، میں طے
کر چکا ہوں، ایسا ہے، ویسا ہے۔ آخر میں اس نے ایسی بات کہی جو کام کی تھی، میں نے کہا: بیٹا!
تاحیات زنا ہوگا کیا کہہ رہے ہو تم، یہ اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے، کیوں نکاح نہیں ہوگا؟ کیا اللہ کے
نبی کی بیٹیاں کفار کے نکاح میں نہیں تھیں؟ کیسے آپ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوگا؟ میں نے اپنا
سر ہٹ لیا، میں نے کہا: إِنْ أَلَّاهُ وَإِنَّا إِلِيْهِ رَاجِعُونَ۔ اس کا ہے یہ نتیجہ کہ حدیث میں تو ہے۔ (۲)

مفتی صاحب نے یہ دو مثالیں ان کی نذر کی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو قرآن وحدیث میں
ہے جیسا اہل حدیث حضرات جو دلائل کی پیروی کرتے ہیں اور اکثر علماء سے پوچھا کرتے ہیں کہ
مولانا یہ مسئلہ قرآن کا ہے یا حدیث کا یا قرآن وحدیث میں اس مسئلے کی دلیل کیا ہے۔ مفتی صاحب
نے اس نظریے کی تردید کی ہے کہ قرآن وحدیث میں کسی مسئلے کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ
واقعی وہ شرعی مسئلہ ہے یا منسوخ ہو چکا ہے، اس لئے قرآن وحدیث کے بجائے عوام الناس کو فقہ کی
کتابیں پڑھنی چاہئے قرآن وحدیث پڑھنے سے حرام مسئلے پر عمل کرنے کا خدشہ لگا رہتا ہے قرآن
وحدیث عوام الناس کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں:

امت کے سامنے دو راستے تھے یا تو تحقیق یا تو تقلید۔ جو تحقیق کے لائق تھے وہ تحقیق کر گئے اور
جو تحقیق کے لائق نہیں ہے وہ تحقیق شدہ مواد کو لے اور اس پر عمل کرے۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّانِ

إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۳)

اس طرح مفتی صاحب کے تین وسوسے سامنے آئے۔

پہلا وسوسہ: قرآن پڑھو گے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرو گے تو شراب بھی پیو گے۔ مفتی صاحب کا یہ خدشہ بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ احناف کے یہاں شراب کے بارے میں بڑی وسعت ہے احناف کہتے ہیں کہ گندم، جو، شہد، جوار کی بنائی ہوئی شراب حلال ہے اس کے پینے والے پر حد نہیں ہے اگرچہ اس سے نشہ بھی آجائے۔ (۱)

اگر کوئی قرآن پڑھ کر شراب پئے (جو ممکن نہیں) تو وہ مجرم ہے مگر وہی شخص تحقیق شدہ مواد فقہ (ہدایہ) پڑھ کر شراب پئے تو جائز اور مباح، یہ ہے تحقیق شدہ مواد۔ پڑھو تحقیق شدہ مواد اور کرو موج و مستی۔

دوسرا وسوسہ: حدیث کی وادی میں قدم رکھو گے تو ہندو لڑکیوں سے شادی بھی کرو گے ہندوستان میں سروے کر کے دیکھ لیں کتنی ہی مشہور شخصیتوں کی بیویاں ہندو ہیں ان کا تعلق حدیث سے نہیں تحقیق شدہ مواد فقہ سے ہے، یعنی وہ اہل حدیث نہیں اہل تقلید ہیں۔

تیسرا وسوسہ: قرآن اور حدیث کے بجائے تحقیق شدہ مواد فقہ پڑھو گے اور اس پر عمل کرو گے تو گمراہی کا کوئی خدشہ نہیں رہے گا یہ بھی محض وسوسہ ہے حقیقت کچھ اور ہے۔

مفتی صاحب! آپ کے مغالطے اور وسوسے آپ کو مبارک ہوں، ممکن ہے کہ مقلدین میں ایسی جہالت پائی جاتی ہو کہ وہ قرآن پڑھ کر شراب پینے لگیں حدیث پڑھ کر ہندو لڑکیوں سے شادیاں کرنے لگیں مگر الحمد للہ اہل حدیث گھرانے اس سے بالکل پاک و صاف ہیں انہیں بچپن ہی میں شراب کی حرمت کا علم ہو جاتا ہے جبکہ وہ قرآن ناظرہ سے بھی صحیح طور سے واقف نہیں ہوتے یہی حال ہندو لڑکیوں سے شادی کا بھی ہے، آپ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ آپ کے اپنے ہی لوگ ہیں سروے کر کے دیکھ لیں تو ملک گیر پیمانے پر مشہور ایسے مسلمان جن کی عورتیں ہندو ہیں وہ

اپنے آپ کو خفی مسلمان ہی شمار کرتے ہیں اہل حدیث نہیں ہیں اس لئے آپ کی فکر بھی بجائے، مگر عوام الناس میں پیچنے اور چلانے سے مسئلہ حل نہ ہوں گے، اپنے گھروں میں انہیں بچپن ہی میں دینی تعلیم دلوائیں تاکہ وہ دین کی بنیادی باتوں سے واقف ہوں اور اس طرح آپ کو: **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** پڑھنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

رہی تحقیق شدہ مواد پر عمل کرنے کی بات تو فرض سمجھئے کہ کوئی شخص بہشتی زیور پڑھ رہا ہے کہ: چھوٹی لڑکی سے اگر کسی نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر حسل واجب نہیں ہے لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے حسل کروانا چاہئے۔ (۱)

دیکھئے اس تحقیق شدہ مواد پر کتنا عمل ہو رہا ہے روز آئند اخبار میں اس طرح کی خبریں آرہی ہیں کیا وہ سب تحقیق شدہ مواد پر عمل کر رہے ہیں، لڑکی ابھی کسن ہے جو ان نہیں ہوئی ہے، صحبت کے قابل نہیں ہے، مگر اس سے صحبت کی ترغیب اور عادت ڈالنے کے لئے حسل کی تاکید، یہ تو ایک مثال ہے ورنہ بہشتی زیور میں کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جو حدیث رسول ﷺ کے سراسر خلاف ہیں مگر وہ مقلدین کی نظر میں تحقیق شدہ مواد ہیں جس پر عمل کرنے میں گمراہی کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔

ایک جگہ مفتی صاحب علم و معرفت کے ہمالیہ پر چڑھ کر گفتگو فرما رہے ہیں سنئے اور سر دھنئے:

تم تو بے چارے جاہل ہو، میں تمہارے بڑوں سے کہتا ہوں میرے الفاظ نوٹ کر لو، جس کا یہ دعویٰ ہے میں صرف قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کروں گا نہ فقہاء کی تحقیق کو ہاتھ لگاؤں گا نہ محققین کی تحقیق کو ہاتھ لگاؤں گا نہ لغت کو ہاتھ لگاؤں گا نہ تاریخ کو ہاتھ لگاؤں گا کوئی ایک آدمی سامنے آئے۔

پہلی بات سینکڑوں کی تعداد میں سامعین کو کہا جا رہا ہے: تم تو بے چارے جاہل ہو! جبکہ سامعین میں علماء بھی تھے دانشور اور معلمین حضرات بھی تھے مگر مفتی صاحب نے اپنے دُعا باطل میں سب کو

جہالت کا تمغہ تھا دیا ہے۔

دوسری بات: قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کرنے والے کی تفحیک و تحقیر ہم مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں کیا آپ قرآن وحدیث کے علاوہ گیتا اور رامائن کو بھی مانتے ہیں؟ آخر فقہاء ومحدثین کی بات آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مانتے ہیں یا کہیں سے کوئی اور اصول کی پیروی کرتے ہوئے فقہاء ومحدثین کی بات مانتے ہیں۔

تیسری بات: آستین چڑھا کر جسے آپ سامنے بلا رہے ہیں وہ کون ہے؟ یہ دعویٰ کس کا ہے، کسی کتاب کا حوالہ دیجئے اور یہ عبارت دکھائیے کہ قرآن وحدیث کے ماننے والوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم فقہاء کی محدثین کی نہیں مانیں گے یا لغت اور تاریخ کو بھی ہم ہاتھ نہیں لگائیں گے؟ یہ مفروضہ تو خود آپ کا قائم کردہ ہے۔

شیر کی طرح گرجنے کا نہیں بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے عوام کو بے وقوف بنایا ہے۔ قرآن وحدیث کے سلسلے میں وسوسوں اور مغالطوں کو جنم دیا ہے اور فقہ کو تحقیق شدہ مواد بتلا کر انہیں کوک شاستر جیسے مسائل پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ **●** **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔**

ایک اصولی بات

شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ دین کے دو مصادر ہیں قرآن اور حدیث وسنت۔ لیکن قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے فہم سلف صالحین کی پابندی بھی ضروری ہے۔ امت کے مختلف فرقوں میں راہ حق پر وہی جماعت ہوگی جو کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ منہج صحابہ کی بھی پابند ہوگی اور جو اس منہج

● آجکل دیوبند کی فیکٹری سے ایسی ہی ”میڈان چائنا“ جیسی فکری مصنوعات بنائی جا رہی ہیں جو باہر سے دیدہ زیب نظر آتی ہیں مگر اندر سے ان کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ ان سے کیا برآمد ہوگا کیونکہ افاق کی ڈگری لے کر آنے والے جہالت میں مستند ہو جاتے ہیں۔ (فیضی)

سے جتنا ہٹے گی وہ اتنا ہی گمراہ ہوگی۔

جماعت اہل حدیث کی دعوت کے تین ارکان ہیں: (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) سلف صالحین کی اتباع۔ اسی وجہ سے اہل حدیث کو سلفی بھی کہا جاتا ہے۔ اہل حدیث چونکہ شخصیت پرستی سے کوسوں دور ہیں اس لئے وہ کسی خاص شخص کے اصول و نظریات کو دین نہیں کہتے نہ ہی بڑوں کی بے دلیل باتوں کو دین کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دلائل کی پیروی کرتے ہیں اور دلیل کے اعتبار سے جس کی بات قرآن و سنت کے مطابق ہوتی ہے اسے شرح صدر کے ساتھ تسلیم کر لیتے ہیں اور اجتہادی مسائل میں ائمہ کی غلطی واضح ہو جانے پر بھی انہیں مطعون نہیں کرتے بلکہ انہیں معذور و ماجر قرار دیتے ہیں اور ان کی قدر و منزلت میں کوئی کوتاہی بالکل نہیں کرتے۔

اہل حدیث عوام بھی قرآن و سنت کے عالموں سے استفادہ کرتی ہے اور نامعلوم یا پیش آمدہ مسائل میں ان سے رہنمائی حاصل کرتی ہے کیونکہ یہ حکم ربانی ہے: (فَسْأَلُوا أَهْلَ الدِّينِ كِرَانًا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) (النحل: ۳۳)

عوام الناس کم علم اور بے علم لوگوں کو علماء سے پوچھ کر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جسے مقلدین ”تقلید“ کہتے ہیں مگر حقیقت میں یہ اتباع ہے اور حکم ربانی کی تعمیل بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو لوگ آئے انہیں اسی اتباع کی بنیاد پر تابعین اور تبع تابعین کا تمغہ ملا، انہیں مقلدین نہیں کہا گیا۔

چونکہ قرآن و حدیث میں مسائل منتشر ہیں ایک آیت دوسری آیت کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ ایک آیت سے دوسری آیت کا حکم منسوخ قرار پاتا ہے اسی طرح احادیث کا معاملہ بھی ہے۔ اسی لئے ایک آیت یا ایک حدیث کے بجائے قرآن یا مجموعہ احادیث سے جو مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اس پر عمل کیا جاتا ہے ہمارے بعض بھائی اہل حدیثوں پر امام بخاری کی تقلید کا حکم لگاتے ہیں اور ایک جھوٹی بات اہل حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ اگر بخاری میں ہوگا

تو مانیں گے ورنہ نہیں مانیں گے۔

پہلی بات تو درست ہے اس لئے کہ اگر بخاری میں ہے تو بلاشبہ وہ حدیث صحیح ہے جسے ماننا ضروری ہے۔ دوسری بات کہ اگر بخاری میں حدیث نہیں ہے تو نہیں مانیں گے یہ مقلدین کا تراشیدہ الزام اور مغالطہ ہے جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے اہل حدیث عوام ہوں یا علماء وہ ہر صحیح حدیث کو مانتے ہیں خواہ وہ کسی بھی کتاب میں ہو چونکہ بخاری و مسلم کو صحیحین کہا جاتا ہے اور سنن اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کی بھی تحقیق ہو چکی ہے اس پر صحیح اور ضعیف کا حکم لگایا جا چکا ہے اس لئے آج کے دور میں کتب ستہ سے استفادہ بالکل شرح صدر کے ساتھ کیا جاسکتا ہے بقیہ بہت ساری کتب احادیث پر کام ہو رہا ہے پھر بھی کچھ حدیث کی کتابیں آج بھی بازار اور لائبریریوں میں موجود ہیں جن میں صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف اور موضوع روایات بھی ہیں اس لئے بغیر علماء فن کی تحقیق کے وہ عوام کے لئے قابل اطمینان نہیں ہیں اس لئے احادیث کے سلسلے میں ہمیشہ مستند علماء سے رجوع کرتے رہنے میں فلاح و عافیت ہے۔

اصل مضمون حدیث اور سنت

اداکاروی حدیث سے دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یقیناً آپ ﷺ کے مبارک کام بھی ان دو حصوں میں تقسیم ہیں کچھ کام آپ عادتاً فرماتے تھے اور کچھ کام ضرورتاً فرماتے تھے اب ان میں سے ہم نے تابعداری کن کاموں کی کرنی ہے؟ فرمایا ”علیکم بسنتی“ وہ جو میں عادتاً کام کرتا ہوں ان کی تابعداری کرو۔ اب حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی۔ اب جس میں دو چیزیں آجائیں وہاں ہمیں حکم ہے ”علیکم بسنتی“ آپ ﷺ کی عادت کا اتباع کرنا ہے۔ (۱)

ادکاروی کی تقسیم کے مطابق ہم نبی ﷺ کے مبارک کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے جو کام آپ ﷺ عادتاً کرتے تھے اسے ہم بھی عادت بنالیں سوال یہ ہے کہ جو کام آپ ﷺ ضرورتاً کرتے تھے اگر امتی کے ساتھ بھی وہی ضرورت پیش آجائے تو وہ کیا کرے گا؟ کیا وہ نبی ﷺ کے اس عمل کو اپنائے گا جو آپ ﷺ ضرورتاً کرتے تھے یا فقہاء وقت کے سامنے دست سوال دراز کرے گا۔ ادکاروی تو دنیا سے جا چکے ان کے معتقدین اور متوسلین ہی اسے حل فرمائیں کہ نبی ﷺ نے جس ضرورت کے تحت کوئی کام کیا ہے اور اسے اپنے لئے خاص بھی نہیں کیا ہے اور امتیوں کو اس سے منع بھی نہیں کیا ہے اگر وہی ضرورت کسی امتی کو پیش آجائے تو وہ کیا کرے گا؟ اور اگر اس نے وہی عمل کر لیا تو کیا اسے خلاف سنت قرار دیا جائے گا یا وہ چیز علیکم بسنتی میں داخل ہوگی۔

ادکاروی کی تحریر پر غور کیجئے:

اب حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی۔ پہلی بات: یہاں ادکاروی تسلیم کر رہے ہیں کہ سنت سے پہلے حدیث ہے حدیث دیکھیں گے اہل حدیث بنیں گے تو حدیث ہی سے معلوم ہوگا کہ وہ کام سنت ہے یعنی اہل حدیث بن کر حدیث دیکھیں گے اور اہل سنت بن کر سنت پر عمل کریں گے۔ الحمد للہ ہمیں یہ دو سعادتیں حاصل ہیں ہم اہل الحدیث بھی ہیں اور اہل السنۃ بھی۔

دوسری بات: حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی، یہاں ادکاروی نے عہد ایک چیز کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ ضرورت والے کام بھی اس میں آتے ہیں یعنی حدیث سے سنت معلوم ہوگی اور سنت میں دونوں چیزیں آئیں گی عادت والے کام بھی اور ضرورت والے کام بھی۔ عادت والے کام کی عادت ڈالی جائے گی اور ضرورت والے کام کو ضرورتاً کیا جائے گا۔ ادکاروی کی خود ساختہ تعریف درست نہیں ہے دراصل یہ اہل حدیث دشمنی کا مظاہرہ ہے

اور اپنے مسلک کا تحفظ مقصود ہے جو اس طرح کی لایعنی باتیں زیب قرطاس کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف سے اہل حدیث اور خفی عوام کی طرف سے مسلسل حدیث کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے دوسری طرف خفی مسلک کی تائید میں حدیثیں نہیں ہیں ان وجوہات کی بناء پر سیدھا حدیث ہی کا انکار کر دیا جائے تو اس سے بہتر راستہ کیا ہو سکتا ہے مگر سیدھا انکار کریں گے تو جگ ہنسائی ہوگی، اس لئے حدیث کی عظمت گھٹانے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں اور اس فائدہ میں اوکاڑوی دکیل احناف (دیوبند) تھے اور وہ جس طرح غیر سنجیدہ اور بازاری تحریریں لکھ گئے ہیں یہ انہیں کا حصہ تھا۔

حدیث اور سنت مترادف ہے اور اگر دونوں کو جدا کیا جائے تو پہلے حدیث ہوگی پھر سنت۔ یعنی حدیث ہی سے علم ہوگا کہ یہ چیز سنت ہے اور پھر حدیث ہی سے اس کا علم ہوگا کہ وہ سنت آپ ﷺ نے عادت کے طور پر انجام دیا ہے یا ضرورت کے تحت انجام دیا ہے یعنی جو کام بھی آپ ﷺ نے انجام دیا ہے وہ حدیث بھی ہے اور سنت بھی ہے عادت والے کام کو عادتاً اور ضرورت والے کام کو ضرورتاً کیا جائے گا۔ بلکہ وہ کام بھی سنت میں داخل ہے جسے آپ نے عملاً انجام ہی نہیں دیا صرف اس کے کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔

عن ابن عَبَّاسٍ ، يَقُولُ: حِينَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعْظِمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ هُنَا الْيَوْمَ النَّاسِعُ قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: اس عاشوراء کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر آئندہ سال تک

زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا مگر رسول اللہ ﷺ آئندہ سال تک حیات نہیں رہے بلکہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

فَلَمْ يَعْشَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْقَابِلِ بَلْ تُوَفِّيَ فِي الثَّانِي عَشَرَ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ فَصَارَ الْيَوْمُ النَّاسِعَ مِنَ الْمُحَرَّمِ صَوْمَ سَنَةٍ، وَإِنْ لَمْ يَصُفْهُ لِأَنَّهُ عَزَمَ عَلَى صَوْمِهِ - (۱)

رسول اللہ ﷺ آئندہ سال تک حیات نہیں رہے بلکہ بارہ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہو گئی بس نویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہوا اگرچہ آپ نے روزہ نہیں رکھا مگر روزہ رکھنے کا عزم ظاہر فرمایا۔ سنت کے دائرے کو تنگ کرنے اور حدیث کو ناکارہ بنانے کی کوشش کرنے والے ہوش کے ناخن لیں اور دیکھیں کہ ان کے پیش رو کیا کہہ گئے ہیں۔

جو کام آپ ﷺ نے عادتاً کیا وہ سنت ضرورتاً کیا وہ بھی سنت بلکہ صرف قصد و ارادہ فرمایا لیکن عملاً کرنے کا موقع نہیں ملا وہ بھی سنت، سنت کو سنت ہی رہنے دو سنت کے خلاف سینہ سے کینہ نکال دو اور مان لو کہ حدیث و سنت دونوں مترادف ہیں کبھی سنت کو حدیث اور حدیث کو سنت کہنا اسلاف کا معمول رہا ہے۔ آج نئی نئی اصطلاحیں رائج کر کے دشواریاں مت پیدا کرو۔

سنت کو عادت اور ضرورت میں تقسیم کر کے حدیث اور سنت کا استہزاء امت کرو، علیکم بسنتی میں نبی ﷺ کا ہر وہ کام داخل ہے جسے آپ ﷺ نے عملاً انجام دیا اور اسے اپنے لئے مخصوص نہیں کیا یا امتیوں کو اس کے کرنے سے منع نہیں فرمایا آپ ﷺ نے کوئی کام عادتاً کیا یا ضرورتاً کیا یا صرف کرنے کا قصد و ارادہ فرمایا وہ سب کے سب علیکم بسنتی میں داخل ہیں۔

بوس و کنار کی حدیث

ادکاروی لکھتے ہیں:

احادیث کی کتابوں میں ایسی کتابیں بھی ملتی ہیں کہ وضو کے بعد آپ ﷺ نے بیوی سے بوس و کنار بھی فرمایا ہے یہ عادت نہیں تھی بلکہ ضرورت تھی، کیونکہ پیغمبر پر مسئلہ سمجھانا بھی ایک ضرورت ہوتی ہے کہ کہاں تک وضو ہے اور کہاں تک ٹوٹ گیا۔ (۱)

کاش ادکاروی نے کتاب اور حدیث کی نشاندہی کی ہوتی تاکہ حدیث کے الفاظ سے معلوم کر لیا جاتا کہ آپ کا یہ عمل کیسا تھا، دیکھتے اندھیرے میں کس طرح تیر چلا رہے ہیں کہ احادیث کی کتابوں میں ایسی کتابیں بھی ملتی ہیں آخر وہ کونسی کتابیں ہیں احادیث کی تمام کتابوں کو چھوڑیے صرف کتب ستہ ہی کو لے لیجئے کیا یہ مسئلہ بوس و کنار اس میں نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ، ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ، قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: لَيْسَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ۔ (۲)

۲۔ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قُلْتُ: مَا هِيَ إِلَّا أَنْتِ، فَضَحِكَتْ۔ (۳)

۳۔ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قَالَ عُرْوَةُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ؟ فَضَحِكَتْ۔ (۴)

اصول محدثین کی کسوٹی پر یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے

(۱) حدیث و سنت میں فرق: ۸ (۲) النسائی: ۱۷۰

(۳) ابن ماجہ: ۵۰۲ (۴) ابوداؤد: ۱۷۹

حسب ضرورت ازواج مطہرات کو بوسہ دیا ہے اور اس کے بعد بغیر وضو کئے آپ ﷺ نے نماز بھی پڑھائی ہے اس سے پتہ چلا کہ بیوی کا بوسہ نواقض وضو میں نہیں ہے بادل وضو ہونے کی صورت میں بیوی کا بوسہ لے کر دوبارہ وضو نہ کرنا اور نماز پڑھنا نبی ﷺ کی سنت ہے اور سنت ہر وہ عمل ہے جسے نبی ﷺ نے انجام دیا ہو ایک بار، بار بار، بلکہ سنت وہ بھی ہے جس کا آپ ﷺ نے صرف ارادہ فرمایا مگر عملاً اسے انجام نہیں دیا۔ سنت کا دائرہ تنگ مت کیجئے۔ ملا علی قاری نے مرقاة میں محرم کے نویں دن کے روزہ کو بھی سنت لکھا ہے بلکہ تمام امت اسے سنت مانتی اور اس پر عمل کرتی ہے جبکہ نبی ﷺ نے اس پر ایک بار بھی عمل نہیں کیا ہے۔

حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے: **أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ**۔ یہاں ”يقبل“ مضارع پر لفظ کان آیا ہے جو استمرار کا معنی دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ معاملہ ضرورتاً صرف ایک بار پیش آیا ایسا نہیں ہے بلکہ ایسے مواقع بکثرت وقوع پذیر ہوئے اور اذکار و اصول کے مطابق یہ بھی سنت ہوا۔

حدیث اور کتب حدیث کو پردہ راز میں رکھ کر عوام میں پھیلائی گئی بدگمانی اور دھاندلی سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا نظر نہیں آتا ہے احادیث کے مجموعہ سے جو مسئلہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وضو کے بعد اگر بیوی کا بوسہ لیا جائے تو سنت یہ ہے کہ دوبارہ وضو کئے بغیر اسی وضو سے نماز پڑھی جائے۔ اگر آپ کا عمل موجود نہ ہوتا تو امت دشواری میں پڑ جاتی اور جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا اسے اس کا دل جھنجھوڑتا کہ وضو کے بعد بیوی کا بوسہ اور پھر نماز۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں بڑی واضح شریعت ملی ہے جس میں چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی ہمارے لئے رہنمائی موجود ہے۔

جوتے میں نماز پڑھنے کا جواز

ادکار ڈوی لکھتے ہیں:

جوتے اتار کر نماز پڑھنا حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی۔ اس لئے امت نے آپ ﷺ کی اسی عادت کو اپنایا اور اسی لئے ہم آپ کے مطابق جوتے اتار کر نماز پڑھتے ہیں۔ اگرچہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے یہ ہے سنت اور حدیث میں فرق۔ (ایضاً: ۱۰)

ادکار ڈوی پہلے لکھ چکے ہیں حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی یعنی سنت اور عادت۔ اب مجموعہ حدیث دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جوتوں میں نماز کے سلسلے میں پوری رہنمائی موجود ہے۔ یعنی: (۱) جوتے کی طہارت (۲) جوتے کو پاک کرنے کا طریقہ (۳) جوتا نجس ہونے کی صورت میں منفرد مصلیٰ اسے کہاں رکھے (۴) اگر جماعت میں شامل ہے تو جوتے کہاں رکھے (۵) دوران نماز جوتے کی نجاست کا خیال آئے تو کیا کرے۔ یعنی جوتے کے سلسلے میں تمام تر تفصیلات موجود ہیں اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور جوتے میں نماز پڑھنا جائز ہے نبی کریم ﷺ نے دونوں صورتوں پر عمل کیا ہے۔ عمرو بن شعیب سے (عن ابیہ عن جدہ) کے واسطے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي خَافِيًا وَمُنْتَعِلًا۔ (۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جوتے اتار کر بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھتے تھے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ۔ (۲)

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فتح مکہ والے دن دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے جوتے آپ کی بائیں جانب رکھے ہوئے تھے۔

چونکہ نبی ﷺ حسب حالات و ظروف جوتے پہن کر اور جوتے نکال کر یعنی دونوں صورتوں میں نماز پڑھا کرتے تھے اسی لئے صحابی رسول حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: أَكُنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ کیا نبی ﷺ اپنے جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا (نعم) ہاں (۱) یعنی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اس لئے دوسرے صحابی سے پوچھ کر اطمینان کر لیا۔ اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اسی حدیث سے مسئلے کو واضح کر دیا کہ جوتے پہن کر اور اتار کر دونوں صورتوں میں نماز پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ آئیے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت پڑھیں:

بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نَعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمُ عَلَى إلقاءِ نَعَالِكُمْ، قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَكَ فَالْقَيْنَا نَعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا - أَوْ قَالَ: أَذَى -" وَقَالَ: "إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذَى فَلْيَنْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا - (۲)

ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے (دوران نماز) اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لئے جب صحابہ کرام نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے

(۱) بخاری: ۳۸۶ / مسلم: ۵۵۵

(۲) ابوداؤد: ۶۵۰

جوتے اتار دیئے جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتارے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا کہ آپ کے جوتے میں گندگی لگی ہے، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو بغور دیکھ لیا کرے اگر اس میں کوئی گندگی یا نجاست نظر آئے تو اسے رگڑ کر (یا دھو کر) پاک کر لے اور پھر ان میں نماز پڑھے۔

اس حدیث میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا تفصیلی تذکرہ ہے اور ایک اصول بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جوتے میں نماز پڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ جوتا گندگی اور نجاست سے پاک ہو مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اسے اچھی طرح دیکھ لے۔

جوتے میں نماز پڑھنے کا مسئلہ صرف بخاری و مسلم کا نہیں ہے دیگر کتب حدیث میں بھی یہ مسئلہ تفصیل سے موجود ہے اہل حدیث دشمنی میں حدیث سے پیچھا چھڑانے کی یہ ایک ناروا کوشش ہے ورنہ یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے جب دونوں صورتیں نبی ﷺ سے صحیح حدیث سے ثابت ہیں تو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آج آپ مشاہدہ کر لیجئے جنازے کی نماز مسجد سے باہر جب کسی چوراہے، سڑک یا میدان وغیرہ میں پڑھی جاتی ہے تو تمام لوگ جوتوں اور چپلوں سمیت ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں کچھ لوگ جوتے اور چپل نکال کر اسی پر کھڑے رہتے ہیں اور کچھ لوگ پہنے ہوئے ہی پڑھ لیتے ہیں، لیکن مسجدوں میں یہ عمل درست نہیں ہوگا کیونکہ آج کل مسجدوں میں جو صفائی ستھرائی، قالین اور نفیس چٹائیاں ہوتی ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی بھی ہوشمند جوتوں سمیت نہ تو مسجد میں جاتا ہے اور نہ جوتوں سمیت نماز پڑھتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں جوتوں میں نماز پڑھنے کی شرط لگائی ہے کہ جوتا نجاست اور میل کچیل دونوں سے پاک ہو۔

اوکاڑوی کی جہالت یا دھاندلی

اوکاڑوی لکھتے ہیں:

اس طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے جبکہ بیچ کر پیشاب کرنے کی حدیث بخاری و مسلم میں بالکل نہیں ہے۔ (ایضاً: ۱۰)

اوکاڑوی صاحب وکیل احتاف (دیوبند) اور جامد مقلد تھے حدیث دانی سے انہیں واسطہ نہ تھا ویسے بھی خفی مقلد یتیم فی الحدیث ہوتا ہے کیونکہ جب دل و دماغ میں تقلیدی غلاظت بھر جاتی ہے تو اسے حدیث رسول سے نفرت ہو جاتی ہے اس سے وہ مقلدین خارج ہیں جو شارحین حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ صرف نسبتاً مقلد ہوتے ہیں ورنہ ان پر اجتہاد و تحقیق کا رنگ غالب رہتا ہے۔

اب دیکھئے اوکاڑوی لکھتے ہیں کہ بیچ کر پیشاب کرنے کی حدیث بخاری و مسلم میں بالکل نہیں ہے اگر انہوں نے بخاری سبقاً سبقاً پڑھا ہوتا تو اتنی بڑی کذب بیانی نہیں کرتے۔ لیجئے بخاری دیکھئے: ”بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لِبْنَتَيْنِ“ راوی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لَقَدْ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لِبْنَتَيْنِ، مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ۔ (۱)

اس سے واضح دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں:

لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ «رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لِبْنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ (۲)

امام بخاری رحمہ اللہ ان حدیثوں میں بیان کر چکے ہیں کہ نبی ﷺ کا معمول قضائے حاجت

(پیشاب پانخانے کا) کا بیٹھ کر کرنے کا تھا جسے اوکاڑوی جھلاتے اور اپنی جہالت کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ بخاری میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کی حدیث ہے ہی نہیں۔

آں کس کہ نہ داند و بداند کہ بداند

در جہل مرکب ابدال دھر بماند

اب آگے امام بخاری رحمہ اللہ باب باندھتے ہیں: ”بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا“۔ یعنی کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان۔ پھر حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ خُذِيفَةَ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِعَاءٍ فَجِثَّتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ (۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر (گھور) پر سے گزر رہا تھا وہاں آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر آپ نے پانی مانگا تو میں پانی لے آیا چنانچہ آپ نے وضو فرمایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے حدیث نقل کر کے یہ بتا دیا ہے کہ نبی ﷺ کا پیشاب کرنے میں جو معمول تھا وہ بیٹھ کر کرنے کا تھا مگر آپ نے ایک موقع پر کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا ہے اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ پر مقلدین کا غصہ اتارنا کسی طرح درست نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بخاری میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کی حدیث موجود نہیں ہے یہ محض جہالت ہے یا دوسروں پر اپنا علمی رعب قائم کرنا اور عوام کو گمراہ کرنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص تمہیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتائے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی تصدیق نہ کرو آپ تو بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (۲)

بظاہر یہ حدیث امام بخاری کی پیش کردہ حدیث کے معارض ہے اس کے متعلق شارحین کا موقف حسب ذیل ہے:

محدث ابو عوانہ اور ابن شاہین نے حدیث حذیفہ کو منسوخ ٹھہرایا ہے لیکن دلائل کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات اپنے علم کے اعتبار سے کہی ہے۔ چنانچہ گھر میں رسول اللہ ﷺ کا عمل بیٹھ کر پیشاب کرنے ہی کا ہے لیکن گھر کے علاوہ باہر کے عمل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مطلع نہ ہو سکیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں لہذا گھر سے باہر ان کا مشاہدہ ناقابل تردید ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس موقف کے مطابق عنوان بندی کی ہے چنانچہ انہوں نے ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے: ”الرخصة في البول في الصحراء قائما“ آبادی سے باہر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز۔ اس کے تحت وہ حدیث حذیفہ لائے ہیں۔ (۱)

دوسرا باب ان الفاظ میں قائم کرتے ہیں: ”البول في البيت جالسا“ گھر میں بیٹھ کر پیشاب کرنا اس کے تحت حدیث عائشہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے ان حدیثوں سے مسئلہ بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا جس پر پوری امت کا عمل ہے لیکن صحرا یا گھور وغیرہ پر آپ ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے۔ بعض لوگوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی لکھا ہے جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب وحدیث میں حضرت عمر، حضرت علی، زید بن ثابت، حضرت ابن عمر، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منقول ہے۔ (۲)

(۱) النسائی: ۲۶

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴

خلاصہ کلام یہ کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث نہ تو منسوخ ہے نہ یہ عمل مکروہ ہے بلکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بالکل جائز ہے بلکہ آج کل تو ریلوے اسٹیشنوں اور ہوائی اڈوں پر کچھ اس طرح کے طہارت خانے بنے ہوتے ہیں کہ جہاں مجبوراً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے اور بیٹھنے کی کوشش کریں تو کپڑے گندگی سے لت پت ہو جائیں اور پیشاب میں اصل چھینٹوں سے بچنا ہے جس سے بدن اور کپڑے محفوظ رہ سکیں۔

امی والی نماز کی حقیقت

اوکاڑوی نے چنوٹ کے ایک طالب علم ”کلیل“ کو اپنے مخصوص کاموں کے لئے پال رکھا تھا جو مختلف مسجدوں میں جا کر سیدھے سادے لوگوں کو چھیڑتا اور دعوت مبارزت دیتا تھا اور اسے ماسٹر امین کی طرف سے پوری آزادی ملی ہوئی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

وہ لڑکا کسی مسجد میں گیا جماعت ہو چکی تھی دو تین آدمی نماز پڑھ رہے تھے یہ ایک آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گیا، جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے سلام کیا اس نماز پڑھنے والے نے جواب دیا، اس نے پوچھا کہ جی! آپ کے والد صاحب حیات ہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، لڑکے نے پوچھا کیا کسی باہر کے ملک میں رہتے ہیں؟ کہا جی ہاں، باہر رہتے ہیں مگر آپ کو کیسے معلوم، آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ لڑکے نے کہا کہ کچھ نہیں بس کوئی بات تھی، اس آدمی نے پھر پوچھا کہ آپ کے پوچھنے کی وجہ کیا تھی، اس لڑکے نے جواب دیا کہ آپ امی والی نماز پڑھ رہے تھے ابا والی نہیں پڑھ رہے تھے، اس سے میں نے سمجھ لیا کہ یا تو ابا وافات پاگئے ہوں گے یا باہر کسی ملک میں ہوں گے اور نماز امی سے سیکھی ہوگی اس لئے سینے پر ہاتھ باندھ رہے ہیں۔ (ایضاً: ۱۲)

افسوس! خلاف حدیث مقلدین نے جہاں بہت سے خرافات کو دین کا حصہ بنا رکھا ہے وہیں نماز نبوی کو نماز حنفی، نماز شافعی، نماز مالکی اور نماز حنبلی وغیرہ تقسیم کر کے باہمی اختلاف و انتشار کے

شکار ہوئے اور وحدت ملت کا مرکز محسن کعبہ بھی ان کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہا۔ اب یہ مسجدوں میں ابا والی نماز کا سروے کر رہے ہیں اور الناجور کو تو ال کو ڈانٹے کے بمصداق نماز محمدی کو امی والی نماز قرار دے رہے ہیں۔ میں نے مکمل اسلام محمد الیاس گھمن کی کتاب ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ اٹھائی کہ دیکھیں سینے پر ہاتھ باندھنے یعنی ای والی نماز کی کیا دلیل ہے گھمن نے ہاتھ باندھنے کے تعلق سے بزم خویش پانچ روایتیں ذکر کی ہیں لیکن عورتوں کو خصوصاً سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ دیکھئے: (۱)

پھر میں نے عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق کا بیان کھولا وہاں مجھے آٹھ روایتیں ملیں مگر اس میں بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (۲)

پتہ چلا کہ اوکاڑوی جس پر آستین چڑھا رہے ہیں اور اپنے شاگرد رشید کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں اس پر احناف کے یہاں کوئی دلیل نہیں ہے اور اہل حدیث کے دلائل کا سہارا لیکر عورتیں سینے پر ہاتھ باندھ رہی ہیں مولانا عبدالحی لکھنؤی رحمہ اللہ نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں اس راز سے پردہ ہٹایا ہے (کما سیاتی) خفی مرووں کو اس سعاوت سے محروم رکھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے اگر سینے پر ہاتھ باندھنے سے عورتوں کی پردہ پوشی ہے تو مرد بھی اسے اپنالیں تا کہ ضعیف روایتوں پر عمل کرنے سے انہیں بھی نجات مل جائے۔

اوکاڑوی مزید لکھتے ہیں کہ:

مجھے واپس آ کر اس لڑکے نے یہ لطیفہ سنایا کہ آج یہ ماجرا پیش آیا کل اس نے مجھے بخاری میں حدیث دکھانی ہے میں نے کہا فکر نہ کرو بخاری میں یہ حدیث (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی) ہے ہی نہیں۔ (ایضاً: ۱۲)

(۱) نماز اہل السنۃ والجماعۃ: ۵۲-۵۱

(۲) نماز اہل السنۃ والجماعۃ: ۱۰۹-۱۰۶

واہ رے اوکاڑوی واہ! مسلک کی وکالت اس طرح کہ ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان: کہ بخاری میں حدیث ہے ہی نہیں، فرض کرو بخاری میں حدیث نہ ہو تو دیگر کتب حدیث میں اگر وہ حدیث موجود ہو اور وہ صحیح بھی ہو تو کیا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور یہ دعویٰ تو آج تک کسی نے کیا ہی نہیں کہ اگر بخاری کی حدیث ہے تو ہی مانیں گے دیگر کتابوں کی صحیح حدیث کو نہیں مانیں گے یہ محض مقلدین کے مغالطے اور ڈھکوسلے ہیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ بخاری میں (بالتطبیق) سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بھی موجود ہے۔ پڑھئے:

سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ۔ (۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں آدی اپنا وایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ”ذراع“ پر رکھے۔ آئیے دیکھیں ذراع کا کیا مطلب ہے:

۱۔ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ۔ (۲)

۲۔ کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ۔ (۳)

۳۔ درمیانی انگلی کے سرے کہنی تک۔ (۴)

۴۔ مابین طرف العرفق إلى طرف الإصبع الوسطى۔ (۵)

ذراع کا مطلب ہوا کہنی سے بیچ کی انگلی کے سرے تک۔ جسے عرف عام میں ہاتھ کہا جاتا ہے تو

(۱) بخاری: ۷۴۰ (۲) المنجد

(۳) معجم اللغات (۴) فیروز اللغات

(۵) لسان العرب لابن منظور المجلد السادس

جب اس طرح سے ایک ہاتھ مکمل طور پر دوسرے ہاتھ پر رکھا جائے گا تو وہ خود بخود سینے پر آ جائے گا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

گھسن نے نماز اہل السنہ والجماعہ میں بخاری کی اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن ”ذراع“ کا ترجمہ ”کلائی“ سے کیا ہے جو درست نہیں ہے گھسن نے دیوبندیوں کو گھمانے کی کوشش کی ہے۔ (۴) وحید الزماں کیرانوی سابق استاد ادب دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

۱۔ ذراع، بازو، ہاتھ، کہنی سے بیچ کی انگلی تک

۲۔ ریح، کلائی

۳۔ ساعد، بازو، ہاتھ، ہتھیلی سے کہنی تک کا حصہ۔ (۵)

کلائی یا ہتھیلی سے کہنی تک کا حصہ، ذراع کے مفہوم کو صحیح واضح نہیں کرتا ذراع کا مطلب ہوا کہ ایک ہاتھ مکمل طور سے دوسرے ہاتھ پر رکھا جائے اور یہی اس حدیث کا صحیح مطلب ہے۔ الحمد للہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بخاری میں موجود ہے پھر بھی مقلدین بے توفیق ڈینگیں مارتے رہتے ہیں شاگردو شاگرد استاد بھی شاگرد کی کذب بیانی کی توثیق کرتے نظر آتے ہیں۔

افسوس! نماز کی اصلاح اب تک نہ ہو سکی

ادکاڑوی کا لاؤ لا شاگرد ایک دن جامعہ ستاریہ چلا گیا اور واپس آ کر اس نے اپنی جو روداد بیان کی اسے ادکاڑوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

میں نے جا کر دو نفل پڑھی دو تین بابے بیٹھے تھے شور مچانے لگے نماز نہیں ہوئی نماز نہیں ہوئی بخاری و مسلم کے خلاف ہے حدیث کے خلاف ہے، میں نے کہا بابا جی، نماز تو پڑھ لینے دو، شور کیوں مچاتے ہو؟ وہ پھر بول پڑے جی: جی ہوتی ہی نہیں ہے، ہوتی ہی نہیں ہے، پوچھا کیا ہوا؟ کہا

بزرگوں نے کہ بخاری و مسلم کی حدیث کے خلاف ہے۔ (ایضاً: ۱۲)

پھر وہ لڑکا بحث پر اتر آیا اور بخاری و مسلم پر اپنا غصہ اتارنے لگا اور دوسرے نمازیوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا:

کسی نے نماز میں جوتا نہیں پہنا ہوا ان سب کے جوتے پہناؤ تاکہ بخاری و مسلم پر عمل ہو جائے۔

(ایضاً: ۱۳)

جامعہ ستاریہ میں اگر خلاف حدیث نماز پڑھنے پر اوکاڑوی کے شاگرد رشید شکیل کوٹو کا گیا، تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے احتاف کی نماز خلاف حدیث رسول ہے حنفیت کے آغاز پر ہی انہیں بتا دیا گیا تھا مگر انہوں نے اس پر توجہ نہیں دی امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ بحیثیت مسافر کوفہ کی جامع مسجد میں بعد نماز عصر داخل ہوئے، نماز عصر پڑھی اور خاموشی کے ساتھ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے، ایک نوجوان نے آکر نماز پڑھی مگر اس کی نماز، نماز نبوی سے مطابقت نہ رکھتی تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ پس و پیش میں پڑ گئے چپ رہنے کی صورت میں کتمان علم کے مجرم قرار پاتے بالآخر آخرت میں باز پرس کے احساس سے مجبور ہو کر جاتے ہوئے نوجوان کو آپ نے پکارا: نوجوان، اگر آپ بر محسوس نہ کریں تو میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں؟

نوجوان: ایک لمحے کیلئے رک گیا اس نے محمد بن ادریس کو حیرانی کے ساتھ دیکھا اور پھر کہا: جی

فرمائیے۔

نوجوان کے لہجے کے تیکھے پن کو نظر انداز کرتے ہوئے محمد بن ادریس اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ کر کہنے لگا: یا انی: کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گے کہ میں تم سے تمہاری نماز کے متعلق بات کر سکوں محمد بن ادریس نے نہایت محتاط اور دلآویز لہجہ میں کہا۔

نوجوان: نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر تیز آواز میں بولا تم میری نماز سے متعلق بات کرنا چاہتے ہو؟ نوجوان کے ایک ایک لفظ سے حیرت و استعجاب کا اظہار ہو رہا تھا وہ یہ تصور بھی نہ

کر سکتا تھا کہ اس سے بھی کم عمر ایک اجنبی اس سے اس موضوع پر بات کرنے کی جسارت کرے گا، اس نے بے قراری کے انداز میں کہا: تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالو۔ اب عراقی نوجوان کے لہجے سے حکمت کے ساتھ غور و بھی ٹپکنے لگا تھا۔ میرے لئے یہ بات بہت آسان تھی کہ میں تمہاری غلطی پر چشم پوشی سے کام لیتا اور اس طرح تمہاری نفرت و غضب کا نشانہ بننے سے بچ جاتا۔ محمد بن ادریس نے نوجوان کے غرور کو نظر انداز کرتے ہوئے بدستور نرم و شیریں لہجے میں کہنا شروع کیا۔ مگر میرے پیارے بھائی روز حشر میں خدا کی گرفت تمہارے اندازے سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔ بھائی نماز پوری صحت کے ساتھ پڑھا کرو۔ اللہ تمہارے اس چاند سے مکھڑے کو جہنم کی مجلس سے بچائے رکھے۔

عراقی نوجوان جو پہلے ہی اسے نہایت خشمگیں نظروں سے دیکھ رہا تھا، اب یہ تلخ نصیحت سن کر تو وہ بھڑک اٹھا۔ تمہیں دوسروں کی عبادات میں غلطیاں نکالنے کا حق کس نے دیا ہے؟ میرے علم نے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے محمد بن ادریس نے باوقار لہجے میں اس طرح کہا کہ اس کے چہرے اور کسی لفظ سے بھی غرور کا اظہار نہ ہوتا تھا۔

تمہاری عمر تمہارے دعوے کا ساتھ نہیں دیتی۔ نوجوان کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ دعوے کا تعلق عمر سے نہیں علم اور صلاحیت سے ہوتا ہے، جن کو اصلاح اور ہدایت مطلوب ہوتی ہے وہ کہنے والے کے چہرے کو نہیں اپنے عمل کو دیکھتے ہیں محمد بن ادریس نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہا۔

عراقی نوجوان پر اس کی عالمانہ گفتگو کا کوئی اثر نہ ہوا وہ اس کی باتوں کو عمر کے پیمانوں سے ماپ رہا تھا مقامی نوجوان کے لئے یہ بات سخت ناگوار تھی کہ ایک کم عمر اجنبی اس کی نماز پر اعتراض کر رہا تھا۔

محسوس یہ ہوتا ہے کہ تم حجازی (کے مدینے کے رہنے والے) ہو عراقی نوجوان کے غصے میں

مزید شدت پیدا ہو چلی تھی۔

پیشک میں جازی ہوں..... محمد بن ادریس نے نہایت سادگی سے جواب دیا، وہ عراقی نوجوان کی بات کا مفہوم نہیں سمجھا تھا۔ مگر میرے جازی ہونے سے تمہاری نماز کا کیا تعلق؟ جاز ہو یا عراق شام ہو یا مصر اسلام تو ہر جگہ ایک ہی رہتا ہے۔

میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم جازی ہو..... نوجوان نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا..... کیونکہ یہ رکھاپن اور خشک مزاجی جازیوں ہی میں پائی جاتی ہے، بھلا ان لوگوں کو عراقیوں جیسی نرمی و شکفتگی کہاں نصیب! اور پھر ذرا تیز لہجے میں بولا: مجھے اس مسجد میں پندرہ سال نماز پڑھتے ہوئے ہو گئے ہیں، جانتے ہو اس مسجد میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دو بڑے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد نماز پڑھنے آتے ہیں میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ ان عظیم ائمہ کو میری نماز میں کبھی کوئی کوتاہی نظر نہ آئی آپ کل کے چھو کرے، چلے ہیں اعتراض کرنے..... ہونہہ..... یہ کہتے ہوئے نوجوان نے بڑی حقارت اور غصے کے ساتھ اپنی چادر محمد بن ادریس کے منہ پر جھاڑی اور منہ ہی منہ میں کچھ کہتا اور پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔

محمد بن ادریس کو نوجوان کی باتوں سے خفت بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ امام محمد اور ابو یوسف نے اس کو ٹوکا کیوں نہیں؟

نوجوان جب مسجد کے صدر دروازے پر پہنچا تو اسے وہاں امام ابو یوسف اور امام محمد نظر آ گئے، علم فقہ کی ان جلیل القدر ستیوں کو دیکھتے ہی نوجوان بے قابو ہو گیا، حضرت! آپ لوگوں کے ساتھ مجھے نماز پڑھتے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا ہے..... نوجوان جذباتی لہجے میں بول رہا تھا کبھی آپ کو میری نماز میں کوئی خامی نظر آئی؟

نہیں۔ امام محمد اور امام ابو یوسف نے بیک زبان کہا، نوجوان! ہم نے تو تمہاری نماز میں کبھی کوئی کوتاہی محسوس نہیں کی۔

لیکن برخوردار! تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو اور وہ بھی اس طرح کہ فرط غضب سے تمہارا چہرہ سرخ اور زبان لڑکھڑاہی ہے۔ اصل ماجرا کیا ہے؟ امام ابو یوسف عراقی نو جوان کی ظاہری حالت دیکھ کر اپنی حیرت کا اظہار کرنے لگے۔

جب آپ میری نماز کی صحت پر گواہی دے رہے ہیں تو پھر ایک جازی لونڈے کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ میرے طریقہ نماز پر اعتراض کرے؟ (۱)

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ احناف اپنی نماز کا جائزہ لیتے اور اسے نماز نبوی سے ہم آہنگ کر لیتے مگر ایسا نہیں ہوا جس طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے علم کی روشنی میں نو جوان کو ٹوکا تھا اور آج بھی اہل علم انہیں جابجا ٹوکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آج تک وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہوا کہ جب سے کتاب و سنت کا علم عوام میں بھی عام ہوا ہے اور قال اللہ اور قال الرسول کے شیدائیوں نے اسے عام کرنے کی جدوجہد کی ہے تو عوام کے تقاضوں سے تنگ آ کر اب اپنی حنفی نماز کو مدلل کرنے کے لئے حدیثیں جمع کرنے کا کام سوسو سوسالوں سے جاری ہے اور اب اس دعوے کے ساتھ کتابیں بھی بازار میں آرہی ہیں کہ احناف کی نماز بھی احادیث سے مانوڑ ہے۔

۱۹۸۷ء میں مفتی جمیل احمد ندوی کی کتاب ”رسول اکرم کا طریقہ نماز“ بازار میں آئی تو اس کے جواب میں رئیس احمد ندوی رحمہ اللہ نے (۷۶۶) صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز لکھ کر ان کے سارے دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا کیونکہ حدیثیں جمع کرنا آسان کام ہے مگر صحیح حدیثوں سے مسائل ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لیکر ہر خرافات اور بدعت کو مدلل کیا جاسکتا ہے یہ کوئی علمی نہیں بلکہ ابلیسی کام ہے۔ رہی بات تمام نمازیوں کو جو تھے پہنانے کی تاکہ بخاری و مسلم پر عمل ہو جائے، سو اس قسم کے

اعتراضات وہی کرتے ہیں جو حدیث رسول ﷺ کی عظمت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ سوچئے! جو کام نبی ﷺ نے کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا اس کا استہزاء آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ تو صرف روایت لائے ہیں اگر غصہ ہے جوتے میں نماز پڑھنے پر اعتراض ہے تو ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھئے کہ تمہارے غصہ اور اعتراض کی زد پر کون آرہا ہے؟

ذرا سنجیدگی سے بخاری پڑھو!

اوکاڑوی کا شاگرد مسجد میں شور مچا رہا ہے۔

بخاری میں باب باندھا ہے ”باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد“ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا باب ہے۔ تین کپڑوں میں نماز پڑھنے کا باب بخاری میں نہیں ہے تو ان کے کپڑے اتارو کسی کی قمیص رہنے دو کسی کی جراب رہنے دو کسی کی بنیائیں رہنے دو تاکہ آرام سے گن کر بتایا جاسکے کہ یہ دیکھئے ایک کپڑے میں نماز ہو رہی ہے۔ حدیث پر عمل ہو رہا ہے بخاری پر عمل ہو رہا ہے۔ (ایضاً: ۱۳)

بخاری و مسلم صحیح احادیث کا مجموعہ ہے مگر احناف کے اپنے خود ساختہ مسلک سے ہم آہنگ نہیں ہو رہا ہے اس لئے اکثر وہ بخاری و مسلم پر اپنا غصہ اتارتے نظر آتے ہیں دیکھئے اوکاڑوی کے شاگرد نے کہا: کہ بخاری میں باب باندھا ہے ”باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد“ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے بخاری میں اس طرح باب بالکل نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ”باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد ملتحفابہ“ صرف ایک کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا اس کے تحت پانچ حدیثیں (۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸) لاتے ہیں جس میں نبی ﷺ کا عمل ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھنے کا ہے۔ اب آپ خود فرمائیں اوکاڑوی کا شاگرد رشید ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا مذاق اڑا رہا ہے آخر وہ کس کا مذاق اڑا رہا ہے بخاری کا؟ اہل حدیثوں کا؟ یا راویان

حدیث اور الصحابہ کرام عہدوں کا؟ یا خود نبی کریم ﷺ کا؟ یہ ہے تقلید کی کرشمہ سازی۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سائل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں
نماز پڑھنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے
ہیں؟۔ (۱)

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ”اذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على
عاتقيه“ جب کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو اس سے کچھ حصہ اپنے کندھے پر ڈال لے۔
اس کے تحت دو حدیثیں (۳۵۹-۳۶۰) لاتے ہیں، پھر باب باندھتے ہیں: ”اذا كان الثوب
ضيقا“ جب کپڑا تنگ ہو تو (نماز کیا کرے) اس کے تحت دو حدیثیں (۳۶۱-۳۶۲) ذکر کئے
ہیں آگے چل کر پھر باب باندھتے ہیں: ”باب الصلوة في القميص والسر اويل والتبان
والقباء“ قمیص، پاجامہ، جاگھیا اور قبائیں نماز پڑھنا اس کے تحت حدیث لاتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ایک آدمی کھڑا ہوا اور نبی
ﷺ سے سوال کیا: آیا ایک کپڑے میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم
میں سے سب کے پاس دو دو کپڑے ہیں؟ پھر کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا
تو انہوں نے جواب دیا جب اللہ تعالیٰ وسعت فرمائے تو اس وسعت کا اظہار کرو۔ چاہیے کہ لوگ
اپنے جسم پر اللہ کے دیئے ہوئے کپڑے استعمال کریں یعنی ازار اور چادر میں، ازار اور قمیص میں،
ازار اور قبائیں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص میں نماز پڑھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ کہتے ہیں میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاگھئے اور چادر میں ادائیگی صلوٰۃ کے
متعلق بھی فرمایا تھا۔ (۲)

ان تمام روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ ایک کپڑا جس سے کندھا بھی ڈھکا ہوا ہو نماز کے لئے کافی

ہے بلکہ بسا اوقات خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول رہا ہے۔ یعنی ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے تاہم بہتر ہے کہ اگر وسعت ہو تو زیادہ کپڑے استعمال کئے جائیں اور وسعت یعنی نعمت ربانی کا اظہار بھی کیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جداگانہ ابواب قائم کئے اور باب کے تعلق سے حدیثیں لائے اب اگر عقل کے اندھوں کو دکھائی نہ دے تو کس کا قصور؟ تعجب تو اس پر ہے کہ آج کل کے متعصب مقلدین اہل حدیث دشمنی میں اتنے جری ہو گئے ہیں کہ وہ حدیث اور صاحب حدیث نبی ﷺ کا استہزاء اور مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں شبہ ہوتا ہے کہ کیا واقعی یہ مسلمان ہیں یا؟

کیا کوئی مسلمان بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر سکتا ہے؟

اوکاڑوی کا شاگرد جوش کے عالم میں ہوش سے عاری ہو کر بکے جا رہا ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ہے: **كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ (حمالة) • بنت عاص**۔ کہ اپنی نواسی کو گود میں اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں۔ دو چار بچے یہاں موجود رکھوتا کہ جو بھی نماز پڑھے اس پر بچے کو سوار کر دیا جائے تاکہ نماز بخاری و مسلم کے مطابق ہو جائے، وہ لڑکا کہتا ہے اتنے میں دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھ کر پیشاب کر رہا تھا میں نے کہا دیکھو! وہ آدمی بیٹھ کر استنجاء کر رہا ہے اسے کھڑا کرو بخاری و مسلم کے خلاف کر رہا ہے کم از کم اس کو تو بتاؤ کہ بخاری و مسلم میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کی حدیث موجود نہیں ہے۔ (ایضاً: ۱۳)

اوکاڑوی کے شاگرد نے اگر جہالت اور نادانی کے سبب بخاری و مسلم کی طرف غلط بات منسوب کر دی تھی تو وہ قابل رحم تھا مگر استاد نے اس کی جہالت کو ہو بہو فخریہ انداز میں نقل کیا اور حمامہ کی اصلاح بھی نہ کیا ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةً بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا. (۱)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امامہ رضی اللہ

• جاہل شاگرد نے امامہ کے بجائے حمامہ کہا مگر استاد کو بھی اصلاح کی توفیق نہ مل سکی۔ (یونہی)

عنها کو اٹھائے نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ کی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اسے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے اوکاڑوی نے نواسی کا نام امامہ کے بجائے امامہ لکھا ہے ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو۔ مگر نبی ﷺ نے امامہ کو اٹھا کر ایک بار اتفاقہ نماز پڑھی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات امامہ کو گود میں لے کر آپ نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر یہ روایت صرف بخاری میں ہے ایسا بھی نہیں ہے، بلکہ دیگر کتب حدیث مسلم: ۵۳۳، ابوداؤد: ۹۹۱۷، نسائی: ۱۲۰۳، موطا: ۱۷۰/۱، احمد: ۵/۲۹۵ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ لیکن نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی نماز کا مذاق اڑانے والا کیا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے؟ دیکھئے مسخرہ پن:

”دو چار بچے یہاں موجود رکھو تاکہ جو بھی نماز پڑھے اس پر بچے کو سوار کر دیا جائے تاکہ نماز بخاری و مسلم کے مطابق ہو جائے۔“

لگتا ہے کوئی یہودی ہے یا منافق ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر نبی ﷺ کی نماز کا مذاق اڑا رہا ہے۔ بخاری و مسلم یا دیگر محدثین نے تو صرف حدیث نقل کی ہے مگر عمل کس کا ہے امام اعظم سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا اور استہزاء و تمسخر کرنے والا کون ہے؟ مسلک احناف (دیوبند) کا وکیل خاص امین اوکاڑوی اور اس کا چھینٹا شاگرد۔ اب آئیے اس تناظر میں فقہ حنفی سے اس سے موازنہ کر لیجئے۔

الدر المختار ج اول: ۳۸، پر مرقوم ہے: ”ولا صلوة حامله ولو كبيرا“ پھر اس کی تفصیل رد المختار ج اول: ۳۶۳، پر دیکھئے تیرہ (۱۳) سطروں میں مسئلے کی وضاحت۔

کتا چھوٹا ہو یا بڑا اس کو اٹھا کر نماز پڑھنا مفسد صلوة نہیں ہے۔ منہ کو باندھ کر لعاب سے بچا جائے۔ اب دیکھئے ایک طرف نبی ﷺ کا عمل ہے، امامہ کو اٹھا کر نماز پڑھنے کا، جو بذات خود دلیل ہے مگر احناف کو اس عمل رسول سے الرجی ہے اور وہ اہل حدیثوں کی مسجدوں میں جا کر یہ تجویز

پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے مسجد میں دو چار بچے موجود رکھو کیونکہ ان کے نزدیک یہ عمل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے۔

دوسری طرف فقہاء کی مویشگافیاں ہیں، کتے کو یا کتے کے بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ اب اگر کوئی اہل حدیث فوجان حنفی مسجد میں پہنچ کر یہ تجویز پیش کرے کہ بھی فقہ پر عمل کرنے کے لئے دو چار کتے بھی چھوٹے بڑے مسجد میں موجود رکھوتا کہ ہم بھی مشاہدہ کریں کہ ان کا منہ باندھ کر تم کیسے نماز پڑھتے ہو اور ان کے اٹھانے سے تمہاری نماز میں کچھ فرق نہیں پڑتا اور اگر تمہارا نو اسایا نو اسی تمہاری گود میں آجائے اور تم اسے مجبوراً اٹھاؤ تو وہ مفسد صلوٰۃ اور عمل کثیر ہے۔ سو چوتھسی، کہاں غلیظ کتا اور کہاں انسان کا معصوم بچہ، کہاں نبی ﷺ کا عمل اور کہاں فقہاء کی مویشگافی۔

میرے حنفی بھائیو! اگر ایمان کا معمولی حصہ بھی تمہیں نصیب ہوا ہے تو غور کر لو۔ نبی ﷺ کا عمل بذات خود دلیل ہے، تمہیں اس مبارک عمل پر اعتراض ہے؟

ذرا غور کرو: عورتیں جو گھروں میں نماز پڑھتی ہیں ان کا سابقہ بچوں سے پڑتا ہے گود سے اٹھا کر بازو میں بٹھا کر انہیں سجدہ کرنا پڑتا ہے شکر ہے اللہ کا کہ اس میں ان کے لئے بھی رہنمائی موجود ہے۔ دوسری بات: بیٹھ کر پیشاب کرنے والے کو کھڑا کرنے کا تقاضا محض جہالت پر مبنی ہے شاگردو رشید کے قول کا مردود ہونا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسجد میں بحث کر رہا ہے اور وہیں اسے پیشاب میں بیٹھا ہوا شخص بھی نظر آتا ہے۔

قارئین! آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے: ”باب البول قائما وقاعدا“ اور وہ اس سے پہلے بیٹھ کر پیشاب کرنے کی حدیث نقل کر چکے ہیں۔ شاگرد اور استاد دونوں اپنی جہالت کا پرچار کر رہے ہیں انہوں نے بخاری نہیں پڑھی ہے، پڑھ لیتے تو ایسی بے سروپا باتیں نہ کرتے۔

جاہل شاگرد کی شرارت

اوکاڑوی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ستاریہ میں لکھا ہوا ہے کہ تین دفعہ آمین کہنا سنت ہے اور آمین کے ساتھ رب اغفر لی کہنا بھی سنت ہے تین بار۔ ایک شاگرد نے وہ صفحہ فوٹو سٹیٹ کروا لیا جیب میں ڈالا اور چلا گیا ان کی مسجد میں مغرب کی نماز تھی امام نے کہا: ”ولا الضالین“ سب نے کہا آمین اس لڑکے نے کہا: آمین رب اغفر لی، آمین رب اغفر لی، آمین رب اغفر لی۔

اب شور مچ گیا پوچھا گیا تو کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا جی: میں حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ دیکھو فتاویٰ ستاریہ میں لکھا ہوا ہے، عجیب بات ہے کہ اہل حدیث کی مسجد ہے اور حدیث پر عمل کرنے سے ناراض ہو رہے ہو۔ (ایضاً: ۱۴)

پہلی بات اہل حدیث کا عمل صرف صحیح حدیث سے مستنبط مسئلے پر ہوتا ہے طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک دلیل: عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: وَلَا الضَّالِّينَ، قَالَ: آمِينَ۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ولا الضالین کے بعد آمین کہتے ہوئے سنا۔ بالکل اسی حدیث کے مطابق اہل حدیث مسجد کے اہل حدیث مصلیوں نے آمین کہی کیونکہ وہ عبادت میں مصروف تھے اپنے رب سے ہمکلام تھے لیکن وہ جاہل شرارتی لڑکا اس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ فساد مچانے گیا تھا اس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اسے ایسے کاموں میں اپنے استاد محترم کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔

دوسری بات: وہ لڑکا اپنے استاد ہی کی طرح جاہل تھا یا فساد پھیلانا ہی اس کا مشن تھا کیونکہ جب

اس نے سنا کہ مسجد کے مصلیوں نے صرف ایک بار آمین کہی ہے تو اسے سمجھنا چاہئے تھا کہ میرے جیب میں جو فوٹو سٹیٹ ہے انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور یہ لوگ اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو کوئی وجہ تو ہوگی بلا وجہ مسجد میں ہنگامہ کیوں مچاؤں؟

تیسری بات: فتاویٰ ستاریہ میں اگر تین بار آمین کہنا سنت لکھا ہے جس پر اس بچے نے عمل کیا اور پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں حدیث پر عمل کر رہا ہوں تو اب تک حدیث اور سنت میں فرق بتانے والے یہاں تسلیم کر رہے ہیں کہ حدیث اور سنت دونوں ایک ہیں کیونکہ اصل کتاب میں جس عمل کو سنت کہا گیا ہے اس پر عمل کر کے اوکاڑوی کا شاگرد کہہ رہا ہے کہ میں حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔

کس ادا سے کیا اقرار ہنرمندوں نے

حدیث اور سنت کی آخری بحث

ادکاڑوی لکھتے ہیں:

اہل السنہ وہ ہیں جو حضور ﷺ کی عادت مبارکہ کو اپناتے ہیں۔ ثبوت اور چیز ہے، سنت اور چیز ہے، جیسے نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا ثابت ہے سنت نہیں ہے نماز کی حالت میں بچے کو اٹھالینا ثابت ہے سنت نہیں ہے لیکن ہم اہل السنہ ہیں سنت کہتے ہیں سڑک اور راستے کو اس لئے جو عمل آپ ﷺ سے چل پڑا وہی سنت ہے۔ (ایضاً: ۱۴)

ادکاڑوی نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۷ پر تسلیم کیا ہے کہ حدیث ہی سے سنت والے کام کا علم ہوگا اس سے پتہ چلا کہ اہل السنہ سے پہلے اہل الحدیث بن کر حدیث دیکھنی ہوگی اور اس سے مستنبط سنت پر عمل کر کے اہل السنہ بنیں گے یعنی کوئی شخص اہل الحدیث بنے بغیر اہل السنہ ہو ہی نہیں سکتا اور جہاں حدیث سے یہ بات معلوم ہوگی کہ یہ سنت ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسے آپ ﷺ نے عادتاً کیا ہے یا ضرورتاً۔ اگر عادتاً کیا ہے تو اسے ہمیں بھی عادت بنالینی چاہئے اور اگر ضرورتاً کیا ہے تو ویسی ہی ضرورت پیش آنے پر ہمیں بھی ضرورتاً کرنا پڑے گا۔ دونوں کام نبی ﷺ نے کئے ہیں اس لئے دونوں سنت ہیں۔ اور سنت کے لئے بھی ثبوت کی ضرورت ہے ورنہ ہر بدعت سنت کا مقام لے لے گی۔

فرض کیجئے: آپ نماز پڑھ رہے ہیں آپ کا بچہ آپ کی گود میں آ کر بیٹھ گیا آپ کو تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا ہے آپ اس بچے کو اٹھا کر بغل میں کر دیتے ہیں یا اسے لیکر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا آپ کے اس عمل سے آپ کی نماز فاسد ہو جائے گی یا ضرورتاً آپ کا یہ عمل جائز قرار پائے گا؟ عورتوں کے ساتھ تو گھروں میں بکثرت ایسے واقعات پیش آتے ہیں، الحمد للہ نبی ﷺ نے ضرورتاً ہی سہی ایسے امور کو انجام دے کر امت کے لئے رہنمائی فرمائی

ہے۔

اب اشرف المخلوق انسان ہی ایسی پستی اور اسفلیت کا شکار ہو جائے کہ اپنے بچے سے زیادہ اہمیت کتے اور کتے کے بچے کو دینے لگے تو قابل تعجب ہے، کہ اپنے بچے کو بحالت نماز گود میں اٹھانا عمل کثیر اور مفسد صلوٰۃ۔ اور کتے یا کتے کے بچے کو بحالت نماز شوق سے اٹھانا نہ عمل کثیر ہے نہ مفسد صلوٰۃ۔
الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدانہ دے

چار اور سات کا مغالطہ

شاگرد رشید کے کارنامے بیان کرنے کے بعد ادا کاڑوی اب اپنے فخریہ کارنامے اجاگر کرنے کی جرأت کر رہے ہیں کراچی میں دس بارہ لوگ ادا کاڑوی سے ملنے آئے جن میں ٹیچر، پروفیسر اور وکیل وغیرہ تھے انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ چار امام ہو گئے ہیں۔ ادا کاڑوی نے کہا: کہاں؟ جھنگ میں کتنے مدرسے ہیں شافعیوں کے؟ مالکیوں کے؟ حنبلیوں کے کتنے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ جو بھیگا ہوتا ہے اس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں، تو یہاں صرف ایک حنفی ہیں پھر یہ آپ کو ایک کے چار کہاں سے نظر آنے لگے؟ کہنے لگے جی! وہ کہیں نہ کہیں تو ہوں گے نا؟ میں نے کہا کہ جہاں جہاں وہ ہوں گے، وہاں کے لوگ پریشان ہوں آپ کو کیا پریشانی لگ گئی ہے یہاں پر بیٹھے بیٹھے؟ کہنے لگے کہ جی! کس حدیث میں ہے کہ صرف ایک ہی امام کی تقلید کرنا؟ میں نے پوچھا کہ آپ قرآن پاک پڑھتے ہیں کہنے لگے جی ہاں! میں نے کہا ساتوں قرأتیں آتی ہیں؟ کہنے لگے جی نہیں! ایک ہی قرأت میں ہم تو پڑھتے ہیں، میں نے کہا کس حدیث میں ہے کہ سات میں سے صرف ایک ہی قرأت میں پڑھنا؟ کہنے لگے ہم کیا کریں کہ ہمیں آتی ہی ایک ہے؟ میں نے کہا کہ کیا کریں یہاں ہے ہی ایک مسلک امام ابو حنیفہ کا اس کی حدیث تم دکھا دو اس کی ہم دکھا دیتے ہیں۔ (ایضاً: ۱۵)

پہلی بات ادا کاڑوی سے بات کرنے کے لئے جو لوگ آئے تھے وہ دنیاوی تعلیم میں مہارت رکھتے تھے شرعی علوم میں انہیں درک حاصل نہیں تھا مگر اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ آج کل پڑھے لکھے لوگ تقلیدی حصار سے نکل کر تحقیق کی شاہراہ پر آرہے ہیں جنہیں تقلیدی مولوی دجل و فریب کا مہلیٹ کھلا کر تقلیدی حصار میں روکنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔

دوسری بات چار اماموں میں سے صرف ایک ہی امام کو ماننا چاہتے اور شہر میں جس امام کا مسلک

چلتا ہوا اہل شہر کو اسی مسلک پر رہنا چاہئے، ان دونوں باتوں پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، ائمہ امت میں سے چار اور چار میں سے ایک کی تخصیص پر ضد آخر یہ تقسیم و تخصیص کس نے کیا اور یہ کس کے حکم سے ہوا؟ یہ سب باتیں غیر شرعی اور بے دلیل ہیں۔

اگر ہر شہر والوں کو اپنے ہی مسلک پر رہنا ہے تو پھر کوفہ کا مسلک پاکستان کیسے آگیا؟ اگر کوفہ سے ایک مسلک پاکستان پہنچتا ہے دوسرا حجاز سے پہنچتا ہے تو ایک کو پکڑنے اور دوسرے کو رد کرنے کا کیا اصول ہے اوکاڑوی سے سوال کرنے والے عراقی مسلک والے نہیں تھے حجازی مسلک والے بھی نہیں تھے وہ عالمین بالحدیث تھے جو ہر ملک اور شہر میں موجود ہیں اور احناف کے لئے درد سر بنے ہوئے ہیں۔

تیسری بات کس حدیث میں ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کرنا کے جواب میں اوکاڑوی نے سوال کیا، کس حدیث میں ہے کہ سات قرأت میں سے صرف ایک قرأت کرنا، تم اس کی حدیث دکھاؤ میں اس کی حدیث دکھاتا ہوں۔

سات قرأت میں سے جو آسان ہو آدمی اس میں قرآن کی تلاوت کرے اس سلسلے میں بخاری میں صاف اور واضح حدیث موجود ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بْنِ حِزَامٍ، يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَائَتِهِ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ، لَمْ يَقْرَأْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَكَذْتُ أَسَاوِرَهُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ، فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَقْرَأْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ: كَذَبْتَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأْنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتُ، فَأَنْطَلَقْتُ بِهِ أَقْوَدَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرَأْنِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَرْسَلُهُ، اقْرَأْ يَا هِشَامُ، فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي

سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَذَلِكَ أُنْزِلْتُ، ثُمَّ قَالَ: اقْرَأْ يَا عُمَرُ، فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَذَلِكَ أُنْزِلْتُ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْزَفٍ، فَأَقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو دوران نماز سورہ فرقان پڑھتے سنا میں نے ان کی قرأت پر غور کیا تو وہ کئی ایسے حروف پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے صبر سے کام لیا جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادران کے گلے میں ڈال کر انہیں کھینچا اور کہا: یہ سورت جو ابھی میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھائی ہے، میں نے کہا تم غلط کہتے ہو! خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری اس قرأت سے مختلف پڑھائی ہے آخر میں اسے کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور عرض کی کہ میں نے اس شخص کو سورہ فرقان ایسی قرأت میں پڑھتے سنا ہے جس کی آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اے ہشام! تم پڑھ کر سناؤ، انہوں نے اسی قرأت کے مطابق پڑھا جس طرح میں نے ان سے سنا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا: اے عمر! اب تم پڑھ کر سناؤ، چنانچہ میں نے اس طرح پڑھا جس طرح آپ نے مجھے تعلیم دی تھی، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے، قرآن کریم سات قرأت میں نازل ہوا ہے لہذا جو قرأت تمہیں آسان لگے اسی کے مطابق قرآن پڑھو۔

یہ حدیث بالکل صریح اور واضح ہے کہ سات قرأت میں سے صرف ایک جو آدمی کو دستیاب ہو اور آسان لگے اس میں تلاوت کرے اتنی صاف اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے ادکاڑی کا

وہ جل و فریب اور دھاندلی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کہتا ہے تم سات قرأت میں سے ایک قرأت پر اکتفا کرنے کی حدیث دکھاؤ میں چار امام میں سے ایک امام کی تقلید کی حدیث دکھاؤں گا جو صبح قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ اوکاڑوی اور اس کے معتقدین بلکہ دنیا بھر کے مقلدین جمع ہو کر بھی اس طرح کی صاف اور صریح حدیث پیش نہیں کر سکتے، یہ محض اپنوں کے درمیان گپ اور اہل حدیث کی بڑھتی ہوئی رفتار دیکھ کر اس پر قدغن لگانے اور اپنوں کو روکنے کی سعی لا حاصل ہے۔

چار اور چھ کا مغالطہ

ادکاڑوی لکھتے ہیں:

میں نے کہا دیکھو جلدی نہ کرنا کیونکہ قرآن پاک میں سات قاریوں کا اختلاف ہے قرأت کا، تو سات کا اختلاف بڑا ہے یا چار کا؟ اس لئے اگر ائمہ کو چھوڑنا ہے تو پہلے لکھ کر دو کہ آج کے بعد ہم قرآن نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس کی قرأت میں سات قاریوں کا اختلاف ہے اور ہم اختلاف کو پسند نہیں کرتے اس کے بعد احادیث کی باقی کتابیں تو الگ کر دیں صرف کتب ستہ ہی ایسی چھ کتابیں ہیں جن میں آپس میں اختلافی حدیثیں ہیں تو چھ کا اختلاف زیادہ ہے یا چار کا؟ کہنے لگے چھ کا۔ میں نے کہا کہ دوسرے نمبر پر چھ والا اختلاف چھوڑنا پڑے گا ان بے چارے اماموں کی کہیں جا کر تیسرے نمبر پر باری آئے گی جن کے پیچھے آپ پہلے نمبر پر ہی لائٹھی اٹھائے پھر رہے ہیں۔ (ایضاً: ۱۶)

ادکاڑوی نے بڑی ہوشیاری سے ان تعلیم یافتہ لوگوں کو بے وقوف بنایا کہ چار کو چھوڑنے سے پہلے قرآن کو چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس میں سات کا اختلاف ہے جو چار کے اختلاف سے بڑا ہے۔ یہی نہیں چار میں سے ایک کی پیروی ضروری ہے اس سلسلے میں حدیث پیش کرنے کا جھوٹا وعدہ بھی کیا اور اسے اس امر سے مشروط کر دیا کہ سات قرأت میں سے ایک قرأت پر اکتفا کرنے کی حدیث پیش کریں۔ یہ واقعہ یا تو فرضی ہے یا ان لوگوں کو اس سلسلے میں معلومات نہیں رہی ہوگی کیونکہ سات قرأت میں سے ایک کے اپنانے کی حدیث کافی مشہور ہے جو ابھی گزر چکی ہے۔

دین کے اصل مصادر دو ہی ہیں قرآن اور سنت۔ ایک پر یعنی قرآن پر ادکاڑوی نے اپنی جہالت کی وجہ سے کلہاڑی چلا دی کہ سات قرأت کی وجہ سے قرآن چھوڑو۔ پتی حدیث اور سنت سو

چھ کا اختلاف دکھلا کر اسے بھی قابل ترک قرار دیا پھر معاملہ صاف۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔
 مذکورہ صورت میں مقلدین کی حکمرانی اور احمقوں کا راج ہوگا کتب فقہ کی ترویج و اشاعت ہی
 کا خیر رہ جائے گا۔

کتب احادیث میں اختلاف جتنا کر ایک طبقہ پہلے ہی منکرین حدیث کا پیدا ہو چکا ہے مگر
 اذکار و دی ان سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں کیونکہ وہ احادیث کے ساتھ ساتھ قرآن کو بھی قصہ
 پارینہ بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے قرآن کریم کو سب سے حروف سے
 پڑھنے کا جواز ہے اور جو قرأت آدمی بآسانی پڑھ سکتا ہے اسے اسی انداز میں پڑھنے کا حکم ہے اور
 اسے نبی ﷺ کی تائید بھی حاصل ہے سرے سے یہ کوئی اختلاف ہی نہیں۔ عوام میں محض بدگمانی
 پیدا کی جا رہی ہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی اختلافات نہیں ہیں کیونکہ اس کے لئے بھی اصول و ضوابط بلکہ مستقل
 ایک فن ہے۔ جس سے بظاہر اختلاف نظر آنے پر اسے حل کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح الحمد للہ قرآن
 و حدیث میں اختلاف نہیں ہے۔ محض ائمہ پرستی کے جواز کے لئے یہ شوشہ چھوڑنا کوئی دانشمند نہ فعل
 نہیں ہے۔ نیز اختلافات کا ہوا کھڑا کر کے قرآن و حدیث سے دامن جھاڑ لینا ایک مسلمان کا کام
 نہیں ہے نہ ہی اس طرح کے شکوک و شبہات سے عوام الناس میں قرآن و حدیث کی اہمیت کو گھٹانا
 کسی مسلمان کا کام ہے۔ سات قرأت اور چار امام، کتب ستہ اور چار امام میں موازنہ محض ذہنی
 دیوالیہ پن ہے سات اور چھ کا اختلاف بتلا کر چار کے اختلاف کو جائز قرار دینا بالکل ویسا ہی ہے
 جیسا کہ ایک مناظر نے سورا درگائے کے گوشت کو یکساں قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ ۔

ماس ماس سب ایک ہے کیا سور کیا گاؤ

مناظر اسلام ثناء اللہ امرتسری نے اس کا جواب دے کر اسے لاجواب کر دیا تھا کہ ۔

نار نار سب ایک ہے کیا جو رو کیا ماؤ

چار اور تین کا مغالطہ

پھر ان آنے والے لوگوں نے اوکاڑوی سے کہا: چاروں امام برحق ہیں تو آپ تین کو چھوڑ کر ایک کی تقلید کیوں کرتے ہیں اوکاڑوی نے کہا میری مرضی۔ انہوں نے کہا پھر ان کو برحق کیوں مانتے ہو؟ اوکاڑوی نے کہا بالکل برحق کہتے ہیں مگر تقلید اپنے امام کی کرتے ہیں۔ اب آگے اوکاڑوی تحریر پڑھئے:

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آج آپ جمعہ پڑھ رہے ہیں نا؟ کیونکہ آپ لوگ حضور ﷺ کو برحق مانتے ہیں اور کیا کل آپ لوگ یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جائیں گے؟ کیونکہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو برحق مانتے ہیں کیا پرسوں عیسائیوں کے گرجے میں جائیں گے تاکہ اتوار والی عبادت بھی کر آئیں، انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ اس لئے نہیں جائیں گے کہ آپ سب نبیوں کو برحق مانتے ہیں مگر تابعداری صرف اپنے نبی کی کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جی! وہاں تو ناخن منسوخ کا مسئلہ ہے میں نے کہا یہاں رائج مرجوح کا مسئلہ ہے۔ (ایضاً: ۱۶)

وراصل قرآن و حدیث میں ائمہ اربعہ کی روایتی تقلید کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے مقلدین اکثریت کے زعم میں غنڈہ گردی، ہٹ وھری اور بازاری حرکتوں کا بھی ارتکاب کرتے رہتے ہیں، دیکھئے چار امام اور پھر چار میں سے صرف ایک امام کی تقلید کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے اس لئے مقلدین عوام میں شکوک و شبہات اور اشکالات کو جنم دے رہے ہیں اور دعویٰ بھی کر رہے ہیں کہ چار میں سے صرف ایک امام کی تقلید کی حدیث بھی ان کے پاس ہے، مگر وہ اسے پیش نہیں کرتے بلکہ سات قرأت میں سے ایک قرأت پر اکتفا کرنے کی دلیل مانگتے ہیں جو الحمد للہ کتب حدیث میں بڑی واضح شکل میں موجود ہے۔

نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے اوکاڑوی اپنی زندگی میں وہ حدیث پیش نہ کر سکے صرف

دعویٰ ہی دعویٰ کر کے عوام کو گمراہ کرتے رہے۔ دراصل ایسی کوئی حدیث ہے ہی نہیں وہ پیش کہاں سے کریں گے؟ دیکھئے جب ان سے پوچھا گیا کہ تین کو چھوڑ کر آپ ایک ہی کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا میری مرضی۔ یعنی اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں کوئی دلیل نہیں میں اپنی مرضی سے ایسا کر رہا ہوں۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ ان کو برحق کیوں مانتے ہو؟ جب اودکاڑوی نے مداری کا پٹارا کھولا اور بازاری ٹائپ کا گمراہ کن جواب دیا۔ کہ آپ جمعہ کو مسجد میں جاتے ہیں کیا یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے گرجے میں بھی جائیں گے؟ نہیں جائیں گے تو کیوں آپ موسیٰ و عیسیٰ کو بھی تو برحق مانتے ہیں۔ یہاں مجھے بے ساختہ احمد رضا خان بریلوی یاد آ گئے وہ لکھتے ہیں:

حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی، حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا، شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہیا کا فر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا، فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو تو کیا تعجب ہے۔ (۱)

دیکھئے ایک ولی ایک ہی وقت میں کئی جگہ حاضر ہو سکتا ہے اس کے لئے دلیل دی گئی کرشن کنہیا کی۔ مسئلہ ایمان و عقیدے کا، مگر جواب میں قرآن و حدیث کے بجائے محض ایک تراشیدہ غارت گرا ایمان کہانی سوال یہ ہے کہ ائمہ کو برحق ماننے کے جواب میں موسیٰ اور عیسیٰ کو پیش کیا گیا مطلب کیا ہوا کہ دیگر ائمہ برحق تو ہیں مگر ان کی حیثیت موسیٰ اور عیسیٰ کی شریعت جیسی ہے اور جب انہیں بتایا گیا کہ پچھلی شریعتیں تو رب کائنات نے خود منسوخ کر دی ہیں ہمیں ان کی صداقت پر ایمان لانا ہے ان پر عمل نہیں کرنا ہے تو اودکاڑوی نے کہا یہاں رائج مرجوح کا مسئلہ ہے یعنی ہمارا حنفی مسلک رائج ہے بقیہ ائمہ کے مسالک مرجوح۔

سبحان اللہ! کیا جواب ہے۔ پچھلی شریعتیں تو خود اللہ تعالیٰ نے آسمانی حکم دیکر منسوخ کر دیا۔ جو بالکل واضح ہے انہیں ائمہ کی تقلید کے دلیل میں پیش کرنا گمراہی اور دھوکہ دہی ہے۔ یہ رائج مرجوح کا مسئلہ کون حل کرے گا کیا اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں کوئی فرمان نازل فرمایا ہے یا بزعیم خویش جو حدیث انہوں نے راز ہی رکھی ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ حنفی مسلک رائج ہے اور بقیہ مسلک مرجوح۔ یہ سب احناف کے دھوکے ہیں۔ مقلدین کا اجماعی دعویٰ یہ ہے کہ: مذہبنا صواب یحتمل الخطأ و مذہب غیرنا خطا یحتمل الصواب۔ یعنی ہمارا مذہب صحیح ہے لیکن احتمال رکھتا ہے کہ وہ غلط ہو اور ہمارے مخالفین کے مذہب غلط ہیں لیکن صحیح ہونے کا احتمال بھی رکھتے ہیں۔ یعنی چاروں مسلک کے مقلدین کو اپنے مسلک کے سو فیصد صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے لیکن برسوں سے چلا آرہا ہے سو مجبوراً اسی کو صحیح سمجھ کر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ جزائے خیر دے ان علماء حق کو جنہوں نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے حنفی مسلک کیا ہے، حنفیوں کے مشہور محقق عالم عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فکم من حَنَفِيٍّ حَنَفِيٍّ فِي الْفُرُوعِ مَعْتَزِلِي عَقِيدَةِ كَالِزْمَخْشَرِي جَارِ اللَّهِ مُؤَلَّفِ الْكُتُفِ وَغَيْرِهِ وَكُمُؤَلَّفِ الْقَنِيَةِ وَالْحَاوِيِ وَالْمَجْتَبِيِ شَرْحِ مُخْتَصَرِ الْقُدُورِيِّ نَجْمِ الدِّجِينِ الزَّاهِدِيِّ وَقَدْ تَرَجَمْتُهُمَا فِي الْفَوَائِدِ الْبَهِيَةِ فِي تَرَاجُمِ الْحَنَفِيَّةِ وَكَعْبِدِ الْجَبَّارِ وَابِي هَاشِمٍ وَالجَبَّائِيِ وَغَيْرِهِمْ وَكُمُ مِنْ حَنَفِيٍّ حَنَفِيٍّ فِرْعَا مَرْجِي أَوْ زَيْدِيِ اصْلًا وَبِالْجُمْلَةِ فَالْحَنَفِيَّةُ لَهَا فِرْعَوْنٌ بِاعْتِبَارِ اخْتِلَافِ الْعَقِيدَةِ فَمِنْهُمْ الشَّيْعَةُ وَمِنْهُمْ الْمُتَعَزِّلَةُ وَمِنْهُمْ الْمَرْجِيَّةُ۔ (۱)

یعنی حنفیوں میں کتنے ایسے ہیں جو عقیدے میں کچھ ہیں اور فروع میں کچھ اور جیسے جبار اللہ زعمشری صاحب کشف اگرچہ فروع میں حنفی ہیں لیکن عقیدہ میں معتزلی ہیں اسی طرح صاحب قنیہ

اور حاوی اور مختصر القدوری کی شرح المعجبی کے مولف نجم الدین زاحدی کا حال ہے۔ اسی طرح عبدالجبار، ابوہاشم، اور جبائی جیسے لوگ بھی انہیں لوگوں میں شمار ہیں۔

اسی طرح کتنے حنفی ایسے ہیں جو فردع میں حنفی ہیں لیکن عقیدے میں مرجیہ یا اصلی زیدی شیعہ ہیں خلاصہ یہ کہ حنیفہ کی باعتبار اختلاف عقیدہ کئی شاخیں ہیں بعض شیعہ ہیں بعض معتزلہ ہیں اور بعض مرجیہ میں سے ہیں۔

قارئین! دیکھا آپ نے اوکاڑوی جسے بغیر کسی دلیل کے رائج قرار دیئے ہوئے ہیں وہ یعنی حنفی مسلک، شیعہ، مرجیہ اور معتزلہ کی آمیزش سے بنا ہوا عجیب و غریب مسلک ہے۔ جس پر اوکاڑوی فخر سے عمل کر رہے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی دعوت ساری دنیا کو دے رہے ہیں قرآن وحدیث کے بارے میں نئے نئے شکوک و شبہات اور اشکالات کو جنم دے رہے ہیں۔

ذہنی دیوالیہ پن کی ایک مثال

ادکاڑوی نے لکھا:

اب ایک صاحب تو زیادہ ہی ناراض ہونے لگے کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کو کبھی عقل آئے گی بھی یا نہیں؟ چاروں اماموں میں حلال و حرام کا اختلاف ہے حلال و حرام کا: ایک امام ایک چیز کو حلال کہتا ہے ایک اسی چیز کو حرام کہتا ہے، حلال بھی برحق؟ حرام بھی برحق؟ غضب خدا کا۔ کبھی تو عقل کی بات کیا کرو، میں نے کہا یہ امام بے چارے جن پر آپ ناراض ہیں یہ نبیوں کے تابعدار ہیں نبیوں میں بھی حلال و حرام کا اختلاف ہے آدم کے زمانے میں بہن سے نکاح حلال تھا اور وہ نبی بھی برحق جس کی شریعت میں بہن سے نکاح حرام ہے۔ (ایضاً: ۱۶) ●

آئے ہوئے لوگوں کا اعتراض تھا کہ قرآن ایک رسول ایک شریعت ایک پھر اس شریعت میں چار امام اور اماموں میں حلال و حرام کا فرق۔ آخر شریعت میں ایک چیز یا تو حرام ہوگی یا حلال۔ اس طرح ایک امام کا مسئلہ شریعت کے مطابق ہوگا تو دوسرے امام کا شریعت کے خلاف ہوگا۔

ادکاڑوی انہیں سمجھا رہے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت میں بہن سے نکاح حلال تھا اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں بہن سے نکاح حرام ہے۔ آدم علیہ السلام بھی برحق، محمد ﷺ بھی برحق۔ اماموں میں اختلاف کا موازنہ انبیاء کرام سے کرنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ نیز ادکاڑوی کا یہ فریب کہ یہ امام بے چارے نبیوں کے تابعدار ہیں کتنا بڑا جھوٹ ہے کیونکہ ائمہ کرام نبیوں کے تابعدار نہیں بلکہ صرف محمد ﷺ کے تابعدار ہیں ائمہ کے قول

● یہ عبارتیں واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ یہ حضرات فقہت کے نام پر کبھی سفاہت فرماتے ہیں اور لال بھکڑوں اور بی جہالوں کی طرح کبھی دوردور کی کوٹیاں لاتے ہیں۔ — شرم تم کو مگر نہیں آتی (فیضی)

و فعل ان کے اجتہادات اور حلال و حرام کے اختلاف کو شریعت محمدی کے دائرے میں دیکھا جائے گا، پچھلے پیغمبروں کی شریعت سے ائمہ کرام کا کوئی تعلق نہیں ہے آدم علیہ السلام سے لیکر محمد ﷺ تک جتنے انبیاء رسل آئے ان پر اس حیثیت سے ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ سب اللہ کے نبی و رسل تھے لیکن عمل کے لئے صرف اور صرف شریعت محمدی کافی ہے۔ دوسرے پیغمبروں کی شریعت سے ہمیں کوئی مطلب اور سروکار نہیں۔

ادکاڑ وی کے ذہنی دیوالیہ پن کا نتیجہ ہے کہ وہ اماموں کو نبیوں اور رسولوں کے میزان پر تول رہے ہیں، انبیاء و رسل جیسے وحی آسمانی کے پابند تھے کیا اماموں پر بھی وحی آرہی ہے کہ ان میں حلال و حرام کا فرق ہوگا یا محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے دائرے میں اماموں کے قول و فعل کو دیکھا اور پرکھا جائے گا۔ جو چیز حلال ہوگی اس پر حلال کا حکم لگے گا جو حرام ہوگی اس پر حرام کا حکم لگے گا۔ اور اگر اماموں میں حلال و حرام کا فرق ہے تو وہاں کسی نہ کسی کی کوتاہی فہم کا اعتراف کرنا ہوگا۔ کیونکہ دونوں حق پر نہیں ہو سکتے۔

زمانے اور علاقے کا ہوا

جب اوکاڑوی نے آدم، یعقوب اور ابراہیم علیہم السلام کی مثالیں دیں اور شریعت محمدیہ سے موازنہ کر کے حلال بھی درست اور حرام بھی درست کا فیصلہ سنایا تو آنے والے لوگوں نے کہا کہ وہاں تو زمانے کا اختلاف ہے، میں نے کہا یہاں علاقوں کا اختلاف ہے۔ (ایضاً: ۱۷)

ممکن ہے کہ آنے والوں نے کہا ہو کہ وہاں تو زمانے کا اختلاف ہے۔ تاہم یہ بات صحیح نہیں ہے وہاں الگ الگ شریعتوں کی بات ہے اور شریعت ساز خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو جیسی شریعت دی اس نبی نے اسی پر ویسے ہی عمل کیا رہی بات علاقے کی تو پہلے شریعتیں علاقائی ہوا کرتی تھیں، لیکن یہ شریعت محمدیہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے ایک ہی ہے اور شریعت میں جو حکم موجود ہے اس پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہے لیکن علاقے کے اختلاف کو اوکاڑوی نے یوں سمجھایا:

کئی سالوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سعودیہ میں عید ہوتی ہے اور پاکستان میں روزہ ہوتا ہے اب عید کے دن روزہ رکھنا حلال ہے یا حرام؟

یہ مسلکوں کی ترویج و اشاعت کے لئے دلیل نہیں ہے۔ سعودیہ میں عید ہے انہیں روزہ رکھنا حرام ہے ان کے پاس اس کی شرعی دلیل ہے جس سے ہم بھی واقف ہیں۔ پاکستان میں روزہ ہے انہیں روزہ رکھنا حلال ہی نہیں فرض ہے ان کے پاس بھی اس کی شرعی دلیل ہے اس سے بھی ہم واقف ہیں۔ یعنی دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ بالکل درست ہے کیونکہ دونوں شریعت کے دائرے میں ہیں۔ سعودیہ اور پاکستان کی مثال تو بہت دور کی بات ہے۔

دیکھئے اوکاڑوی کی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا حرام، دوسرے کسی بھی غیر محرم سے حلال یہ حلال

وحرام میں فرق نہیں بلکہ شریعت کے دائرے میں شریعت کے مسائل ہیں اور اس طرح کی بہت سی صورتیں ہیں۔

پھر روزہ اور عید کا مفروضہ آگے بڑھاتے ہوئے ادکاڑوی لکھتے ہیں:

جس طرح وہاں عید ان کا مذہب ہے بالکل برحق ہے اس طرح روزہ ہمارا یہاں مسلک ہے بالکل برحق ہے جہاں شافعیت ہے وہاں شافعیت برحق..... جس ملک میں حنفیت ہے وہ مذہب ہے۔ (۱۸)

سچ ہے کہ جہاں روزہ ہے وہاں سب مسلمانوں پر روزہ ہے یہی حق ہے اور شریعت میں اس کی دلیل ہے جہاں عید ہے وہاں سب کی عید ہے اور شریعت میں اس کی بھی دلیل ہے۔ مگر جہاں شافعیت ہے وہاں شافعیت اور جہاں حنفیت ہے وہاں حنفیت برحق ہے، اس کی بھی تو دلیل چاہئے روزہ اور عید کی تو دلیل موجود ہے مگر دین کے ثوارے کی بھی تو دلیل چاہئے، پہلے چار فرقوں میں اسے تقسیم کرنے کی دلیل دیجئے پھر حنفیت اور شافعیت کے استحکام کی فکر کیجئے۔ مالکیت، شافعیت اور حنبلیت پھر نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی یہ سب کیا ڈھکوسلے ہیں کہاں سے آئے ہیں کیسے آئے ہیں ذرا اس کی حقیقت کا بھی پتہ لگائیے۔ روزہ اور عید کے لئے تو دلیلیں ہیں مگر آپ کے خود ساختہ ثواروں کی کوئی دلیل نہیں ہے، یہ ام المفساد تقلید کے نمونے ہیں جس نے وحدت امت کو پارہ پارہ کیا اور: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔ کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلمان فرقہ فرقہ ہو گئے۔

ذہنی دیوالیہ پن کی دوسری مثال

آئے ہوئے لوگ اوکاڑوی سے کہنے لگے:

جب تین امام ایک طرف ہوں اور ایک امام ایک طرف ہو تو کس کی بات ماننی چاہئے؟ میں نے کہا ایک کی، کہنے لگے کیوں جی! زیادہ کی ماننی چاہئے، میں نے کہا اچھا انبیاء کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا تھا نا؟ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی شریعت سے پہلے تمام شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں، سارے انبیاء ایک طرف اور ہمارے نبی ﷺ ایک طرف اب آپ ایک نبی کی بات مانیں گے یا زیادہ کی؟ (ایضاً: ۱۸)

پہلی بات: اوکاڑوی نے جو بات ان سے کہلوائی ہے وہ درست نہیں ہے، شریعت اسلامیہ میں کہنے والوں کی تعداد نہیں دیکھی جائے گی بلکہ دلیل دیکھی جائے گی کہ قرآن و سنت کی دلیل کے اعتبار سے کس کی بات درست ہے اگر دلیل کے اعتبار سے ایک کی بات قوی ہے تو اسے تسلیم کریں گے اور اگر تین لوگوں کی بات قوی اور درست ہے تو تین کی بات مانیں گے یعنی کم یا زیادہ تعداد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

دوسری بات: اماموں کا موازنہ پچھلے پیغمبروں سے کرنا ذہنی دیوالیہ پن ہے کہاں وہ پیغمبر جن پر براہ راست اللہ کا فرمان نازل ہوتا تھا اور وہ اپنے متبعین کی رہنمائی کرتے تھے اور کہاں یہ امام جو قرآن و حدیث کے پابند ہو کر غیر منصوصہ مسائل میں اجتہاد کرتے اور عوام کی مشکلات کا حل نکالتے ہیں، مجتہد مسئلے کا صحیح حل نکال لے تو اسے دوہرا اجر ہے اور غلطی پر بھی اسے ایک اجر کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ ● نبی اور امتی امام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تیسری بات: فرض کرو ایک شخص کہتا ہے کہ سجدہ تعظیمی شریعت محمدیہ میں جائز ہے اس کے

● اور امت کے لئے اس کی خطا کو ترک کر دینا فرض اور جان بوجھ کر اس پر عمل کرنا گناہ ہے۔ (فیضی)

برعکس چند اشخاص کہتے ہیں کہ سجدہ تعظیمی شریعت محمدیہ میں جائز نہیں ہے اب ہم یہاں ایک شخص اور چند اشخاص پر نظر ڈال کر مسئلے کا فیصلہ قلت اور کثرت کی بنیاد پر کریں گے یا شریعت کے دلائل پر نظر ڈالیں گے اور جب دلائل پر نظر ڈالیں گے تو پتہ چلے گا کہ سجدہ تعظیمی جائز نہیں ہے اور جو دعویٰ چند اشخاص کا ہے وہی درست ہے مگر ان کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے، کسی مسئلے میں یہ بھی ممکن ہے کہ چند اشخاص کی بات غلط نظر آئے اور ایک آدمی کی بات درست اور سو فیصد درست ہو کیونکہ اصل شخصیت اور تعداد نہیں ہے بلکہ اصل چیز دلیل ہے۔

قرآن کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے

ادکاڑوی لکھتے ہیں:

پھر آخر میں وہ لوگ کہنے لگے کہ وین کے مدینے میں آیا تھا یا کونے میں؟ میں نے کہا کہ مکے مدینے میں، کہنے لگے پھر مکے مدینے والے امام کو ماننا چاہئے یا کونے والے امام کو؟ میں نے کہا کہ آپ کا دل کیا کہتا ہے؟ کہنے لگے مکے مدینے والے کو ماننا چاہئے، میں نے کہا اچھا آپ کو معلوم ہے کہ جھوٹ بولنا ہر شریعت میں منع ہے کہنے لگے بالکل، کیا ہم نے کوئی جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا کہ بہت بڑا جھوٹ بولا ہے قرآن کی جو سات قرأتیں ہیں ان میں مکی قاری بھی تھا، مدنی قاری بھی تھا، بصری قاری بھی تھا، تم سب لوگ تو قاری عاصم کو مکی جو کہ کوفہ کا رہنے والا تھا اس کی قرأت پڑھ رہے ہو۔ (ایضاً: ۱۹)

ادکاڑوی کی چالاکی اور ہنرمندی ہے کہ اپنے مطلب کی بات فریق مخالف سے کہلواتے ہیں یا اپنے جواب کے مطابق سوالات قائم کر لیتے ہیں۔

وین کے اور مدینے میں آیا وہیں سے اس کی نشر و اشاعت ہوئی اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے مگر دین کی بنیاد کے اور مدینے پر نہیں قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے اور بعد کے زمانے میں کے اور

مدینے میں کسی کام کا ہونا اس کے شرعی کام ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

دیکھئے شیخ دحلان مفتی مکہ نے کتنی ساری بدعات مکہ میں جاری کر رکھی تھیں جب ہندوستانی عالم بشیر احمد سہوانی حنفیت سے تائب ہو کر اہل حدیث اختیار کر کے وہاں پہنچے تو باقاعدہ ان بدعات کے خلاف مفتی مکہ شیخ دحلان سے کافی دنوں تک مناظرہ کرتے رہے اور ایک کتاب صیانتہ الانسان عن وسوسہ الشیخ الدحلان وجود میں آئی اگر اہل حدیث بقول ادکاڑ دی کے مدینے والے امام کو مانتے تو سب مالکی اور شافعی ہوتے اہل حدیث کوئی نہ ہوتا مگر معاملہ ایسا نہیں ہے۔

یقیناً جھوٹ بولنا تو ہر شریعت میں منع ہے مگر ادکاڑ دی تو بار بار جھوٹ بولتے ہیں جیسے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بخاری میں نہیں ہے، بیٹھ کر پیشاب کرنے کی روایت بخاری میں نہیں ہے جبکہ اس کا موجود ہونا آپ پڑھ چکے ہیں پھر آخر جھوٹ کس چڑیا کا نام ہے۔

اب رہی بات قرأت سبوحہ کی تو اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے تمہیں جو آسان لگے سبوحہ اُحرف میں سے اسے تلاوت کرو۔ اب وہ طریقہ ہم تک کے والے سے پہنچا، یا مدینے والے سے پہنچا کو نے والے یا بصرے والے سے پہنچا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور الحمد للہ چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے قرآن کے سلسلے میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَآلِہٖ لَٰحِظُوْنَ) (الحجر: ۹) کے بمصداق آج بھی ہمارے درمیان وہی قرآن موجود ہے اور کل بھی رہے گا۔ ان شاء اللہ

نماز لائے تو تھے مگر خلف اس کی حفاظت نہ کر سکے

ادکاڑ دی مزید لکھتے ہیں:

میں نے کہا جو صحابہ کرام قرآن ساتھ لائے تھے وہی صحابہ کرام نماز ساتھ لیکر آئے تھے یاد ہیں پھینک کر آئے تھے کہ کونے میں جا کر نئی نماز بنالیں گے؟ یا نماز بھی وہاں سے لیکر آئے تھے (یقیناً

نماز بھی مکے مدینے سے لیکر آئے تھے) تو جب قرآن کے معاملہ میں اہل کوفہ پر اعتماد کرتے ہو تو نماز کے بارے میں بھی اعتماد کرنا چاہئے۔ (ایضاً: ۱۹)

الحمد للہ قرآن کی صداقت اور قرآن کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے رہا لہجہ یا قرأت کا فرق تو اس پر نبی ﷺ کی تصدیق و تصویب ہے اور اختلاف کے باوجود اس سے اختلاف نہیں پیدا ہوگا چودہ سو سالہ تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔

عاصم کوئی کی قرأت دراصل یہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے جو انہوں نے زربن جیش کے ذریعہ حاصل کیا بلکہ زربن جیش نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بھی کسب فیض کیا ہے اگرچہ اس کی نسبت عاصم کی وجہ سے کوفہ کی طرف ہے مگر یہ قرأت صحابہ کرام کی قرأت ہے اور صحابہ کرام مکے مدینے سے یہی قرآن اور قرأت لیکر آئے تھے۔

رہی بات نماز کی تو صحابہ کرام نماز بھی مکے مدینے سے لیکر آئے تھے مگر کوفہ والے اسے سنبھال نہ سکے وجوہات کچھ بھی ہوں مگر اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ عراق کوفتوں کی سر زمین کہا گیا ہے اور یہیں سے تمام ترفنتوں نے جنم لیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ سے سیرۃ النبی ج: ۳/۶۹۸، میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ زیادہ تر فساد کا مرکز عراق اور عراق میں خاص کوفہ تھا۔ دارمی کی صحیح روایت کے مطابق عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں بھی بدعات اور فساد نے سراپا بنانا شروع کر دیا تھا مگر صحابہ کرام تنبیہ اور کنیر کرتے رہتے تھے مگر ان کے بعد حالات متغیر ہو گئے اور غلطیوں پر بھی ٹوکنے والے موجود نہ رہے تو لوگوں نے انہیں اپنا پیشوا بنالیا جنہیں قرآن و حدیث سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا پھر معاملہ بگڑتا چلا گیا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کوئی علمی سفر نہیں کیا علم حدیث پڑھا ہی نہیں ابو یوسف رحمہ اللہ سے

مروی ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تحصیل علم کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ فقہ کے علاوہ جتنے علوم ہیں سب کے حاصل کرنے میں بڑی جمعیتیں ہیں اور انجام کے اعتبار سے بے فائدہ بھی، نیز تمام علوم میں عیوب بھی ہیں حتیٰ کہ نعوذ باللہ تفسیر و حدیث کا بھی یہی حال ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ فقہ کے علاوہ کسی بھی علم کو حاصل نہیں کروں گا حتیٰ کہ علم حدیث کی بابت فرمایا: لا حاجة لي في هذا۔ مجھے علم حدیث حاصل کرنے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے لہذا میں نے صرف علم فقہ حاصل کیا۔ (۱)

آپ اندازہ لگائیں ایسی سرزمین کے اندر اور ایسے شخص کی سربراہی میں جو نماز قائم ہوگی کیا وہ حدیث کے مطابق ہوگی جو خود معترف ہے کہ مجھے علم حدیث حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود بد قسمتی سے اس کو ساتھی بھی ایسے ملے تھے جن کی شرارتوں اور حماقتوں سے خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی بیزار تھے امام صاحب فرماتے ہیں:

جب میں کوئی مسئلہ اپنی رائے اور قیاس سے بیان کرتا ہوں تو جابر بن یزید جعفی (متوفی: ۱۲۸) اس کے مطابق کوئی خود ساختہ حدیث پیش کر دیتا ہے اس نے کہا کہ میرے پاس ایسی ہزاروں حدیثیں ہیں جنہیں میں نے ابھی تک ظاہر نہیں کیا ہے میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔ (۲)

جابر جعفی کی طرح اسحاق بن نجیح ملطی بھی وضع احادیث کرتا تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: إسحق أكذب الناس يحدث عن النبي ﷺ برأي أبي حنيفة۔ یعنی کذاب ترین شخص رائے ابو حنیفہ کے مطابق احادیث بیان کرتا تھا۔ (۳)

(۱) خطیب: ۱/۳۳۳ تا ۳۳۴ ج: ۱۳، عقود الحیات: ۶۳/۱ تا ۶۴/۱، بحوالہ خطیب و حارثی۔ اخبار ابی حنیفہ للنصیری: ۵/۶۲، و مناقب ابی حنیفہ لابن کاس النخعی و مناقب ابی حنیفہ لابن مفلس: ۷/۱ للمحات ج: ۱/۲۸۵

(۲) میزان الاعتدال ج: ۱/۲۶۱، اللہجات ج: ۱/۷۴

(۳) میزان الاعتدال ج: ۱/۹۴

ان حوالہ جات کی روشنی میں اندازہ لگائیں کہ کوفہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کہاں باقی رہی ہوگی بلکہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ کوفہ کی جامع مسجد پہنچے تو سب سے پہلے اعتراض انہوں نے کوفہ والوں کی نماز پر ہی کیا تھا۔ ناصر الحدیث امام الشافعی رحمہ اللہ وہ امام ہیں جنہیں احناف بھی امام برحق تسلیم کرتے ہیں۔ آج اہل حدیثوں کے ٹوکنے پر انہیں غصہ آتا ہے کاش انہوں نے امام برحق کی بات مان لی ہوتی اور خفی نماز کو محمدی نماز کر لیتے۔

کیا واقعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں؟

اوکاڑوی لکھتے ہیں:

پھر ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفی ہیں (الحمد للہ) امام صاحب نے صحابہ کی زیارت کی ہے جس صحابی نے اللہ کے نبی ﷺ کا دور نبوت پورا پایا وہ بھلا کتنے سال ہے دور نبوت؟ ۲۳ رسال اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقریباً چالیس سال صحابہ کا زمانہ پایا تو چالیس سال کی عمر میں مسلمان نماز شروع کر دیتے ہیں کہ نہیں؟ (ایضاً: ۱۹)

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہے آئیے دیکھیں وہ خود کیا کہتے ہیں:

امام صاحب سے دریافت کیا گیا: من أدركت من الكبرا؟ آپ نے کن اکابر کو پایا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا: (۱) قاسم (۲) سالم (۳) طاووس (۴) عکرمہ (۵) مکحول (۶) عبد اللہ بن دینار (۷) حسن بصری (۸) عمرو بن دینار (۹) ابو زبیر (۱۰) عطاء (۱۱) قتادہ (۱۲) ابراہیم (۱۳) نافع (۱۴) شعبی وغیرہم اور ان جیسے افراد۔ (۱)

(۱) سند ابی حنیفہ للحنفہ ص ۱۰۵ قاری ۹۵ تا ۹۹، وجامع المسانید ج: ۱/۳۳۳،

مذکورہ روایت کے بارے میں کلام ہے لیکن اس سلسلے میں صحیح روایت بھی ہے۔

عطاء بن رباح تابعی ہیں جو امام ابوحنیفہ کے معاصر ہیں عطاء بن رباح کے متعلق امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ما رأیت أفضل من عطاء۔ میں نے امام عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ نے خود صراحت کر دی ہے کہ وہ تابعی نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں الملحیات الی مافی انوار الباری من الظلمات میں کافی دلائل جمع کر دیے گئے ہیں جو قابل مطالعہ ہیں ● حاصل کلام یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی نہیں ہیں مقلدین زبردستی مکذوب و مردود روایتوں کا سہارا لیکر انہیں تابعی ثابت کرتے ہیں۔

ادکاڑوی کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ابوحنیفہ نے تقریباً چالیس سال صحابہ کا زمانہ پایا جب کہ کسی صحابی سے بھی ان کی لقاء ثابت نہیں ہے پھر ادکاڑوی کا دوسرا دعویٰ اور مضحکہ خیز بن جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں مسلمان نماز شروع کر دیتے ہیں کہ نہیں۔ نماز تو پہلے شروع کر دیتے ہیں مگر اس وقت امام ابوحنیفہ کوفہ کے بجائے خراسان میں وقت گزار رہے تھے ان کا کسی طرح کا کوئی واسطہ کسی بھی صحابی سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

(۱) علل ترمذی و کتاب القراءة للبیہقی و نصب الراية بسند صحیح

● اس سے قبل مولانا عبدالحزیز رحیم آبادی نے اس مسئلے میں بہترین تحقیق پیش کی ہے اور اپنی کتاب ”حسن البیان“ کے ذریعہ مولانا شبلی نعمانی کو حقیقت کی وکالت سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ (فیضی)

صحابہ نے خلاف سنت نماز پر متنبہ کیوں نہ کیا؟

اداکار ذوی مزید لکھتے ہیں:

جب مسجد میں نماز کے لئے بچہ آتا ہے تو لوگ دیکھتے ہیں کہ بچہ نماز پڑھ رہا ہے اور بچہ لوگوں کو دیکھ دیکھ کر نماز پڑھتا ہے، اسی طرح صحابہ کرام امام صاحب کو دیکھتے تھے اور امام صاحب صحابہ کرام کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے اگر امام صاحب کی نماز خلاف سنت ہو تو صحابہ کرام کو ٹوکنا چاہئے تھا کہ نہیں؟ (اور اگر صحابہ کرام نے دیکھا کہ نماز سنت کے خلاف پڑھ رہے ہیں اور صحابہ نے نہ ٹوکا تو مطلب یہ ہوا کہ) (نعوذ باللہ) صحابہ کے سامنے غلط کام ہو رہا ہے اور صحابہ خاموش ہیں؟) (ایضاً: ۲۰)

صاحب للمحات لکھتے ہیں:

یہ قطعی اور یقینی طور پر غلط بات ہے کہ امام ابوحنیفہ عراق کے کسی مقام مثلاً کوفہ میں پیدا ہوئے بلکہ وہ روس ترکستان اور خراسان کے شہر ”نساء“ یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے اور وہیں جوان سال ہونے تک پلٹے بڑھتے اور تعلیم و تربیت پاتے رہے پھر جوان ہونے کے بعد اپنے والد کے ساتھ مختلف مقامات پر گھومتے پھرتے رہے، اس زمانے میں خراسان میں کون سے صحابی تھے جس سے ان کا لقاء دیدار ہوا؟ ہرگز نہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ نصرانی باپ اور مجوسی سندھی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور نہ جانے کب وہ مسلمان ہوئے۔ اس زمانے میں کوئی صحابی خراسان میں زندہ موجود بھی تھا جس سے امام صاحب کی ملاقات اور دیدار بسند معتبر ثابت ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (۱)

امام ابوحنیفہ کے صرف باعتبار دیدار نہ کہ باعتبار سماع تابعی ہونے کی سب سے زیادہ معتبر مانی

جانے والی روایت یہ ہے کہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ابن سعد نے کہا کہ مجھ سے سیف بن جابر ابوالموفق قاضی واسطہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو بیان کرتے سنا کہ حضرت انس بن مالک صحابی کوفہ کے محلہ بنو خنح میں نزول پذیر ہوئے تو میں نے انہیں ایک بار یا ایک سے زیادہ بار دیکھا۔ (۱)

مگر اس پر کئی اعتراضات ہیں: (۱) امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں عراق سے بہت دور خراسان شہر ”نساء“ یا اس کے مضافات میں رہے اور جوان ہونے تک وہ اپنے والد کے ساتھ خراسان میں رہے اور معلوم نہیں کب مسلمان ہوئے اور ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں کوفہ آکر آباد ہوئے اس وقت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات پر کم از کم آٹھ نو سال گزر چکے تھے پھر حضرت انس سے ابوحنیفہ کے بحالت ایمان دیدار کا امکان کہاں رہا؟ یہ تو محال بات ہوئی اور محال بات کے وقوع کا مدعی بہت بڑا کذاب ہے۔

(۲) جس طبقات ابن سعد کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے اس میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ (۲) جب یہ روایت طبقات ابن سعد میں نہیں ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ روایت مذکور طبقات ابن سعد میں ہے تو یہ روایت ساقط الاعتبار ہوگی۔

(۳) ابن سعد سے یہ روایت سیف بن جابر ابوالموفق قاضی واسطہ نے نقل کی۔ ان کا ثقہ ہونا کہیں مذکور نہیں اور مجہول کی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔

(۴) اور سیف بن جابر نے یہ روایت ابوحنیفہ سے نقل کی یہ بھی غیر ثقہ و غیر معتبر ہیں جس کی سند میں مسلسل دور وادہ میں سے ایک مجہول اور دوسرا مجروح ہو اس کا ساقط الاعتبار ہونا واضح ہے، خود طبقات والے ابن سعد نے امام ابوحنیفہ کا ذکر و وجہ کیا اور دونوں میں امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ و غیر معتبر

(۱) اللامحات ج: ۲۷۲/۳

(۲) التکلیل بمافی تالیب الکوثری الا باطیل ج: ۱۷۹/۱

کہا۔ (۱) پھر یہ روایت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔

(۵) سیف سے اس کی روایت میں ابن سعد بھی منفرد ہیں اور ان کا یہ تفرقہ ناقابل نظر انداز

ہے۔ (۲)

(۶) روایت زیر بحث کی سند کے معتبر ہونے کا مطالبہ علماء اہل حدیث کرتے آرہے ہیں مگر

دیوبندیہ اور ان کے حلیف اور جن عناصر سے دیوبندیہ پیدا ہوئے وہ علماء اہل حدیث کے اس

مطالبہ کو پورا کر سکے نہ قیامت تک پورا کر سکتے ہیں۔ (۳) یہ مشہور سلفی کتاب ہے اس تفصیل کا

حاصل یہ ہے کہ ابن حجر مکی بیٹھی کی الخیرات الحسان والی وہ بات مکذوبہ و مردودہ ہے جسے دلیل بنا کر

فرقہ دیوبندیہ نے امام ابو حنیفہ کا تابعی ہونا ثابت مانا ہے۔ اور اس سے دیوبندیہ کے معتمد علیہ ابن

حجر بیٹھی کا بھی حلیہ معلوم ہو گیا کہ وہ غلط ساقط الاعتبار اسانید پر بھروسہ کر کے اپنی کتاب الخیرات

الحسان لکھے ہوئے ہیں، جو طومار کا ذیب و مجموعہً باطل ہے۔ (۴)

ندوی صاحب کی تحقیقات اور تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بچپن

نساء، خراسان میں ائمہ جمعیہ کی تربیت میں گزرا اور ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں جب کوفہ آکر آباد ہوئے

تو حماد کے سامنے زانوئے تلمذ خم کیا اور مرجی المذہب ہو گئے، بچپن میں صحابہ کے درمیان نماز

پڑھنے اور سیکھنے کی بات محض ڈھکوسلہ ہے صحابہ دیکھتے تب ٹوکتے نا۔ صحابہ کرام نے انہیں نماز

پڑھتے دیکھا ہی نہیں تو ٹوکتے کہاں سے؟ ہاں امام شافعی رحمہ اللہ جب کوفہ پہنچے تو انہوں نے کوفہ

والوں کی نماز پر اعتراض کیا اور انہیں ٹوکا۔ اور آج بھی نماز محمدی کا اہتمام کرنے والے خلاف نماز

(۱) اللہمحات ج: ۲/۷۱ و طبقات ابن سعد ج: ۶/۳۶۸، ۳۶۹ و ج: ۷/۷۷

(۲) اللہمحات ج: ۲/۷۴ و ج: ۲/۷۹

(۳) تبصرة الناقد: ۲۷۷-۲۷۶

(۴) سلفی تحقیقی جائزہ: ۶۴۵-۶۴۴

محمدی جب کسی کا عمل دیکھتے ہیں تو مزید ٹوکتے ہیں اور حکمت و موعظہ حسنہ کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔

سر پر ہاتھ باندھنا

اوکاڑوی کی خود ساختہ کہانیوں میں سے یہ آخری کہانی بھی انہیں کے الفاظ میں پڑھ لیجئے:

ایک صاحب تھے بس میں بیٹھے تھے، کسی جگہ بس رکی پاس ہی مسجد تھی وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا چلو نماز پڑھ لوں میں نے جب نماز پڑھنے کے لئے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے (حضرت علیؓ فرماتے ہیں: **إِنَّ الشُّنَّةَ وَضَعَ الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشُّرَّةِ**۔ کہ بیشک نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے) تو ایک بابا جی آئے اور انہوں نے نماز ہی میں میرے ہاتھ سینے پر رکھ دیئے، میں نے سر کے اوپر رکھ لئے، نماز کے بعد مجھ سے پوچھنے لگا یہ کیا تھا؟ (جو تو نے سر پر ہاتھ باندھ لئے) میں نے پوچھا وہ کیا تھا؟ (جو تو نے سینے پر ہاتھ رکھوائے تھے)۔ (ایضاً: ۲۰)

اس کے بعد اوکاڑوی کا ایک نوٹ ہے۔ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (۲۰)

پہلی بات: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو قول نقل کیا گیا ہے وہ خود احناف کے یہاں بھی معتبر نہیں ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ حنفی مسلک کی چوٹی کی کتاب ہدایہ کا اردو ترجمہ ”عین الہدایہ“ میں ہے: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ج اول: ۳۵۰)

مولانا عبدالحی لکھنؤی رحمہ اللہ نے شرح وقایہ: ۱۴۴، کے عربی حاشیہ نمبر: ۴ پر حضرت علی

رضی اللہ عنہ دالی روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں جو روایت بیان کی ہے اس پر علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **هذا قول علي ابن طالب وإسناده إلى النبي ﷺ غير صحيح۔** (۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک صحیح نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں: **ولكن الذي روى عن علي فيه مقال لأن في سنده عبد الرحمن ابن اسحاق الكوفي قال أحمد ليس بشيء منكر الحديث۔** (حوالہ مذکور) لیکن وہ قول جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں کلام ہے اس لئے کہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق کوئی ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کسی قابل نہیں ہے اور منکر الحدیث ہے۔ غرضیکہ تحت السرة والی کوئی بھی روایت ثابت نہیں ہے، یہ محض کوفہ والوں کا عمل ہے۔

دوسری بات: ایک بزرگ نے ان کے ہاتھ اوپر کر دیئے جس سے ناراض ہو کر انہوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا۔ دوران نماز اس طرح کی اصلاح سے استقدر ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی، اسلاف میں اس طرح اصلاح کا طریقہ رائج تھا خود نبی کریم ﷺ جب کوئی غلط طریقہ دیکھتے تھے تو فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں داپنے ہاتھ پر بایاں ہاتھ رکھ کر نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو آپ نے میرا داپنا ہاتھ پکڑ کر بایں ہاتھ پر رکھ دیا۔ (۲) تیسری بات: میرے دو شاگرد نماز میں ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں آپس میں الجھ گئے ایک کہتا: **فوق السرة يلي الصدر** دوسرا کہتا: **فوق السرة على البطن۔** دونوں شافعی المسلک تھے ممبئی میں تھے اس لئے کوکن کے ایک مشہور عالم دین سے مسئلہ پوچھنے جامع مسجد ممبئی پہنچے وہ دونوں بچوں

نے اپنی اپنی بات ان کے سامنے رکھی پھر انہوں نے دونوں بچوں کو بغور دیکھ کر دیکھا اور غصے سے آگ بگولہ ہوتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ کو اپنی گردن پر رکھ لیا اور کہا: ”اس طرح باندھا کرو“ دونوں نے خاموشی کے ساتھ رخصت ہو جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی اور مسئلہ بھی ان کی سمجھ میں آ گیا۔ جب میں نے اوکاڑوی کی کہانی سر پر ہاتھ باندھنے والی پڑھی تو مجھے گردن پر ہاتھ باندھنے کی بات یاد آ گئی۔

چوتھی بات: نماز کے بعد اس شخص نے مسافر سے پوچھا یہ کیا تھا؟ یعنی تو نے سر پر ہاتھ کیوں رکھ لئے؟ مسافر نے کہا وہ کیا تھا، جو تو نے سینے پر ہاتھ رکھوائے؟ اس کے بعد کی کہانی اوکاڑوی ہضم کر گئے مگر کہتے ہیں نا: کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اسی کے بمصداق اوکاڑوی نے ایک نوٹ لگا کر بات ختم کر دی: کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ مطلب یہ کہ اس شخص نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث پیش کی ہوگی اور مسافر بے چارہ سر پر ہاتھ باندھنے کی دلیل کہاں سے لاتا اس لئے اوکاڑوی آگے کی بات گول کر گئے۔

آخری بات: کیا واقعی سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح روایت نہیں ہے ایک روایت تو آپ پڑھ چکے کہ سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان بخاری میں ہے کہ لوگوں کو یہ حکم کیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں کی ذراع پر رکھے اور ذراع کا مطلب کہنی سے لیکر ہاتھ کی درمیان انگلی کے سرے تک ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت مسند احمد میں، بیہقی کی سنن الکبریٰ میں، صحیح ابن خزیمہ میں، طبرانی میں یہاں تک کہ ہدایہ عربی کتاب الصلوٰۃ کے حاشیہ میں بھی موجود ہے۔

ہدایہ اردو بنام ”عین الہدایہ“ جلد اول: ۱۵۰ / پر ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے۔ شرح وقایہ اردو: ۹۳ / پر بھی یہی بیان موجود ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی رحمہ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی

ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (۱)
 مولانا عبدالحی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نعم قد ثبت فوق السرة عند الصدر في رواية احمد وابن خزيمة وبه أخذ
 الشافعي ومن تبعه وأخذ بها أصحابنا في حق النساء، لأن وضع اليدين على
 الصدر أستر لهن۔ (۲)

ہاں: بیشک ناف کے اوپر سینے کے پاس ہاتھ باندھنا مسند احمد اور صحیح ابن خزيمة سے ثابت ہے
 اور اسی حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور ان کے ماننے والوں نے بھی۔ اور
 ہمارے حنفی اصحاب نے بھی اس حدیث کو عورتوں کے بارے میں لیا ہے کہ حنفی عورتیں سینے پر ہاتھ
 باندھیں کیونکہ سینے پر ہاتھ باندھنے میں ان کی پردہ پوشی زیادہ ہے۔

ادکار و روی کا دعویٰ تھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور انہیں کے علماء
 اعتراف کرتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت قوی اور صحیح ہے اور اسی پر حنفی عورتوں کا عمل
 ہے جبکہ اس حدیث سے خواتین کی تخصیص ثابت نہیں بلکہ تمام مرد و زن کو اس پر عمل کرنا چاہئے،
 تحت السرة ہاتھ باندھنے کی تمام روایتیں ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھنے
 کی روایات باعتراف احناف قوی صحیح اور قابل عمل ہیں۔

(۱) مقدمہ عین الہدایہ جلد اول: ۱۱۱

(۲) شرح وقایہ: ۳۴، حاشیہ: ۳

نماز محمدی پڑھئے!

ادکاڑوی ورج بالا واقعہ کی روشنی میں لکھتے ہیں:

پندرہویں صدی کے مسلمانوں کا ایمان بہت ہی زیادہ مضبوط ہے جو غلط کام ہوتا دیکھیں تو فوراً ٹوک دیتے ہیں اور معاذ اللہ، استغفر اللہ جس زمانے کو اللہ کے رسول ﷺ خیر القرون فرما رہے ہیں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین جو تھے ان میں معاذ اللہ سنت کی کوئی محبت ہی نہ تھی کہ امام صاحب غلط نماز پڑھتے رہتے تھے اور کوئی ٹوکنا ہی نہیں تھا؟ (ایضاً: ۲۰)

پھر وہی بات دہرائی جا رہی ہے جبکہ امام صاحب کی نہ کسی صحابی سے ملاقات ہے نہ کسی صحابی رسول سے انہوں نے عملاً نماز سیکھی ہے بلکہ ۱۰۲ھ ہجری تک یعنی بائیس سال تک خراسان شہر نساء میں رہ کر کوفہ آئے تو بھی انہوں نے مرجی المذہب استاد کی شاگردی اختیار کی، انہوں نے اگر بچپن میں صحابہ، تابعین کے درمیان رہ کر نماز پڑھی ہوتی، سیکھی ہوتی تو ان کی نماز میں خلاف نماز محمدی کوئی بات نہ ہوتی..... بات گزر چکی ہے امام شافعی رحمہ اللہ جب کوفہ آئے تو انہوں نے وہاں رائج نماز پر تنقید کی، ایک نوجوان کو ٹوکا جس کی نماز کی تصدیق و تصویب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ دونوں کر رہے تھے۔

آج بھی احناف امی والی نماز اور ابوالی نماز اور نہ جانے کئی کئی نسبتوں والی نماز پڑھ رہے ہیں اور خوب پڑھ رہے ہیں محتثیں کر رہے ہیں عمریں لگا رہے ہیں مگر نماز محمدی سے نہ جانے کیوں چڑھتے رہتے ہیں جبکہ امام کائنات امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: صَلُّوا كَمَا زَأَيُّكُمْوَنِي أَحَلِّي۔ جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ویسے ہی نماز تم بھی پڑھا کرو۔

مگر افسوس! نماز محمدی کی ضد میں بہت سی نسبتوں والی نماز حدیث و سنت سے بیزار لوگوں نے بنا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی نماز محمدی پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسی پر قائم رکھے۔ آمین

ہاں نماز کی توثیق کی ضرورت ہے

ادکاروی مزید لکھتے ہیں:

ہم جو نماز پڑھتے ہیں ہمیں فخر ہے کہ ہماری نماز کی توثیق الحمد للہ صحابہ کے سامنے ہو چکی ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو صحابہ ضرور ٹوکتے۔ اب جس نماز کی توثیق صحابہ سے ہو چکی ہے؟ مجھے ان دوستوں سے گلہ نہیں، گلہ آپ سے ہے کہ صحابہ کی تصدیق کے بعد بھی جب تک وہ بابا گنڈیریوں والا، جب کہے گا نا کہ نماز ٹھیک ہے تو نماز ٹھیک ہوگی ورنہ نہیں!! کیا صحابہ کی تصدیق کے بعد کسی بابے روڑے کی تصدیق کی ضرورت ہے؟ (بالکل نہیں) (ایضاً: ۲۰) ●

پہلی بات: بار بار ادکاروی وہی جھوٹ دہرا رہے ہیں کہ ہماری نماز کی توثیق صحابہ سے ہو چکی ہے اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحابہ ضرور ٹوکتے۔ آخر وہ کون سے صحابہ ہیں جنہوں نے خفی امام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کی تصدیق فرمائی جبکہ حقیقت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی کی شکل بھی نہیں دیکھی ہے نہ کسی صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی ہے نہ کسی صحابی کے سامنے زانوئے تلمذ خم کیا۔ اور اکیس بائیس سال اپنے باپ کے ساتھ سیر و سیاحت کرتے ہوئے کوفہ آئے ۱۰۲ھ ہجری میں کوفہ میں کون سے صحابی تھے؟

دوسری بات: ادکاروی اپنے خفی بھائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے گلہ اہل حدیثوں سے نہیں ہے، جو خفی نماز پر معترض ہیں مجھے گلہ یعنی شکوہ و شکایت آپ سے ہے کہ آپ اہل حدیثوں کی باتیں سنتے کیوں ہیں آخر یہ تحقیق مسائل کا کیا چکر ہے، ہماری کھیر تو بنی بنائی ہے اسے صرف کھانا ہے ہماری نماز یعنی خفی نماز کی تصدیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس سلسلے میں اہل حدیثوں کی باتوں پر

● یہ مولوی علم سے کورا تھا، بہت سے صحابہ نے ایسی نمازوں پر جو حقیقوں جیسی ہوتی ہیں، ٹوکا تھا۔

بطور مثال: ابن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو نکمری مارتے تھے جو اپنی نماز میں رفع الیدین نہیں کرتا تھا۔ (فیض)

کان مت دھرو جو کر رہے ہو وہی کر رہے رہو، اور بس۔

تیسری بات: بابا گنڈیریوں والا کون ہے؟ یا بابے روڑے کون ہیں؟ ممکن ہے جس علاقے میں اوکاڑوی کی رہائش رہی ہوگی وہاں کے یہ مشہور عالم دین اور اہل حدیث کی سرکردہ شخصیات ہوں جنہیں لوگ عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہوں اور ان پر اعتماد و اعتقاد کا یہ عالم ہو کہ احناف بھی ان کے معتقد ہوں اور ان کی بات کو حرف آخر سمجھتے ہوں۔ مگر اہل حدیث جماعت شخصیت پرستی کے سحر میں گرفتار نہیں ہے وہ شخصیت کے بجائے دلیل دیکھتی ہے اور دلیل کی پیروی کرتی ہے اور ہر مسئلے کی تصدیق و تصویب کے لئے نبی اکرم ﷺ کی حدیث اور سنت طلب کرتی ہے جہاں حدیث رسول مل گئی سنت واضح ہوگئی وہاں کسی صحابی، تابعی، مجتہد، امام، عالم اور بابا کی بات کو قابل عمل نہیں گردانتی، اب کچھ روشن خیال احناف بھی قرآن و حدیث کے دلائل طلب کرنے لگے ہیں مگر انہیں یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کو سمجھنا یا اس سے دلیل نکالنا اور ڈھونڈھنا یہ کسی مقلد کا کام نہیں ہے، مقلد کو چاہئے کہ اپنے اپنے امام کے فتاوے اور فیصلے پوچھے اور اس پر عمل کرے مگر عوام اپنے علماء کی باتوں سے مطمئن نہیں ہیں اس لئے دلیل طلب کرتے ہیں اور اگر دلیل نہیں پاتے یعنی کسی عمل کی تصدیق و تصویب نبی ﷺ سے نہیں ملتی تو اس عمل سے انکار کا جذبہ مقلدین میں بڑی کثرت کے ساتھ فروغ پا رہا ہے اس طرح تقلیدی حصار ٹوٹ رہا ہے۔

آخری بات

اوکاڑوی نے کتاب کے شروع میں بڑی اچھی بات لکھی تھی کہ:
مسک اہل السنۃ والجماعت کی بنیاد کسی کینے پر نہیں ہے۔

مگر آپ پوری کتاب پڑھ کر دیکھئے یہاں کینہ ہی کینہ ہے۔ حدیث اور اہل حدیثوں سے کینہ، صحابہ کرام سے کینہ، دیگر ائمہ ہدی سے کینہ، محدثین سے کینہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خود نبی اکرم ﷺ سے کینہ۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

یہ تحریر پڑھئے اور سردھنئے:

بخاری و مسلم میں ہے: کان یصلی وهو حامل حمامہ (امامہ)۔ بنت عاص مکہ اپنی نواسی کو گود میں اٹھا کر حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں۔ (۱)

اس عمل کا استہزاء اور نبی ﷺ سے کینہ اور بغض ملاحظہ فرمائیں کہ ایک اہل حدیث مسجد میں جا کر اوکاڑوی کا شاگرد کہتا ہے: دو چار بچے یہاں (مسجد میں) موجود رکھو تا کہ جو بھی نماز پڑھے اس پر بچے کو سوار کر دیا جائے تا کہ نماز بخاری و مسلم کے مطابق ہو جائے۔ (۲)

بتائیے! یہ استہزاء کس کا ہے کس کے خلاف سینہ میں کینہ بیٹھا ہوا ہے اس نبی ﷺ کے خلاف کینہ جس کا ہر عمل خود دلیل کا درجہ رکھتا ہے۔

میرے خفی بھائیو! ذرا اپنا جائزہ لو۔ کیا اہل حدیث دشمنی میں تم اتنے پاگل ہو گئے ہو کہ تمہیں رسول برحق حضرت محمد ﷺ کے منصب و مقام کا بھی لحاظ نہیں!!

حدیث رسول کا مذاق، رسول برحق کے عمل کا مذاق، نماز رسول کا مذاق آخر کینہ کہتے کسے ہیں؟

(۱) حدیث اور سنت میں فرق: ۱۳

(۲) حدیث اور سنت میں فرق: ۱۳

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھو اور اپنی اصلاح کرو:

(فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ

آلِيمٌ) (النور: ۶۳)

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی

زبردست آفت نہ آ پڑے۔ یا انہیں دردناک عذاب نہ چھو لے۔

آہ پہنچاتا ہے وہ روح نبی کو صدمہ

جو بد اندیش ہوا درپے آزار حدیث

انوکھ فی الدین

عبدالواحد انور یوسفی

رہے گا ضوفشاں خاور حدیث و سنت کا

از قلم: انور یوسفی الاثری

کے پتہ نہیں محور حدیث و سنت کا عقیدت اور ضرورت ہے کہ وارہتا ہے نظر کسی کی لگے گی نہ خشک ہی ہوگا ہے فرق ظاہری، لغوی میں اور لفظی میں کبھی حدیث تو سنت کبھی سلف کہتے ہے انطباق بھی دونوں کا علم نبوی پر اگر حدیث گئی ہاتھ سے گئی سنت ثبات و صبر، مسلسل عمل کا ثمرہ ہے حدیث کا جو ہے سنت کا بھی وہ ہے منکر جو لوگ فرق ہیں کرتے حدیث و سنت میں خوشا ہے اہل حدیث اور اہل سنت بھی جو مل رہے ہیں جلیں یا لیں آنکھیں موند اپنی ہے ذات سید و سرور حدیث و سنت کا ہمارے سامنے دفتر حدیث و سنت کا جو موجزن ہے سمندر حدیث و سنت کا مگر ہے ایک ہی پیکر حدیث و سنت کا کہ مرتبہ ہے برابر حدیث و سنت کا کہ ایک ہی تو ہے محضر حدیث و سنت کا ہے ربط باہمی یکسر حدیث و سنت کا کہ آج چرچا ہے گھر گھر حدیث و سنت کا مزاج نازک و خوشتر حدیث و سنت کا کبھی وہ دیکھیں بھی تیور حدیث و سنت کا جو واقعی ہے شانور حدیث و سنت کا رہے گا ضوفشاں خاور حدیث و سنت کا

وہ رب کعبہ جو قرآن کا محافظ ہے

وہی نگہباں ہے انور حدیث و سنت کا

حدیث و سنت میں لفظی لغوی اور دیگر باہمی فرق کیا ہے؟

کیا حدیث و سنت کی اصالت اور حجیت میں کچھ فرق ہے؟

کیا حدیث اور سنت ایک ہی حقیقت کے دو نام نہیں ہیں؟

کیا علماء اصول کے نزدیک حدیث و سنت مترادف نہیں ہے؟

”کتاب السنۃ“ کے نام سے مطبوع احادیث کے کئی مجموعے کیا (حدیث و سنت) کے ایک ہونے کی شہادت نہیں دیتے؟

حدیث و سنت میں تفریق کا قتنہ مرزا غلام احمد قادیانی نے چھوڑا، آخر وہ کون تھا؟

حدیث و سنت میں تفریق جتانے کی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی سعی ملیح، کس بات پر غماز ہے؟

کیا اصلاحی کو حدیث و سنت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آنے لگا؟

”ہم سنت کے ماننے والے ہیں حدیث کے نہیں“ امفتی سعید احمد صاحب کا یہ اعلان کس ذہنیت کا ثبوت ہے؟

ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب ”حدیث اور سنت میں فرق“ پر ناقص پتہ اور رازداری کس لئے؟

اوکاڑوی کے تمام دوسوسوں اور مغالطوں کا مکمل جائزہ ہر حق پسند کے لئے۔

جی ہاں: یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لئے سنجیدگی سے اس کتاب کا مطالعہ کریں اور حلقہ اعزہ و اقارب میں عام کریں۔

لَا تُرِيدُوا إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ [صود: ۸۸]۔

مرکز الدعوة الاسلامیہ والخیریہ

MARKAZUD DAWATUL ISLAMIYYAH WAL KHAYRIYYAH

► Islami Compound, Savnas, Khed, Ratnagiri, Maharashtra - 415727. Tel : 02356-262555

► Bait-us-Salaam Complex, Mahad Naka, Khed, Ratnagiri. Maharashtra - 415709. Tel : 02356-264455